شہدائے عہد نبی صلی اللہ علیہ وسلم

راجہ محمد شریف

شہدائے عہدِ نبویؐ

مؤلفہ

راجہ محمد شریف

زاھد اکیڈمی، ۷۔ اے کوہِ نور شوگر ملز کالونی جوھر آباد

طبع اوّل ـــــ ایک ہزار

تاریخ اشاعت ـــــ جنوری سنہ ۱۹۷۴ء

مطبع ـــــ مکتبۂ جدید پریس، لاہور

ناشر ـــــ زاہد اکیڈمی A۔۷ کوہِ نور شوگر ملز کالونی جوہر آباد

کاتب ـــــ قمر الدین لائل پوری

طریقۂ طباعت ـــــ آفسیٹ

ـــــ سول ایجنٹس ـــــ

انصار بک سٹال، اُردو بازار، سرگودھا

مکتبۂ شرقیہ، کانگرس گلی منٹگمری بازار، لائل پور

انتساب

کلمۂ حق کے جاں نثاروں کے نام

عنوانات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

الحمد للہ رب العالمین، والسلام علی المرسلین، والصلوٰۃ والسلام علیٰ عبدہٖ ورسولہٖ محمد ن المصطفیٰ امام الانبیاء خاتم النبین وعلیٰ آلہ واصحابہ الطیبین الطاہرین رضوان اللہ علیہم اجمعین ؕ

اللہ تبارک وتعالیٰ

کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ اس نے اپنی رحمت بے پایاں سے احقر کو "حیاتِ رسالتمآب" کی تالیف و تدوین کے بعد پیغمبر خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اصحاب (رضی اللہ عنہم اجمعین) کے مقدس حالات لکھنے کی توفیق بخشی جنہوں نے قیامِ حق کی خاطر اپنی جانیں نثار کیں۔ اور ابدالآباد تک زندہ ہو گئے۔

بلاریب یہ بھی سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم ترین معجزات سے ہے۔ کہ نہایت قلیل عرصہ میں پیغمبرِ انسانیت کے فیضِ صحبت سے ایسی مقدس و پاکباز ہستیاں صفحۂ ہستی پر ابھریں جنہوں نے شجرِ اسلام کی آبیاری کیلئے اپنے خون کا ایک ایک قطرہ نچھاور کرنے کے باوجود یہی تمنا سینہ میں زندہ رکھی کہ وہ ہر شہادت کے بعد زندہ ہوں اور پھر اسلام کی خاطر اپنی گردنیں پیش کریں۔ فی الحقیقت ان مقدس ہستیوں کا ذکر بھی اسلام کی حقانیت، ہمہ گیری اور آفاقیت کے ساتھ ساتھ اُس عظیم الشان دَور کا ذکر ہے۔ جیسے عُرفِ عام میں دَورِ نبوت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور جو صرف تئیس ۲۳ سالوں پر مشتمل تھا۔

نظر بہ ظاہر تئیس ۲۳ سال کا عرصہ، انسانی زندگی کی طویل تاریخ میں ایک لمحہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتا۔ مگر جب یہی لمحہ خدا کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درِ سعادت کے شب و روز میں ڈھل جاتا ہے۔ تو رُشد و ہدایت کا ایک ایسا مقدس و منور نقطہ بن

جاتا ہے۔ جس کے گرد نوعِ بشری کی تمام تاریخ گھومتی نظر آتی ہے۔

بلاشبہ کائنات کی پہنائیوں اور وسعتوں میں سُورج کا وجود ایک چمکدار طشتری سے زیادہ نہیں۔ مگر اس حقیقت سے کیسے انکار کیا جا سکتا ہے۔ کہ تمام کائنات اسی ایک وجود سے روشن اور تمام تاریکیاں اسی کے دم سے مبدّل بہ روشنی ہوتی ہیں۔ رات کو آسمانِ دُنیا کی روشن قندیلیں، اسی سے کسبِ ضیاء کرتیں اور روپہلی چاندنی بکھیرنے والا چاند اسی کی روشنی کا محتاج ہے۔

پس ہدایتِ انسانی کی تاریخ گواہ ہے۔ کہ اس کی طوالتوں کی تمام روشنی صرف اسی منّور و مقدّس نقطۂ ہدایت کی محتاج ہے۔ جو دَورِ نبوّت کے نام سے موسوم ہے۔ اور جو تاریخ عالم کے اوّل و آخر کے درمیان ایک ایسی کڑی کی حیثیّت رکھتا ہے۔ جس نے دونوں پہلوؤں کو مضبوطی سے تھام رکھا ہے۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حجتہ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا۔

ان الزمان قد استدار کھیئتہ یوم	ابتدا میں خُدا نے جب آسمان و زمین کو پیدا کیا تھا زمانہ
خلق اللہ السمٰوٰت والارض	پھر پھرا کے آج پھر اسی نُقطہ پر آگیا ہے۔

یعنی اس نقطۂ عظیم پر جہاں حیاتِ انسانی کا ایک دَور ختم ہُوا۔ وہاں ایک ایسے نئے دَور کا آغاز بھی ہُوا۔ جو خُدا کے پسندیدہ دینِ اسلام کی تکمیل اور انعاماتِ خداوندی کے اتمام کی بُنیادوں پر قائم اور حیاتِ انسانی کے اختتام سے ملا ہُوا ہے۔

جیسا کہ قرآنِ حکیم ہمیں بتلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانی ہدایت کا سوتا اَزل سے جاری تھا، اور خدا کے برگزیدہ نبی وقتاً فوقتاً دُنیا میں آکر لوگوں کو صراطِ مستقیم کی طرف بُلاتے رہے۔ مگر اس ہدایت کی آخری اور اکمل صُورت ابھی باقی تھی۔

جس کی تکمیل خدا کے آخری نبیؐ کے لائے ہوئے دینِ اسلام کے ظہور سے وابستہ تھی۔

اسلام ادیانِ عالم میں پہلا مذہب ہے جس نے نہ صرف حیاتِ ابدی کا فلسفہ بتلایا بلکہ قیامِ حق کیلئے جان دینے کا جذبہ بھی عطا کیا اور پھر اس کو اتنی اہمیّت بخشی کہ تمام فرائض اسلامی پر اسے فوقیّت دیدی کیونکہ اگر کلمۂ حق سربلند نہیں تو مسلمانوں کا وجودِ مِلّی بھی سربلند نہیں۔

بہرکیف زیرِ نظر تالیف میں انہی سربلندیوں کی عملی تشریح پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یعنی یہ کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے تربیّت یافتہ اصحابؓ نے ہر دل میں اسلام کی حقّانیت راسخ کرنے کیلئے کس جذبۂ عشق سے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے، اور کس طرح شمعِ رسالتؐ پر قربان ہو کر اسلام کی عظمتوں کے لئے راہ ہموار کر گئے۔

یہ ایک قدرتی امر ہے، کہ جب کوئی مسلمان کتابوں میں قرنِ اوّل کے مسلمانوں کے جوشِ ایمانی اور شوقِ شہادت کا تذکرہ پڑھتا ہے۔ تو ایسے مقدس نفوس کے حالاتِ زندگی جاننے کیلئے بے چین ہو جاتا ہے۔ جن کے کارہائے نمایاں نہ صرف تاریخِ اسلام کی زینت بنے بلکہ تاریخِ عالم میں بھی سُنہری الفاظ میں لکھے گئے۔

چنانچہ کچھ ایسی ہی قلبی کیفیّت کے تحت جب میں نے اُن بزرگوں کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے ایک کتاب کی ترتیب و تدوین کا ارادہ کیا۔ تو بلاشُبہ اس ارادہ کو عملی شکل دینے کیلئے مؤلّف رحمۃ للعالمینؐ کی تحقیقی عرق ریزی نے بُنیادیں مہیّا کیں۔ جناب قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری نے شہدائے عہدِ نبویؐ کی فہرست مرتّب فرما کر ہم ایسے لوگوں کو یہ تحریک بخشی کہ ان کے اس تحقیقی کام کا سلسلہ دراز کیا جائے، اور ان تمام نقوش کو حالات و واقعات کی روشنی میں اسطرح اجاگر کیا جائے کہ پڑھنے والے اس سے کماحقّہٗ مستفید ہو سکیں۔

اس ضمن میں احقر نے جب سلسلۂ سخن دراز کرنے کی کوشش کی۔ تو معلوم ہُوا کہ یہ کام اتنا

آسان نہیں تھا۔ جتنا کہ نظر آتا تھا۔ سب سے کٹھن کام شہدائے عہدِ نبویؐ کے حالاتِ زندگی کی تلاش و جستجو تھا۔ کیونکہ ایسے تذکرے جو ان حالات سے بحث کرتے ہیں نہ صرف کمیاب تھے بلکہ نایاب بھی۔ سیر الصحابہؓ جو کافی حد تک صحابہؓ کے مستند حالات پر حاوی اور متعدد جلدوں پر مشتمل ہے، مکمل طور پر حاصل نہ ہو سکی۔ تاہم کافی تگ و دو کے بعد جو تذکرے بھی دستیاب ہو سکے۔ ان کا ملخص اس تالیف میں پیش کر دیا گیا ہے۔ بایں ہمہ مجھے اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ اس موضوع کی مستند و معروف کتابوں سے استفادہ کرنے کے باوجود تمام شہدائے عہدِ نبویؐ کے حالات تفصیلی طور پر نہ مل سکے اور دورانِ ترتیب ایسی صورتِ حال بھی پیش آئی کہ بعض شہداء کے اسمائے مبارکہ تک معلوم نہ ہو سکے۔ بہرحال جو کچھ بھی "تلاش و جستجو کے بعد مل سکا حاضر ہے۔

"گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف"

یہاں اس بات کا ذکر کرنا ضروری معلوم دیتا ہے۔ کہ مؤلف رحمۃ للعالمینؐ کی تحقیق کے مطابق عہدِ نبویؐ کے غزوات و سرایا میں ۲۵۹ صحابہؓ شہید ہوئے۔ ان میں سے (مکّی دَور کے شہداء کے علاوہ) تقریباً ۲۰۵ شہداء کا ذکر اس تالیف میں کیا گیا ہے۔ باقی شہداء کے اسمائے مبارکہ سے متعلق تمام تذکرے خاموش ہیں۔ اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ ایسے بزرگ جو قبولِ اسلام کے ساتھ ہی کسی غزوہ یا سریہ میں شریک ہو کر شہید ہو گئے۔ ان کی تعداد تاریخوں میں تو محفوظ رہی۔ مگر ان کے دیگر کوائف محفوظ نہ رہ سکے۔ بہرکیف اس کی وجہ کوئی بھی ہو۔ ہمیں اپنے قابلِ عزّت مؤرخین و محدثین کی علمی اور تحقیقی کاوشوں کا شکر گزار ہونا چاہیئے کہ وہ اس قدر مستند تاریخی سرمایہ ہمارے لئے مہیّا کر کے ہمیں "آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم" کا احساس دلا گئے اور ہمیں اس قابل کر گئے کہ عہدِ رفتہ کی عظمتوں

سے رشتہ جوڑ کر ہم بھی اپنا سر فخر سے بلند کر سکیں۔

مزید برآں ہم اگر شہدائے عہدِ نبویؐ کی اس تعداد کے پیشِ نظر اس بات کا اندازہ لگائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو قیام مدینہ کے دوران سریہ سیف البحر[1] سے لے کر سریہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئے یمن[2] تک کم و بیش بہتر[72] دفعہ[3] بالفاظ دیگر ہر سال میں اوسطاً آٹھ یعنی ہر ڈیڑھ ماہ میں ایک بار دشمنانِ دین کی مہلک سازشوں اور فوجی کارروائیوں کا سدِّ باب کرنا پڑا۔ جن میں فی معرکہ اوسطاً تین[3] اور چار[4] کے درمیان مسلمان شہید ہوئے۔ تو یہ حقیقت مزید کسی تشریح کی محتاج نہیں رہتی۔ کہ رحمۃ للعالمینؐ نے اپنی پیغمبرانہ فراست و قیادت سے کم از کم جانوں کے ضیاع سے اتنی کثیر جارحانہ کارروائیوں کا نہ صرف قلع قمع کیا۔ بلکہ بتائیدِ ایزدی ہر دل میں نقشِ توحید بٹھانے کے ساتھ ساتھ اسلام کو ایک غالب قوّت کی حیثیت سے عملاً عرب پر حاوی بھی فرما دیا۔ (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم)

گذشتہ سطور میں عرض کیا جا چکا ہے۔ کہ شہدائے عہدِ نبویؐ کا ذکر در اصل اس مقدّس دَور کا ذکر ہے۔ جس میں "اسلام" اپنی اسی حقیقی اعتقادی اور عملی شکل میں موجود تھا۔ جو قرآن حکیم نے اس کے لئے متعیّن فرمائی تھی۔ چنانچہ جب شارح اعظم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متبّعین اپنے قول و عمل سے اسلام کی حقّانیت کے شاہد بن کر چمکے، تو یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح

---

[1] رمضان المبارک سنہ ۱ھ [2] رمضان المبارک سنہ ۱۰ھ

[3] ستائیس[27] غزوات اور پینتالیس[45] سرایا۔

واضح ہوگئی۔ کہ اس مقدّس دَور میں جو کچھ اور جیسے کیسے بھی عمل میں آیا وہ عین کتاب و سُنّت کے مطابق تھا۔ سو ضروری تھا۔ کہ راہِ حق کے جانثاروں کا مبارک ذکر کرکے اس دَور کے مسلمانوں کے یقین و ایمان کی پختگی کا نقش ہر مومن دل میں راسخ کیا جائے۔ کیونکہ ایسا کرنا ہر دَور کی طرح اس دَور کی بھی اہم ترین ضروریات میں سے تھا۔

اس کتاب کے مطالعہ سے قارئین کرام انشاء اللہ محسوس کریں گے کہ اگر خدائے واحد، اس کے پیغام اور پیغام لانے والے کی صداقت و دیانت پر ایک ایسا یقین پیدا ہو جائے۔ جس میں شک کا کوئی کانٹا نہ چُبھ سکے۔ تو آج بھی ہمارے لئے سعادتوں کے وہی دروازے کُھل سکتے ہیں۔ جو ہمارے ان بزرگوں پر کھلے۔ تاریخ گواہ ہے، کہ جب تک وہ زندہ رہے عظمتوں کے پہاڑ بن کر زندہ رہے، اور جب دُنیا سے رُخصت ہوئے۔ تو اس طرح کہ ہر دل میں اپنی مقدّس یادوں کی ایسی شمع روشن کر گئے۔ جس نے آنے والی نسلوں کی جادۂ حق کی طرف رہنمائی کی اور منزلوں کا پتہ بتلایا۔

آخر میں ترتیبِ کتاب کے متعلق التماس ہے۔ کہ چونکہ اس تالیف کا تعلق صرف شُہدائے عہدِ نبویؐ سے ہے۔ اس لئے یہاں انہی غزوات و سرایا کا ذکر کیا گیا ہے۔ جن میں کوئی نہ کوئی مسلمان شہید ہُوا یا ایسے معرکوں کا جن کو کسی خونریز معرکہ کے وقوع میں بُنیادی حیثیّت حاصل ہے۔ اسی طرح جاہلی عربوں کے حالات، ظہورِ قُدسی، آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بعثت۔ تبلیغِ اسلام پر مشرکینِ عرب کی برہمی و مخالفت، مکّی دَور کے شہداء اور دیگر صحابہؓ

کے مصائب و شدائد کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ تاکہ آنحضرت صلعم کی ہجرت کے وجوہ اور مدنی زندگی کے دسؔ سالوں پر مشتمل دورِ سعادت کی کڑی آزمائشوں کا پسِ منظر سمجھنے میں آسانی رہے۔ بہرحال قارئین کرام سے گذارش ہے۔ کہ وہ اگر اپنے موضوع کے لحاظ سے اس منفرد تالیف کا مطالعہ کرتے وقت کوئی غلطی یا کمی محسوس کریں۔ تو اس پر گرفت کرنے کی بجائے مؤلّف کے حق میں دُعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمتِ بیکراں سے مؤلّف کی ان غلطیوں اور کوتاہیوں کو معاف فرمائے، اور اُس سلسلۂ تالیف کی تکمیل کی توفیق بخشے، جس کی ابتدا "حیاتِ رسالت مآبؐ" سے ہوئی اور جس کی دوسری کڑی "شہدائے عہدِ نبویؐ" کے عنوان سے پیش کی جا رہی ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ط

اَلْعَاصِیْ

محمّد شریف

۷۔ اے کوہِ نُور شوگر ملز کالونی بھوہرآباد

(۱۳ مارچ ۱۹۷۳ء)

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ یُّقۡتَلُ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ

اَمۡوَاتٌ ؕ بَلۡ اَحۡیَآءٌ وَّلٰکِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ ۝

(سُوۡرَۃُ الۡبَقَرَۃِ آیت ۱۵۴)

جو لوگ اللہ تعالےٰ کے راہ میں شہید ہوں۔ اُن کو مردہ مت کہو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں۔ لیکن اُن کی زندگی کی کیفیّت تمہاری سمجھ سے بالاتر ہے۔

دُنیا میں ہر چیز مر جاتی ہے۔ کہ فانی ہے۔ مگر خونِ شہادت کے اُن قطروں کے لیے جو اپنے اندر حیاتِ الٰہیہ کی رُوح رکھتے ہیں۔ کبھی بھی فنا نہیں۔

کُشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

۱۹۳۸ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

باب اوّل

عربوں کے دورِ جاہلیّت

اور

ظہورِ قدسی

کا

اجمالی ذِکر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۙ

(سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ - ایت ۲)

وہی تو ہے، جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے (محمدؐ کو) پیغمبر (بنا کر) بھیجا۔ جو اُن کے سامنے اُس کی آیتیں پڑھتے اور اُن کو پاک کرتے اور (خدا کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں۔ اور اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عربوں کا دورِ جاہلیت: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت سے پہلے بھی گرچہ اہلِ عرب پر سورج طلوع ہوتا، رات کو آسمان پر تارے ٹمٹماتے اور چاند چمکتا تھا، تاہم اہلِ عرب عقائد و اعمال کی تاریکیوں میں گم ہو کر صحرائے عرب کی وسعتوں میں کچھ اس طرح کھو گئے تھے، کہ اُن کے لئے رات کے اندھیروں اور دن کے اُجالوں میں کوئی فرق نہیں رہ گیا تھا۔ اُن کی زندگی بدکاری، شراب نوشی، قمار بازی اور اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بتوں کی پرستش سے عبارت تھی۔ وہ ذہنی و اخلاقی پستی کی اس حد تک پہنچ گئے تھے۔ جہاں کاروبارِ حیات کی انجام دہی کے لئے اوہام، باطل خیالات اور بتوں کی امداد و استعانت پر ہی بھروسہ رہ جاتا ہے۔ توحید پرستی اور خداشناسی کا وہ جوہر جس پر کعبۃ اللہ کی مقدس بنیادیں اُٹھائی گئی تھیں، اُن کے لئے ایک قصۂ پارینہ بن گیا تھا اور اب اُس کی جگہ، اُن کے نسب و روز میں بتوں کی پرستش، ازلام کے تیروں سے استخارہ کرنے اور جانوروں کی آوازوں سے نیک و بدشگون لینے کا باطل عقیدہ کام کر رہا تھا۔ الغرض اہلِ عرب کی زندگی باطل و پست خیالات کا ایک ایسا مجموعہ بن گئی تھی۔ جس میں اعمال کو حسن بخشنے والا کوئی عقیدہ، تعمیرِ حیات کا کوئی ولولہ اور زندگی کی خوابیدہ قوتوں کو بیدار کرنے والی کوئی فکر زندہ نہ رہی تھی۔

جاہلی عرب طبعاً فتنہ پرور، جنگجو، منتقم المزاج اور باغی و سرکش تھے۔ ان عادات نے اُن کی پوری جمعیت کو مختلف قبائل میں تقسیم کر رکھا تھا۔ اور یہ تقسیم محض گروہ بندی یا استحصالِ

مال و زر تک ہی محدود نہ تھی۔ بلکہ قبائلی رقابتوں اور گروہی آویزشوں کی اس حد تک جا پہنچی تھی۔ جہاں سے باہمی جنگ و جدال اور قتل و غارت گری کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ وہ بات بات پر بگڑ جاتے اور پھر برسوں آپس میں اُلجھے رہتے۔ انسانی خون کی اُن کے ہاں کوئی قدر و قیمت نہ تھی۔ وہ جب تک اپنے مخالف کو تہس نہس کر کے اپنے انتقام کی پیاس نہ بجھا لیتے تلوار کو کبھی میان میں نہ ڈالتے۔

جاہلی عرب اپنی قبائلی عصبیت کو اس قدر عزیز رکھتے تھے۔ کہ حد درجہ مشرک و بت پرست ہونے کے باوجود کسی دوسرے قبیلہ کا بت پوجنا تک گوارا نہ کرتے تھے۔ ہر قبیلہ اپنا علیحدہ بت رکھتا، اور اُس کی پرستش و عبادت میں تن من دھن کے ساتھ منہمک ہوتا تھا۔ عرب قبائل اپنی انہی خصوصیات کو زندہ رکھنے کے لئے اپنے طور طریقوں نام و نسب، حتّٰی کہ زبان و بیان تک کی کسی دوسرے قبیلہ سے آمیزش نہ ہونے دیتے۔

شاعری جاہلی عربوں کی رگ و پے میں سمائی ہوئی تھی۔ وہ اپنی گروہی و قبائلی عصبیت کے استحکام کے لئے اپنے اشعار سے اُس کے گرد حصار کھینچ دیتے۔ تاکہ کوئی اس حصار کے اندر داخل نہ ہو سکے۔ ہر قبیلہ اپنے شاعر پر بے انتہا فخر کرتا اور اپنی بزرگی جتانے کے لئے اپنے شاعر کا حوالہ دیتا۔ اسی فخر کی برقراری کے پیشِ نظر عربوں میں شاعری کے مقابلے ہوتے۔ سال میں ایک بار عکاظ میں میلہ لگتا۔ عربی شعراء اور دیگر فنون کے لوگ وہاں اکٹھے ہوتے۔ شعراء قصائد پڑھتے اور حاضرین سے داد لیتے۔ جو قصیدہ اس اجتماع میں متفقہ طور پر بہترین قرار پاتا، اُسے لکھ کر کعبہ کی دیوار کے ساتھ بطور سند لٹکا دیا جاتا۔

عرب تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ اہلِ عرب ابتداء سے ہی ایسے نہ تھے۔ کہ اُن کے ہر دور کو دورِ جاہلیت کے نام سے منسوب کیا جا سکے۔ مورخین کے نزدیک شروع میں اہلِ

عرب توحید پرست تھے۔ وہ ایک زمانہ تک کعبۃ اللہ کو، جس کی بنیادیں حضرت ابراہیمؑ اور اُن کے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ نے اُٹھائی تھیں، خدا کا مقدس و محترم گھر سمجھ کر اُس کے گرد طواف کر کے سنّتِ ابراہیمیؑ پر عمل کرتے رہے۔ مگر پھر رفتہ رفتہ اُن کی توحید پرستی مبدّل بہ بُت پرستی ہوتی گئی، اور اہلِ عرب دینِ ابراہیمیؑ سے دُور ہٹتے چلے گئے۔ اس ضمن میں یہاں عمرو بن لحی جیسے ناپاک شخص کا ذکر بڑا ضروری ہے۔ جس نے اپنے دورِ تولیتِ کعبہ میں بُت پرستی کی ابتدا کی اور اہلِ عرب کو حضرت ابراہیمؑ کی سچی تعلیم سے ہٹا کر شرک و بُت پرستی کی راہ پر ڈال دیا۔
حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اکثمؓ بن جون خزاعی سے فرمایا:۔

یا أکثم رأیت عمرو بن لحی بن قمعة بن خندف یجر قصبه فی النار فما رأیت رجلاً أشبه برجل منك به ولا بك منه۔	اے اکثم، مَیں نے عمرو بن لحی بن قمعہ بن خندف کو دیکھا۔ کہ وہ اپنی آنتیں آگ میں کھینچے لئے جا رہا ہے، اور مَیں نے تم سے زیادہ کسی شخص کو اس سے مشابہ نہیں دیکھا اور نہ ایسے کسی شخص کو مَیں نے دیکھا۔ کہ اس سے زیادہ تم سے مشابہ ہو۔

حضرت اکثمؓ نے عرض کی "یا رسول اللہ! اُس کی مشابہت شاید مجھے نقصان پہنچائے"
آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا:۔

لا، إنك مؤمن وهو کافر، إنه کان أول من غیر دین إسمٰعیل فنصب الأوثان وبحر البحیرة وسیب السائبة ووصل الوصیلة وحمی الحامی۔	نہیں تم ایماندار ہو، اور وہ کافر تھا، وہ پہلا شخص تھا جس نے اسمٰعیلی دین کو بدل دیا۔ اور مُورتیاں نصب کیں، پھر بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حامی کے طریقے رائج کئے۔

ابنِ ہشام کے بیان کے مطابق عمرو بن لحی اپنے کسی کاروبار کے سلسلہ میں مکہ سے شام کی طرف گیا۔ جب وہ سرزمین بلقار کے مقام مآب میں پہنچا، جہاں اُن دنوں عمالیق رہا کرتے تھے۔ تو اُس نے دیکھا کہ وہ لوگ بتوں کی پُوجا کرتے ہیں۔ اس نے اس پرستش کا سبب پوچھا۔ لوگوں نے اُسے بتایا۔ کہ اِن بتوں کو اس لئے پُوجتے ہیں۔ کہ یہ ہمارے لئے بارش برساتے اور ہماری ہر قسم کی امداد و اعانت کرتے ہیں۔ عمرو بن لحی نے اُن سے کہا، کیا تم ان میں سے کوئی بُت مجھے نہ دو گے؟ میں اسے سرزمین عرب کی طرف لے جاؤں گا۔ تاکہ وہاں کے لوگ بھی اس کی پُوجا کریں۔ چنانچہ انہوں نے اِسے ایک بُت دیا۔ جسے ہُبل کہا جاتا تھا۔ عمرو بن لحی اسے مکہ لے آیا، اور اسے ایک جگہ نصب کر کے لوگوں کو اس کی عبادت و تعظیم کا حکم دیا ــــــ اور پھر اسی حالت میں کئی پشتیں گزر گئیں۔ عرب جس توحید پر قائم تھے۔ اُسے اُنہوں نے بُھلا دیا، اور دینِ ابراہیمیؑ کو بدل کر دُوسرا دین اختیار کر لیا۔ جس میں بتوں کی پرستش کو اوّلیتِ حاصل تھی۔ وہ حج کے دنوں میں حسب معمول آتے، مناسکِ حج ادا کرتے۔ مگر اب اُنہوں نے مناسکِ حج میں ایسی باتیں بھی داخل کر لی تھیں۔ جو اس سے پہلے نہ تھیں۔ اُنہوں نے تلبیہ حج کو اس طرح پڑھنا شروع کر دیا:۔

لبیک اللھم لبیک،	ہم تیرے سامنے حاضر ہیں، اے اللہ ہم تیرے سامنے
لبیک لا شریک لک	حاضر ہیں، ہم تیرے سامنے حاضر ہیں، تیرا کوئی شریک
الا شریک ھو لک	نہیں، بجز ایک شریک کے، کہ وہ تیرا ہی ہے، تُو اس
تملکہ وما ملک ۔	کا مالک ہے اور وہ تیرا مالک نہیں۔

اس ضمن میں ارشادِ الٰہی ہُوا:۔

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ	اور ان میں سے اکثر کا حال یہ ہے کہ اللہ پر ایمان لاتے

بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ۔ ہیں ۔ تو اس حال میں لاتے ہیں، کہ اس کے ساتھ

(سُوْرَۃُ یُوْسُفَ ۔ آیت ۱۰۶) شریک بھی ٹھہرائے جاتے ہیں ۔

لطفِ خداوندی الغرض اہلِ عرب فکر و عمل کی ایسی ہی تاریکیوں میں بھٹک رہے تھے ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتِ کاملہ سے اُن میں اُنہی میں سے ایک پیغمبر مبعوث فرما کر فضائے عرب پر محیط تاریکی میں دن کا اُجالا کر دیا ۔ ایسا اُجالا جس میں عربوں نے بحیثیت اشرف المخلوقات کے پہلی بار اپنے آپ کو پہچانا، اور اس نیرِ اعظم کے طلوع کے ساتھ ہی یہ دور ایک ہی جست لگا کر اُس زمانہ سے ملحق ہو گیا جس میں کبھی سیدنا حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کو سرزمین مکہ میں آ کر بسایا، قربانی کی اور پھر کعبۃ اللہ کی دیواریں اُٹھائیں اور بحکم تعالیٰ نوعِ بشری کو اس مقدس و محترم گھر کے طواف و زیارت کا ابدی پیغام پہنچایا تھا چنانچہ اس ظہورِ قدسی کے ساتھ ہی اہلِ عرب کی صدیوں پر مشتمل شرک و بت پرستی سمٹ کر نقطۂ توحید کی بیکرانیوں اور وسعتوں میں ہمیشہ کے لئے ضم ہو گئی اور عربوں کا دورِ جاہلیت نہ صرف دورِ علم و دانش میں تبدیل ہو گیا ۔ بلکہ اس خرابہ سے ایک ایسی عظیم الشان قوم اُبھری جو ارشادِ خداوندی کے مطابق

اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ۔ کفار کے حق میں سخت اور آپس میں رحم دل (تھی) (پارہ ۲۶ آیت ۲۹)

اور جسے اللہ تعالیٰ نے اُمتِ وسطیٰ کے خلعت سے سرفراز فرما کر تمام اقوامِ عالم کے لئے ایک نمونۂ عمل بنا دیا تھا (لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۱۴۳/۲) اور جس کی نور (عظمت و شان) مثالیں قرآن حکیم کے نزول سے پہلے کی آسمانی کتب میں مرقوم و موجود تھیں ۔ (ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ ۲۹/۲۶) اور جو احکام

خُداوندی کے سامنے سرِ تسلیم خم کر کے مالک الملک کی خوشنودی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی تھی (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ط)

قبیلہ قریش کی اہمیت بہرحال تمام مورّخین اس حقیقت کے معترف ہیں۔ کہ اہلِ عرب عبادت و پرستش کے لئے علیحدہ علیحدہ بُت تراشنے کے باوجود کعبہ کو اللہ کا گھر مانتے اور دینِ ابراہیمیؑ کی تابعداری میں سال میں ایک بار حج کے لئے مکّہ میں جمع ہوا کرتے تھے۔ اس اجتماع نے اگرچہ اپنے تقدّس و احترام کے برعکس ایک ٹھاٹھدار میلے کی شکل اختیار کر لی تھی جس میں ہر قسم کی بُرائی اور بےحیائی کو روا رکھا جاتا تھا۔ تاہم اہلِ عرب اس اجتماع میں شرکت کو اپنا مذہبی فریضہ خیال کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ قبیلہ قریش، جو قصّیٰ بن کلاب کے زمانہ سے کعبہ کا متولّی تھا، اہلِ عرب کے نزدیک سب سے زیادہ قدر و منزلت کا حامل تھا۔ خُدا کے پڑوسی اور خانہ خدا کے متولّی ہونے کی وجہ سے تمام قبائل قریش کو نگاہِ عزّت و احترام سے دیکھتے تھے۔

قریش خود ایک بڑا قبیلہ تھا۔ اور اگرچہ اُمورِ کعبہ کی انجام دہی اس قبیلہ کی مشترکہ ذمّہ داری تھی۔ تاہم قریش نے ان اُمور کو دس مناصب یعنی حجابہ، اقادہ، سقایہ، مشورہ، دیات و مغارم، عقاب، قبّہ، سفارت و منافرت، ازلام والسیار اور اموال پر تقسیم کر رکھا تھا۔ ان مناصب کا انتظام و انصرام قریش کی دسؔ ذیلی شاخوں کے سپرد تھا۔ اِن میں سقایہ اور افادہ جیسی اہم ذمّہ داری عبدِ مناف کے بعد اُن کے نامور بیٹے جنابِ ہاشم کے حصّہ میں آئی۔ جنابِ ہاشم، جن کی اولاد تاریخ میں "ہاشمی" کہلائی۔ اور جس سے نقشِ نبوّت اُبھرا۔ قریش میں سب سے زیادہ معزّز و محترم تھے۔ قریش کا بنیادی پیشہ اگرچہ تجارت تھا، مگر اس میں کوئی نظم و ضبط نہ تھا۔ جنابِ ہاشم نے اپنے دورِ اقتدار

میں اپنی بلند شخصیت اور حُسنِ تدبیر سے قیصرِ رُوم اور شاہِ حبش سے آزادانہ تجارت کے فرمان حاصل کرکے جاڑوں میں یمن اور گرمیوں میں شام اور ایشیائے کوچک تک تجارتی قافلے بھیجنے کا اہتمام کیا۔ جنابِ ہاشم کے زمانۂ امارت سے پہلے عرب کے راستے محفوظ نہ تھے۔ آپ نے مختلف قبائل کا دورہ کرکے اُن سے معاہدات کئے۔ کہ وُہ قریش کے قافلہ ہائے تجارت کو ضرر نہ پہنچائیں گے جس کے صلے میں یہ تجارتی قافلے اِن قبائل کی ضرورت کی اشیاء لے کر خُود اُن کے پاس جائیں گے اور خرید و فروخت کریں گے۔ اور یہ جنابِ ہاشم کی انتظامی خوبیوں کی وجہ سے تھا۔ کہ عرب میں عام لُوٹ مار کے باوجُود قریش کے کاروانِ تجارت ہمیشہ محفوظ رہتے تھے۔

عبدالمطّلب کے کارہائے نمایاں جنابِ ہاشم کے بعد اُن کے عظیم بیٹے عبدالمطّلب نے اپنے باپ کی طرح بڑی عزّت و منزلت پائی۔ آپ کے زمانۂ اقتدار کے چند نہایت اہم واقعات تاریخِ عرب کا قابلِ قدر سرمایہ ہیں۔ آپ کا پہلا کارنامہ چاہِ زمزم کا پتہ لگا کر اُسے کھدوانا اور نئے سرے سے دُرست کرنا ہے۔ دُوسرا کارنامہ ابرہہ کے کیمپ میں جا کر اپنے اُونٹوں کی رہائی کا مطالبہ اور ابرہہ کے انہدامِ کعبہ سے متعلق ناپاک ارادے کا حال جان کر کعبہ کے مالک کی بے پناہ طاقت پر لازوال یقین کا اظہار ہے۔

مؤرّخینِ اسلام کی تصریح کے مطابق یمن کے عیسائی حاکم ابرہہ نے، جو کعبہ کی عزّت و تکریم سے جل کر کعبہ کو منہدم کرنے کی غرض سے ایک لشکرِ جرّار کے ساتھ مکّہ کے قُرب و جوار میں پہنچ گیا تھا، اپنی آمد کی خبر کرنے کے لئے اہلِ مکّہ کے جانور پکڑ لئے۔ ان جانوروں میں حضرت عبدالمطّلب کے دو سَو اُونٹ بھی تھے۔ آپ چونکہ ان دنوں قریش کے سردار اور کعبہ کے متولّی تھے۔ اس لئے جانوروں کی رہائی اور ابرہہ کے ارادہ کا حال جاننے کے لئے

چند رؤسائے قریش کو ہمراہ لے کر ابرہہ کے پاس گئے۔ اُس نے حضرت عبدالمطّلب کی بڑی عزّت کی اور اپنے پاس بٹھایا۔ دورانِ گفتگو حضرت عبدالمطّلب نے اپنے اونٹوں کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ ابرہہ نے آپ کے اس مطالبہ پر بڑا تعجّب کیا۔ وہ سمجھتا تھا۔ کہ کعبہ کا متولّی کعبہ کو بچانے کے متعلق گفتگو کرے گا۔ مگر جب عبدالمطّلب نے صرف اپنے اونٹوں کی رہائی کا ذکر کیا۔ تو اُس نے حیرت سے پوچھا۔ کہ آپ نے اونٹوں کی واپسی کے لئے گفتگو تو کی۔ مگر خانۂ خدا کے متعلّق کلام نہیں کیا جس کو گرانے کی نیّت سے میں یہاں تک آیا ہوں۔ حضرت عبدالمطّلب نے بڑی لاپرواہی سے جواب دیتے ہوئے کہا "اونٹ میری ملکیّت ہیں۔ اس لئے مَیں ان کی رہائی کے لئے چلا آیا۔ کعبہ کا مالک خدا ہے۔ جو اپنے گھر کو بچانے کی پوری طاقت رکھتا ہے"۔ اس کے بعد آپ اپنے اونٹوں کو رہا کرا کے واپس مکّہ چلے آئے۔ یہاں پہنچ کر آپ نے اہلِ مکّہ کو مکّہ خالی کرنے کا حکم دیا۔ نیز یہ بھی کہا۔ کہ تمام اونٹ خانہ کعبہ کی نذر کر دئے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور اہلِ مکّہ کعبہ کو خدا کی حفاظت میں چھوڑ کر خود پہاڑوں میں چھپ گئے۔ ابرہہ کو جب اہلِ مکّہ کا حال معلوم ہوا۔ تو اُس نے اپنے ناپاک ارادہ کی تکمیل کے لئے اپنی فوج اور ہاتھیوں کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ اس مہم میں جو ذلّت و شکست ابرہہ کے حصّے میں آئی۔ وہ تاریخِ عالم کا ایک نہایت عبرت انگیز باب ہے۔ ابرہہ کے لشکریوں اور ہاتھیوں پر جو تباہی نازل ہوئی۔ اس کے متعلق قرآنِ حکیم کا ارشاد ہے۔ کہ

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ	کیا آپ نے نہیں دیکھا، کہ آپ کے ربّ نے ہاتھی
الْفِيْلِ ۞ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِىْ	والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ کیا اُن کے فریب
تَضْلِيْلٍ ۙ۞ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا	کو باطل نہیں کیا؟ اور اُن پر ابابیل پرندوں کو
اَبَابِيْلَ ۙ۞ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ	بھیجا جنہوں نے اُن پر کھنگر کی پتھریاں برسائیں

مِّنۡ سِجِّیۡلٍ ۝ فَجَعَلَهُمۡ كَعَصۡفٍ   پس اُن کو کھائے ہوئے بھوسے کی مانند

مَّاۡكُوۡلٍ ۝ (سورۃ الفیل ع۱ پارہ ع۳۰)   بنا دیا۔

بہر حال خانہ کعبہ اور مکہ معظمہ کا اس تباہی سے محفوظ رہنا اہلِ عرب کے نزدیک عبدالمطلب کے دورِ اقتدار کا ایک سُنہری باب ہے۔

حضرت عبدالمطلب کا تیسرا عظیم کارنامہ اس منّت کو پُورا کرنا ہے۔ جو آپ نے چاہِ زمزم کی کھدائی کے وقت ربّ کعبہ سے مانی تھی۔ اس کی تفصیل میں مؤرخین نے لکھا ہے۔ کہ جب حضرت عبدالمطلب نے چاہ زمزم کھودنے کا ارادہ کیا۔ تو قریش سے اس کام کی تکمیل کے لئے امداد چاہی۔ مگر قریش نے نہ صرف یہ کہ اس کام میں آپ کا ہاتھ بٹانے سے انکار کیا۔ بلکہ آپ کے اس عزم کی بھی شدید مخالفت کی لیکن آپ نے قریش کی مخالفت کی پرواہ کئے بغیر اپنے بڑے بیٹے حارث کی مدد سے چاہ زمزم کی کھدائی شروع کر دی۔ اس وقت حارث کے کے علاوہ آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ چنانچہ آپ نے دست و بازو کی اس کمزوری کا احساس کرتے ہوئے ربّ کعبہ سے منّت مانی۔ کہ اگر ان کے ہاں دس بیٹے تولّد ہوں۔ تو وہ ایک بیٹا راہِ خدا میں قربان کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے عبدالمطلب کی اِس خواہش کو پورا فرما دیا۔ مگر آپ اپنی منّت کو پُورا کرنا بھول گئے۔ ایک روز جبکہ آپ خانہ کعبہ کے سامنے سوئے ہے تھے۔ خواب میں دیکھا کہ ایک شخص آپ سے مخاطب ہو کر کہہ رہا ہے:۔

"اے عبدالمطلب! اُس نذر کو پُورا کیجیے۔ جو آپ نے اس گھر کے مالک کے لئے مانی تھی۔"

چنانچہ آپ نے بیدار ہوتے ہی سب بیٹوں کو جمع کیا۔ اور اُنہیں اپنے خواب کی خبر دی۔ سب بھائیوں نے مانی ہوئی منّت کو پُورا کرنے پر اپنی رضامندی ظاہر کی۔ عبدالمطلب نے سب بیٹوں کے نام پر قرعہ ڈالا۔ اتفاق سے عبداللہ کا نام نکلا۔ عبداللہ نے باپ کی

خوشنودی اور مرضاتِ الٰہی کے لئے قربان ہونا منظور کر لیا۔ لیکن ابو طالب نے اپنے عزیز بھائی کے بچاؤ کے لئے مزاحمت کی۔ اور عبداللہ کے ننھیال بھی اس مزاحمت میں شریک ہو گئے۔ آخر فیصلہ ہوا۔ کہ ایک مشہور کاہنہ جو کچھ کہہ دے۔ اُس کے مطابق عمل کیا جائے کاہنہ نے مشورہ دیا۔ کہ قرعہ اُونٹوں پر ڈالنا چاہیئے۔ اور جب عبداللہ کو چھوڑ کر قرعہ اُونٹوں کا نکل آئے۔ تو اتنے اُونٹ عبداللہ کے بدلے میں قربان کر دینے چاہئیں۔

قرعہ کا آغاز دس۱۰ اُونٹوں سے کیا گیا۔ پھر اُونٹوں کی تعداد میں دس۱۰ دس۱۰ کا اضافہ کرتے چلے گئے۔ مگر ہر بار قرعہ عبداللہ کے نام ہی نکلتا رہا۔ آخر جب سَو۱۰۰ اُونٹوں پر قرعہ ڈالا گیا۔ تو قرعہ اُونٹوں کا نکل آیا چنانچہ عبدالمطلب نے اپنے بیٹے کے فدیہ اور منّت کے بدلے میں سَو۱۰۰ اُونٹ قربان کر دئے۔ اِس منّت میں جو عظیم راز پوشیدہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ عبدالمطلب نے یہ منّت خالص خدائے پاک کے لئے مانی تھی۔ کسی دیوتا یا بُت کے لئے نہیں ممکن ہے، کہ سردار عبدالمطلب کے دل میں حضرت ابراہیمؑ کے اتباع کا شوق پیدا ہوا ہو۔ بہرحال اس واقعہ سے انسانی دیت کی مقدار عام طور پر سَو۱۰۰ اُونٹ ہو گی جبکہ اس سے پہلے انسانی خون بہا کے لئے دس۱۰ اُونٹ مقرر تھے۔ گویا عبدالمطلب کے خلوص اور عبداللہ کی اطاعتِ پدری اور مرضاتِ الٰہی کے پاس کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ سارے ملک میں انسان کی قدر و قیمت بڑھ گئی۔ ایک مؤرخ کے لفظوں میں

"بلاشک جس گرامی سردار کے فرزند کو رحمۃ للعالمینؐ بننا تھا۔ اُس کے آباء کرام کا بھی بنی نوعِ انسان کے لئے ایسا ہی محسن ہونا ضروری تھا"

حضرت عبداللہ کی شادی بہرکیف عبداللہ جب قربانی سے بچ گئے۔ تو آپ کے والد عبدالمطلب کو ان کی شادی کی فکر ہوئی۔ قبیلہ بنو زہرہ کے سردار وہب بن عبد مناف کی صاحبزادی

آمنہ، جو اُس وقت اپنے چچا وہیب کے پاس رہتی تھیں، قریش کی تمام عورتوں میں ممتاز تھیں۔ عبدالمطلب نے وہیب کو اپنے فرزند عبداللہ کی شادی کا پیغام دیا، جسے انہوں نے منظور کر لیا۔ چنانچہ عبداللہ کا حضرت آمنہ سے نکاح ہو گیا۔ عرب کے دستور کے مطابق عبداللہ شادی کے بعد تین دن تک اپنے سسرال میں رہے۔ ازاں بعد بغرضِ تجارت شام چلے گئے۔ واپسی پر آپ مدینہ میں ٹھہرے اور وہیں بیمار ہو کر بعمر پچیس ۲۵ سال اس دارِ فانی سے کوچ کیا۔ عبداللہ کے انتقال کی خبر جب حارث کے ذریعہ عبدالمطلب کو پہنچی۔ تو چونکہ یہ خاندان میں سب سے زیادہ محبوب تھے۔ اس لئے تمام خاندان کو بیحد صدمہ ہوا۔

ظہورِ قدسی | سردار عبداللہ کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد ہمارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ میں بروز دوشنبہ بتاریخ ۹ ربیع الاول ۱ سنہ عام الفیل مطابق ۲۰/۲۲ اپریل ۵۷۱ء مطابق یکم جلیٹھ سمت ۶۲۸ بکرمی بعد از صبحِ صادق و قبل از طلوعِ آفتاب واقعہ فیل سے پچپن دن بعد حضرت آمنہ کے بطنِ مبارک سے پیدا ہوئے۔ آپؐ کی پیدائش کے وقت عبدالمطلب طوافِ کعبہ کر رہے تھے۔ ایک لونڈی نے کعبہ میں جا کر جب آنحضرت صلعم کی ولادت باسعادت کی خوشخبری عبدالمطلب کو سنائی۔ تو آپ خوشی خوشی گھر آئے اور نو مولود کو اٹھا کر کعبہ میں لے گئے۔ دعا مانگی اور محمدؐ نام رکھا۔ پیدائش کے ساتویں دن قربانی کی اور تمام قریش کو دعوت دی۔ دعوت کھا کر لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے بچے کا نام کیا رکھا ہے؟ عبدالمطلب نے کہا "محمدؐ"۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ آپ نے اپنے خاندان کے سب مروجہ ناموں کو چھوڑ کر یہ نام کیوں رکھا؟ عبدالمطلب نے جواب دیا "میں چاہتا ہوں، کہ میرا بچہ دنیا بھر کی ستائش اور تعریف کا شایان قرار پائے"۔ حضرت آمنہ نے ایک رویائے صادقہ کی بنا پر آنحضرت صلعم کا نام "احمدؐ" رکھا۔

گویا محمدؐ اور احمدؐ حضورؐ کے ذاتی نام ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اسمائے مبارکہ کے متعلق فرمایا کہ:۔
میرے بہت سے نام ہیں۔ میں "محمدؐ" ہوں۔ میں "احمدؐ" ہوں۔ میں "ماحی" (مٹانے والا) ہوں جس کے ذریعے حق تعالیٰ دنیا سے کفر کو مٹا دے گا۔ میں "حاشر" (جمع کرنے والا) ہوں۔ کہ لوگ قیامت کے دن میرے قدموں تلے جمع ہوں گے، میں "عاقب" (آخری نبی) ہوں۔ میں "نبی رحمت" ہوں "نبی توبہ" ہوں۔ میں "مقفّی" (افضل و معزّز) ہوں۔ میں "نبی الملاحم" (میدان جہاد کا نبی) ہوں۔

آنحضرت صلعم کی کنیت "ابوالقاسم" تھی۔ حضرت جبریلؑ نے حضورؐ کی کنیت "ابوابراہیم" رکھی تھی۔

مبارک نسب نامہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدِّ امجد کا نام عدنان ہے۔ عدنان حضرت اسمٰعیلؑ بن حضرت ابراہیمؑ کی تیسویں[۳۰] یا چالیسویں[۴۰] پشت سے تھے۔ آنحضرت صلعم جب اپنا نسب بیان فرماتے۔ تو عدنان سے تجاوز نہ کرتے اور فرماتے "کذب النسابون" یعنی نسب دانوں نے غلط کیا۔ حضورؐ عدنان کی اکیسویں[۲۱] پشت سے تھے۔ مبارک نسب نامہ یہ ہے:۔

حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطّلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصیّ بن کلاب بن مرّہ بن کعب بن لوئیّ بن غالب بن فہر (الملقب قریش) بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ٭

رضاعت اصحاب سیر کے بیان کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آٹھ بلکہ اس سے

زیادہ عورتوں نے دُودھ پلایا ہے۔ ان میں سب سے پہلی آپؐ کی والدۂ محترمہ حضرت آمنہ ہیں۔ پھر آپؐ کے چچا ابولہب کی لونڈی ثوبیہ اسلمیہ ہیں جنہیں ابولہب نے حضرت حلیمہؓ کی آمد سے قبل آنحضرت صلعم کی ولادت کی خبر سُن کر آزاد کر دیا تھا۔ انہی میں خولہ بنتِ منذر اور اُمِّ ایمن ہیں۔ انہی میں حضرت حلیمہؓ کے علاوہ سعدیہ نامی ایک اور خاتون اور قبیلہ عواتک کی تین خواتین شامل ہیں۔ آپؐ کو سب سے زیادہ دُودھ پلانے والی حضرت حلیمہؓ بنتِ ابی ذویب سعدیہ ہیں جن کی کنیت اُمِّ کبشہ تھی۔

عرب میں عام رواج تھا کہ جب ان کے ہاں بچہ پیدا ہوتا تو وہ اپنے قبیلہ کو چھوڑ کر دُوسرے قبیلہ کی کسی بہتر انّا کو تلاش کرتے تھے تاکہ بچّہ کی نشوونما بہتر عادات واطوار اور لسانی فصاحت و شستگی پر ہو سکے۔ چنانچہ اسی رواج کے مطابق آنحضرت صلعم کی ولادت باسعادت کے تقریباً آٹھ دن بعد بنوسعد کی عورتیں بچّوں کی تلاش میں مکّہ معظمہ آئیں۔ انہی عورتوں میں حضرت حلیمہ سعدیہؓ بھی تھیں۔ دیگر عورتوں کو مکّہ کے کھاتے پیتے گھرانوں کے بچّے ملے۔ مگر حضرت حلیمہؓ سعدیہ کو اس ضمن میں کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ لیکن قضاوقدر کے فیصلہ کے مطابق چونکہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی گود میں سرکارِ دوعالم صلعم کی پرورش ہونے والی تھی۔ اور یہی سعادت ان کو دائمی عظمت اور ہمیشگی کی عزّت بخشنے والی تھی۔ اس لئے ہر طرف سے نااُمید ہو کر اُنھوں نے اسی دُرِّ یتیم کو اپنے لئے منتخب کیا۔ جسے دیگر عورتوں نے کم معاوضہ ملنے کی وجہ سے نظرانداز کر دیا تھا۔ بہرحال حضرت حلیمہ سعدیہؓ آنحضرت صلعم کو لے کر بنوسعد میں واپس آ گئیں۔

آنحضرت صلعم نے زمانۂ شیرخوارگی کے ابتدائی دو سال صحرائی گہوارہ میں بسر فرمائے۔ حضرت حلیمہ سعدیہؓ حضورؐ کو اپنا دُودھ پلاتیں۔ اور ان کی صاحبزادی شیما آپؐ کو اپنی

گود میں کھلاتیں۔ بیابان کی کھلی فضا اور گرم ہوائیں آنحضورؐ کے جسمِ اطہر کی نشوونما میں معاون رہیں۔ صحرا کی زندگی بسر کرنے سے آنحضرت صلعم کی زیبائی اور اعضا میں تناسب و حسن پوری طرح اُبھر آئے۔ دو سال بعد جب حلیمہ سعدیہؓ نے آپؐ کا دودھ چھڑایا۔ تو وہ آپؐ کو لے کر مکہ آئیں۔ تاکہ حضرت آمنہ کی امانت اُن کے سپرد کر دیں۔ مگر اُن دنوں چونکہ مکہ میں وبا پھیلی ہوئی تھی۔ اور ایسے حالات میں آنحضرت صلعم کی صحت پر بُرے اثرات پڑنے کا خطرہ تھا۔ اس لئے حضرت حلیمہؓ حضورؐ کو لے کر پھر واپس اپنے قبیلہ میں چلی آئیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چھ سال کی عمر میں جب بنو سعد سے واپس اپنی والدہ ماجدہ کے پاس مکہ معظمہ میں تشریف لائے۔ تو نہ صرف یہ کہ آپؐ کی صحت بہت اچھی تھی۔ بلکہ زبان کی وہ تمام خوبیاں بھی آپؐ میں موجود تھیں۔ جو بنو سعد کا طرۂ امتیاز تھیں۔ آنحضرت صلعم اسی ابتدائی پرورش کی بنا پر فرمایا کرتے "مَیں تم سب سے فصیح تر ہوں کیونکہ مَیں قریش کے خاندان سے ہوں۔ اور میری زبان بنو سعد کی زبان ہے"

حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بے انتہا محبت تھی۔ عہدِ نبوت میں جب وہ آپؐ کے پاس آئیں۔ تو آپؐ "میری ماں" "میری ماں" کہہ کر اُن سے لپٹ گئے۔ آنحضرت صلعم کے رضاعی باپ کا نام حارث بن عبدالعزیٰ تھا۔ جو آنحضورؐ کی بعثت کے بعد مکہ آئے اور حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ آنحضرت صلعم کے چار رضاعی بہن بھائی تھے جن کے نام عبداللہ، انیسہ، حذیفہ اور حذافہ ہیں۔ (حذافہ تاریخِ اسلام میں شیما کے لقب سے مشہور ہیں) اِن میں سے عبداللہ اور شیما کا ایمان لانا ثابت ہے۔ باقی دو کے اسلام لانے کے متعلق کوئی صراحت موجود نہیں۔

حضرت آمنہ کی وفات چھ سال کی عمر میں جب آپؐ مکہ معظمہ تشریف لائے۔ تو آپؐ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ نے آپؐ کو ساتھ لے کر مدینہ جانے کا قصد کیا۔ اس سفر سے اُن کا مقصد اپنے شوہر عبداللہ کی قبر کی زیارت تھا۔ جو مدینہ میں نابغہ کے مکان میں تھی۔ اس سفر میں اُمّ ایمن بھی حضرت آمنہ کے ساتھ تھیں۔ مدینہ میں حضرت آمنہ نے تقریباً ایک ماہ تک حضرت عبدالمطلب کے ننھیال بنونجار کے ہاں قیام کیا۔ مدینہ سے واپس مکہ آتے ہوئے جب حضرت آمنہ معہ اپنے لختِ جگر اور اُمِّ ایمن کے ابواء کے مقام پر پہنچیں۔ تو پیغامِ اجل آن پہنچا۔ اور آپ یہیں مدفون ہوئیں۔ اُمِّ ایمن آنحضرت صلعم کو لے کر مکہ آئیں۔

رسولِ خدا صلعم کو اس مختصر قیامِ مدینہ کی بہت سی باتیں یاد رہ گئی تھیں ہجرت کے بعد جب آپؐ ایک دفعہ بنوعدی کے منازل پر گزرے تو فرمایا۔ کہ اسی مکان میں میری والدہ نے قیام کیا تھا۔ اور یہی وہ تالاب ہے جس میں میں نے تیرنا سیکھا تھا۔

حضرت عبدالمطلب کی کفالت والدہ ماجدہ کے انتقال کے بعد آپؐ کی کفالت آپؐ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے اپنے ذمہ لے لی۔ مگر ابھی اس کفالت کو دو ہی سال گزرے تھے۔ کہ حضرت عبدالمطلب نے واقعہ فیل کے آٹھ سال بعد بعمر بیاسی سال اس دارِ فانی کو الوداع کہی۔ وفات کے وقت حضرت عبدالمطلب نے اپنے مرحوم بیٹے عبداللہ کی اس نشانی کو اپنے فراخ حوصلہ بیٹے ابوطالب کے سپرد کیا حضرت ابوطالب نے اس فرض کو تقریباً بیالیس ۴۲ سال تک جس خوبی اور ذمہ داری سے نبھایا۔ وہ پدرانہ شفقت و محبت کی ایسی درخشندہ مثال ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔

شام کا سفر اور بحیرا راہب دیگر قریشِ مکہ کی طرح حضرت ابوطالب بھی تجارت کرتے تھے جناب ہاشم کے زمانہ سے یہ دستور تھا۔ کہ قریش سال میں ایک بار بغرضِ تجارت شام جایا کرتے

تھے۔ آنحضرت صلعم نے جب عمر مبارک کے تیرھویں[۱۳] سال میں قدم رکھا۔ تو حضرت ابوطالب نے حسبِ دستور شام جانے کا ارادہ کیا۔ سفر کی تکالیف اور آنحضرت صلعم کی کم سنی کے پیشِ نظر حضرت ابوطالب حضورؐ کو اپنے ہمراہ نہیں لے جانا چاہتے تھے۔ مگر عین روانگی کے وقت آنحضرت صلعم کو غمگین دیکھ کر حضرت ابوطالب نے آپؐ کو بھی ساتھ لے لیا۔ اسی سفر میں بحیرا راہب کا وہ مشہور واقعہ پیش آیا جس کے متعلق مؤرخین نے لکھا ہے۔ کہ جب قریش کا تجارتی قافلہ شام کے مقام بصریٰ میں ایک صومعہ کے قریب اُترا۔ تو خانقاہ کے عیسائی راہب بحیرا نے آنحضرت صلعم کو دیکھ کر کہا۔ کہ "یہ سیّد المرسلینؐ" ہیں۔ لوگوں نے پوچھا۔ کہ تم نے کیونکر جانا؟ اُس نے کہا۔ کہ مَیں نے پہاڑ کے درختوں اور پتھروں کو سجدے کے لئے جھکتے دیکھا ہے۔ بحیرا نے آنحضرت صلعم کی پُشت مبارک پر مُہرِ نبوّت دیکھی اور ہر طرح کا یقین کرنے کے بعد حضرت ابوطالب کو مشورہ دیا۔ کہ وہ اپنے یتیم بھتیجے کو جلد از جلد واپس وطن لے جائیں۔ مبادا کہ کوئی شخص انہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرے

حربِ فجّار میں شرکت آنحضرت صلعم اپنی عمر مبارک کے سولہویں[۱۶ یا ۲۰] سال میں تھے۔ کہ آپؐ نے اپنے چچاؤں کے اصرار پر جنگِ فجّار میں صرف اس حد تک حصّہ لیا۔ کہ آپؐ دشمنوں کی طرف سے آئے ہوئے تیر اُٹھا اُٹھا کر اپنے چچاؤں کو دیتے تھے۔ اس جنگ میں نہ تو حضورؐ نے تلوار اُٹھائی۔ اور نہ ہی قتال کیا۔ یہ جنگ اُس جنگی سلسلہ کی ایک کڑی تھی۔ جس میں اہلِ عرب اپنی اُفتادِ طبع کے باعث اُلجھے رہتے تھے۔ ابنِ ہشام نے اس جنگ کو چوتھے فجّار کا نام دیا ہے۔ اور ابن سعد کے نزدیک حربِ فجّار میں شرکت کے وقت آنحضرت صلعم کی عُمر مبارک بیسؔ[۲۰] سال تھی۔

حلف الفضول میں شرکت اہلِ عرب کو اگرچہ طبیعت کی سرکشی اور قبائلی عصبیت ہمیشہ

جنگ پر آمادہ رکھتی تھی۔ تاہم حربِ فجار کی ہولناکیوں سے وہ کچھ ایسے خائف ہوئے۔ کہ بعض طبیعتوں میں حلف الفضول جیسے معاہدہ کو دوبارہ مرتب کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ حلف الفضول جو پہلی دور میں انسدادِ قتل و غارتگری کے لئے تین اشخاص یعنی فضل بن فضالہ، فضل بن وداعۃ اور فضل بن حارث نے مرتب کیا تھا۔ چنانچہ حربِ فجار کے ختم ہوتے ہی تجدیدِ حلف الفضول کے لئے سلسلہ جنبانی شروع ہوئی۔ رؤسائے قریش عبداللہ بن جدعان کے گھر ایک دعوت میں شریک ہوئے۔ اس دعوت میں رحمۃ للعالمین ﷺ بھی شریک تھے۔ بہر حال اس مجلس میں باتفاق رائے یہ معاہدہ طے پا گیا۔ آنحضرت صلعم ہمیشہ اس معاہدہ کی تعریف فرماتے اور کہتے :۔

"اگر اب زمانہ اسلام میں بھی اس قسم کے معاہدے کی طرف بلایا جاؤں۔ تو بھی میں اس کی شرکت کو ضرور قبول کر دوں گا"

شام کا دوسرا تجارتی سفر جیسا کہ گزشتہ سطور میں عرض کیا جا چکا ہے۔ کہ قریش کا بنیادی پیشہ تجارت تھا۔ اور قریش کے تجارتی قافلے سال میں دو دفعہ دوسرے علاقوں میں جایا کرتے تھے حضرت خدیجہؓ جو مشہور تاجرہ تھیں، بھی اپنا مالِ تجارت قریش کے انہی قافلوں کے ذریعہ بھیجا کرتی تھیں جب آنحضرت صلعم پچیس ۲۵ سال کے ہوئے اور آپ ﷺ کی دیانت و راستبازی کی خوشبو اہلِ مکہ میں پھیلی۔ تو حضرت خدیجہؓ نے آپ ﷺ کو پیغام بھیجا۔ کہ آپ ﷺ اُن کا مالِ تجارت لے کر شام جائیں۔ وہ اس کے عوض آپ ﷺ کو اچھا معاوضہ دیں گی۔ آنحضرت صلعم نے اپنے شفیق چچا حضرت ابو طالب سے مشورہ کرنے کے بعد حضرت خدیجہؓ کی اس درخواست کو قبول فرما لیا۔ اور حضرت خدیجہؓ کا سامانِ تجارت لے کر شام تشریف لے گئے۔ اس سفر میں آپ ﷺ کی ملاقات ایک اور عیسائی راہب سے ہوئی

جس کا نام مؤرخین نے نسطورا بیان کیا ہے۔ نسطورا نے آپؐ کو پہچان لیا اور آپؐ کے خدمتگار میسرہ سے کہا "یہ وہی نبی ہے اور یہ آخری نبی ہے"۔ بہرکیف جب آپؐ تجارتی اُمور سے فارغ ہو کر واپس مکّہ پہنچے۔ تو نہ صرف یہ کہ آپؐ پہلے سے بھی بہت زیادہ منافع کما کر لائے تھے۔ بلکہ اپنے بلند اخلاق اور اعلیٰ تجارتی صلاحیتوں کا ایسا اظہار بھی فرمایا تھا۔ کہ آپؐ کا خدمت گار میسرہ آپؐ کا گرویدہ ہو گیا۔ اور وطن واپس پہنچتے ہی اُس نے آپؐ کے اخلاقِ عالیہ اور تجارتی دیانت کے حالات حضرت خدیجہؓ کے گوش گزار کیئے۔ حضرت خدیجہؓ نے آنحضرت صلعم کے ان تمام اوصاف کا ذکر اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل سے کیا۔ اُس نے سُن کر کہا۔ کہ اگر یہ واقعات صحیح ہیں۔ تو محمّد (صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) اس اُمّت کے نبی ہیں۔ اور یہ بات ضرور ہونے والی ہے۔

حضرت خدیجہؓ سے نکاح حضرت خدیجہؓ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سیرت و کردار سے متأثر ہو کر از خود اپنی خادمہ نفیسہ کی معرفت حضورؐ کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ آنحضرت صلعم چونکہ حضرت ابوطالب کی کفالت میں تھے۔ اس لیئے آپؐ نے اِن سے مشورہ کے بعد حضرت خدیجہؓ کے پیغامِ نکاح کو قبول فرما لیا۔ چنانچہ تقریباً پچیس ۲۵ سال اور دو ۲ ماہ کی عُمر میں آنحضرت صلعم کا حضرت خدیجہؓ سے نکاح ہو گیا۔ حضرت خدیجہؓ کی عمر اس وقت چالیس ۴۰ سال تھی اور اپنی شرافت نسبی، عفت اور پاکدامنی کی وجہ سے اہلِ مکّہ میں طاہرہ کے لقب سے مشہور تھیں (آپ کے بطن سے آنحضرت صلعم کے دو ۲ لڑکے اور چار ۴ لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ اِن میں سیّدنا قاسم سب سے بڑے تھے جن کی پیدائش شادی سے

تین[۳] سال بعد ہوئی۔ ابھی پاؤں پر چلنا سیکھا ہی تھا کہ انتقال فرما گئے۔ سیّدنا قاسم کی وجہ سے آنحضرت صلعم کو اپنی کنیت ابوقاسم بہت پسند تھی۔ صحابہ کرامؓ جب محبت سے حضورؐ کا نام لیتے تو ابوقاسم ہی کہتے۔ دوسرے لڑکے عبداللہ تھے۔ یہ بھی بچپن میں انتقال کر گئے (لڑکیوں میں سب سے بڑی لڑکی (۱) حضرت زینبؓ تھیں۔ آپ حضورؐ کی شادی کے پانچ سال بعد پیدا ہوئیں۔ اور ۸ھ میں بعمر اکتیس[۳۱] سال انتقال کیا) آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم (کی دوسری لڑکی کا نام (۲) حضرت رقیہؓ تھا۔ جو حضورؐ کے اعلانِ نبوّت سے سات سال قبل پیدا ہوئیں اور اکیس[۲۱] بائیس[۲۲] سال کی عمر میں بعارضہ چیچک رمضان المبارک ۲ھ میں انتقال کیا) آنحضرت صلعم کی (۳) تیسری دخترِ نیک اختر سیّدہ امّ کلثومؓ نبوّت سے چھ[۶] سال قبل پیدا ہوئیں اور شعبان ۹ھ میں بعمر تقریبًا اٹھائیس[۲۸] سال داعی اجل کو لبّیک کہا) (آپؐ کی سب سے چھوٹی بیٹی (۴) حضرت فاطمۃ الزہراؓ تھیں۔ جو نبوّت سے تقریبًا پانچ سال قبل پیدا ہوئیں۔ اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے وصال کے چھ[۶] ماہ بعد ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ میں بعمر انتیس[۲۹] تیس[۳۰] سال انتقال فرمایا) آنحضرت صلعم کی سب اولاد میں حضرت فاطمہؓ کو یہ فوقیت حاصل ہے۔ کہ آپ کی اولاد دنیا میں باقی رہی اور آپ کی اولاد سے ائمۃ العظام ہوئے۔ آپ کے بطن سے حضرت امام حسنؓ، سیّد الشہداء حضرت امام حسینؓ، سیّدہ امّ کلثومؓ اور سیّدہ زینبؓ پیدا ہوئیں۔

تعمیر کعبہ اور حضورؐ کی تحکیم مورخین کی تصریح کے مطابق ابتدائے زمانہ سے لے کر قریش کی تعمیر تک چار[۴] مرتبہ کعبہ کی تعمیر ہو چکی تھی۔ قریش نے پانچویں بار کعبہ کو تعمیر کیا۔ کعبہ کی بار بار تعمیر کی ضرورت اس لئے پیش آتی رہتی تھی۔ کہ نشیبی جگہ میں واقع ہونے کے باعث کعبہ، بارشوں، چشموں اور وادیوں کے سیلابوں کا نشانہ بنتا رہتا۔ اس کے

علاوہ مرورِ زمانہ سے بھی اس کی دیواریں خستہ اور تعمیر میں کہنگی کے آثار پیدا ہوتے رہتے تھے۔ قریشِ مکہ اگرچہ قصیٰ بن کلاب کے زمانہ سے کعبہ کی نگہبانی اور نگہداشت میں لگے رہتے اور مناسب درستی و اصلاح کرتے رہتے تھے۔ پھر بھی سیلابوں کی لگاتار یلغار سے اس کی دیواریں اس قدر بوسیدہ ہوگئی تھیں۔ کہ ان کے انہدام کا خطرہ پیدا ہوگیا تھا۔ چنانچہ کعبہ کی اس حالت کے پیشِ نظر قریش نے اس کی تعمیر کا ارادہ کیا اور یہ خدمت باقوم نامی قبطی معمار کے سپرد کی۔ تعمیرِ کعبہ کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک پینتیس ۳۵ سال تھی۔ اور آپؐ بھی قریش کے ساتھ شریکِ کار تھے۔

قریشِ مکہ میں سے کعبہ کی دیواروں کو گرانے کے لئے سب سے پہلے ولید بن مغیرہ نے کدال چلائی۔ اور پھر سب قریش اُس کے ساتھ ہوگئے۔ تعمیر کرتے وقت جب کعبہ کی دیواریں ذرا بلند ہوئیں۔ اور حجرِ اسود کو اپنی جگہ رکھنے کا وقت آیا۔ تو سب قبائل میں زبردست اختلاف پیدا ہوگیا۔ ہر قبیلہ بلا شرکتِ غیرے اس سعادت کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔ جھگڑے نے یہانتک طول کھینچا۔ کہ قبائل آپس میں کشت وخون پر تل گئے۔ اس کش مکش کی وجہ سے تعمیرِ کعبہ کا کام معطل ہوگیا۔ حتیٰ کہ اس حالت میں چار پانچ دن گزر گئے۔

آخر قریش کے ایک معمر بزرگ ابو امیہ بن مغیرہ مخزومی کی اس رائے سے سب نے اتفاق کیا۔ کہ کل صبح جو شخص سب سے پہلے حرمِ کعبہ میں داخل ہو، اُسی کو اپنا حکم تسلیم کر کے فیصلہ کرایا جائے۔ دوسری صبح اس شرط کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے پہلے حرمِ کعبہ میں تشریف لائے۔ چنانچہ آپؐ کو دیکھ

سب بیک زبان پکار اٹھے :-

"یہ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) امین ہیں۔ ہم ان کو حکم بنانے پر راضی ہیں"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چادر منگوا کر زمین پر بچھائی، اپنے دستِ مبارک سے حجرِ اسود کو چادر میں رکھا اور قبائل کے سرداروں سے فرمایا۔ کہ وہ آگے بڑھیں اور مشترکہ طور پر چادر اٹھائیں۔ تاکہ کوئی قبیلہ اس سعادت سے محروم نہ رہے، چنانچہ سب نے آپؐ کے ارشاد کی تعمیل کی، اور جب وہ رکن کے پاس پہنچے۔ تو آنحضرت صلعم نے پھر اپنے دستِ مبارک سے حجرِ اسود کو اٹھایا۔ اور اس جگہ رکھا جہاں رکھنا مقصود تھا۔ نتیجۃً آپؐ کے اس مبارک فیصلہ نے اہلِ عرب کے سر سے ایک ہولناک جنگ کا خطرہ ٹال دیا۔

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

شمسۂ نُہ مسندِ ہفت اختران

ختمِ رُسل خاتمِ پیغمبران

احمدِ مُرسَل کہ خرد خاک اوست

ہر دو جہان بستۂ فتراکِ اوست

اُمّی و گویا بہ زبانِ فصیح

از الف آدم و میمِ مسیح

رسمِ تُرنج است کہ در روزگار

پیش دہد میوہ، پس آرد بہار

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

باب دوم

آفتابِ رسالتؐ کا طلوع

اور

مشرکینِ عرب کی شپرہ چشمی

○

قریشِ مکہ کے ظلم و ستم کے مقابلہ پر توحید پرستوں

کا

صبر و استقلال

آنحضرت صلعم کا تیرہ ۱۳ سالہ مکی دور

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَ
نَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۗ
وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ إِذَآ أَصَابَتْهُمْ
مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝

(البقرہ: آیت ۱۵۵-۱۵۶)

اللہ تعالیٰ تمہیں آزمائشوں میں ڈالے گا وہ حالتِ خوف و ہراس بھوک اور پیاس نقصان مال وجان اور ہلاکتِ اولاد و اقارب میں مبتلا کر کے، تمہارے صبر و استقامت کو آزمائے گا۔ پس اللہ کی طرف سے بشارت ہے۔ ان کے لئے جن کے ثبات و استقامت کا یہ حال ہے۔ کہ جب مصائب میں مبتلا ہوتے ہیں۔ تو اپنے تمام معاملات کو یہ کہہ کر اللہ کے سپرد کر دیتے ہیں۔ کہ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

آفتابِ رسالتؐ کا طلوع بعثت سے کچھ عرصہ پیشتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول ہوگیا تھا۔ کہ آپؐ اکثر پانی اور ستو لے کر شہر سے تین میل دور کوہِ حرا کی ایک غار میں جا بیٹھتے اور عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتے۔ یہ غار جو "غارِ حرا" کے نام سے موسوم ہے، طول میں چار گز اور عرض میں پونے دو گز تھا۔ جوں جوں بعثت کا زمانہ قریب آتا جارہا تھا حضورؐ میں سوچ بچار اور عزلت گزینی کی عادت بڑھتی جاتی تھی۔ مستند روایات کے مطابق بعثت سے سات سال قبل حضورؐ کو ایک روشنی، جس میں کوئی صورت یا آواز نہ ہوتی تھی، نظر آنے لگی تھی۔ یہ گویا نبوت کا دیباچہ تھا۔ اس عرصہ میں خواب کی حالت میں حضورؐ پر اسرارِ حیات و کائنات منکشف ہونا شروع ہوگئے تھے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال اور ایک دن ہوئی۔ تو آپؐ کو بروز دوشنبہ ربیع الاول کی ۹ تاریخ کو حضرت جبرائیلؑ کی معرفت نبوت کی بشارت ملی۔ آنحضرت صلعم اسی عالمِ اضطراب میں گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہؓ سے فرمایا "مجھ پر کپڑا ڈال دو" جب آپؐ کی طبیعت کو قدرے سکون ہوا۔ تو آپؐ نے اپنی غمخوار رفیقۂ حیات کو غارِ حرا میں پیش آنے والے واقعہ کی تفصیلات بتاتے ہوئے فرمایا "میں ایسے حالات سے دوچار ہوں کہ مجھے جان کا ڈر ہوگیا ہے۔" حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کو تسلی دی۔ اور آپؐ کو اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں وہ عیسائی عالم اور درویش تھے۔ انہوں نے آنحضرت صلعم کی زبانِ مبارک سے تمام حالات سن کر فرمایا:۔

"یہی وہ ناموسِ اکبر ہے۔ جو موسیٰ علیہ السلام پر اترا تھا۔ کاش میں جوان ہوتا اور اس وقت تک زندہ رہتا جب قوم آپ ؐ کو نکال دے گی"۔

آغازِ نزولِ قرآن وحیٔ بشارت کے تقریباً چھ ماہ بعد جب کہ آپ ؐ کی عمر چالیس سال چھ ماہ اور دس دن تھی۔ شب جمعہ ۱۸ رمضان المبارک سنہ بعثت کو حضرت جبرئیل ؑ دوبارہ تشریف لائے۔ اور آپ ؐ کو خداوند عالم کا وہ پاک نام اور پاک کلام پڑھایا۔ جو ساری حقیقتوں کا خزانہ ہے۔ آنحضرت صلعم نے چونکہ لکھنا پڑھنا سیکھا نہیں تھا۔ اس لئے حضرت جبرئیل ؑ نے آپ ؐ کو اپنے سینہ سے لگا کر بھینچا۔ جس کے باعث سارے علوم آپ ؐ پر کھل گئے۔ اس مبارک رات میں آپ ؐ نے حضرت جبرئیل ؑ کے بتانے پر سورۃ العلق کی اِن آیات کو پڑھا تھا:۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ	(اے محمد ؐ! جو تمہیں پڑھایا جاتا ہے) اپنے رب ؐ کا
خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ	نام لے کر (اُسے) پڑھ جس نے (یہ تمام مخلوقات)
عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ	پیدا کی ہے (اور) جس نے خون کے لوتھڑے (جیسی
الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ	حقیر شے) سے انسان (جیسا اشرف المخلوقات)
الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ؕ	بنایا ہے۔ پڑھو اور (یاد رکھو) تمہارا رب بڑا کریم
(سُوْرَۃُ الْعَلَقِ۔ آیت ۱ تا ۵)	ہے جس نے قلم سے (لکھنے اور علوم کو محفوظ کرنے کی

تعلیم دی۔ اور (وحی کے ذریعہ) انسان کو وہ باتیں بتائیں جنہیں انسان (پہلے) نہیں جانتا تھا۔

اسی مبارک شب میں آنحضرت صلعم نے حضرت جبرئیل ؑ کے بتائے ہوئے طریقہ کیمطابق وضو فرمایا اور حضرت جبرئیل ؑ کی امامت میں دو رکعت نماز ادا کی۔ اس وقت حضور ؐ پر دو نمازیں فرض ہوئیں۔ یعنی دو رکعت فجر کی اور دو رکعت عصر کی۔

خفیہ دعوت کا آغاز غارِ حرا سے واپس گھر تشریف لانے کے فوراً بعد آپؐ نے اپنی اہلیہ حضرت خدیجہؓ سے تبلیغِ اسلام کا آغاز کیا۔ حضرت خدیجہؓ نے قبولِ اسلام کے بعد آپؐ کے ہمراہ نماز پڑھی اور بعثت کے اگلے روز حضرت علیؓ نے بھی اسلام قبول کیا۔ اور نماز کی ادائیگی میں آپؐ کے ساتھ شریک ہو گئے۔ قبولِ اسلام کے وقت حضرت علیؓ کی عمر تقریباً دس سال تھی۔ ازاں بعد آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے رفیقِ قدیم حضرت ابوبکرؓ کو دعوتِ اسلام دی۔ جسے انہوں نے بلا توقّف اور بغیر کسی پس و پیش کے قبول کر لیا۔ پھر آپؐ کے غلام حضرت زید بن حارثہؓ بھی حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔

اِن حضرات کے قبولِ اسلام کے چند روز بعد حضرت بلالؓ، حضرت عمرو بن عبسہؓ، حضرت خالد بن سعد بن عاصؓ، حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعد بن وقاصؓ، حضرت عمارؓ، حضرت خباب بن الارتؓ، حضرت ابوعبیدہؓ، حضرت سعید بن زیدؓ، حضرت عبیدہؓ، حضرت جعفر بن ابی طالبؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابوسلمہؓ، حضرت عثمان بن مظعونؓ، حضرت صہیب رومیؓ اور حضرت ارقمؓ بھی داخلِ اسلام ہو گئے۔

عورتوں میں اُمّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے بعد سرکارِ دو عالم صلعم کے چچا حضرت عباسؓ کی بیوی لبابہ بنت الحارثؓ، حضرت اسماء بنتِ ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ کی بہن فاطمہؓ بھی حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئیں۔

اعلانیہ تبلیغ کا حکم اہلِ مکّہ میں جو لوگ ایمان لاتے وہ آنحضرت صلعم کی خدمت اقدس میں باریاب ہو کر اپنے ایمان کا اظہار کرتے اور حضورؐ سے ضروری مسائل، عقائد و اعمال کی تعلیم حاصل کرتے۔ مگر یہ لوگ قریش سے اپنا اسلام مخفی رکھتے۔ مبادا کہ تیوں سے

اِن کی بیزاری مشرکین کو ان کے درپے آزار کر دے۔ وہ اداۓ نماز کے لیئے پہاڑوں میں چلے جاتے اور وہاں چھپ کر نمازیں پڑھتے۔

نبوّت کے ابتدائی تین سالوں میں نورِ اسلام آہستہ آہستہ مکّہ کے گھرانوں میں ضیا پاشی کرتا رہا۔ اور نہایت خاموشی کے ساتھ دِیئے سے دِیا جلتا رہا۔ اس عرصہ میں خانۂ ارقم واقع کوہِ صفا تحریک اسلامی کا مرکز بنا۔ اور توحید پرست، کفّار کی نظریں بچا کر اسلام کے اس اوّلین مرکز میں جمع ہو کر کسبِ ضیا کرتے رہے۔ اس دور میں تقریباً چالیس[۴۰] افراد مشرّف بہ اسلام ہوئے۔ اِن تین سالوں میں دَر پردہ تبلیغ جاری رہنے کے بعد اسلام کی دعوت صلائے عام کے درجہ پر آ گئی۔ چنانچہ جب آنحضرتؐ صلعم کی عمر مبارک چوالیسویں[۴۴] سال میں داخل ہوئی۔ تو ارشاد خداوندی ہوا:۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ (اَلْحِجر۔ آیت: ۹۴)	(اے نبی) جس بات کا آپؐ کو حکم دیا گیا ہے اُس کا صاف صاف اعلان کر دیجئے۔ اور مشرکین کی پروا نہ کیجیے۔

مزید حکم ہوا:۔

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (اَلشُّعَرَاء۔ آیت ۲۱۴ تا ۲۱۵)	اور سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں کو کفر اور شرک سے ڈرائیے۔ اور جو ایمان لا کر آپؐ کا اتباع کرے اُس کے ساتھ نرمی اور شفقت کا معاملہ فرمائیے۔

مزید ارشادِ ربّانی ہوا:۔

وَقُلْ اِنِّیْٓ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ۝ (سورۃ حجر۔ آیت ۸۹)	اور آپؐ یہ اعلان کر دیجئے۔ کہ مَیں واضح طور پر ڈرانے والا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلانیہ تبلیغ کا حکم ملتے ہی آنحضرت صلعم نے حضرت علی رضؓ سے فرمایا۔ کہ خاندانِ عبدالمطّلب کی دعوت کرو۔ یہ پہلا موقع تھا۔ کہ دینِ حقہ کا آفاقی پیغام پہنچانے کے لئے خاندانِ عبدالمطّلب کو مدعو کیا گیا تھا۔ اس دعوت میں تقریباً چالیس ہاشمی موجود تھے۔ اس شب ابولہب کی بکواس سے آنحضرت صلعم کو خطاب کرنے کا موقع نہ ملا۔ چنانچہ دوسری شب جبکہ سب ہاشمی موجود تھے۔ آنحضرت صلعم نے اپنے خاندان کے افراد کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اہلِ عرب میں سے آج تک کوئی شخص مجھ سے بہتر پیغام نہیں لایا۔ یہ پیغام دُنیا اور عقبیٰ دونوں کی بھلائی کا راہنما ہے۔ اس پیغام میں اللہ نے مجھے بتایا ہے۔ کہ مَیں آپ لوگوں کو اس کی طرف بلاؤں۔ آپ میں کون میرا پیغام قبول کرتا ہے؟"

یہ سُن کر تمام حاضرین نے مُنہ پھیر لیا۔ صرف حضرت علی رضؓ نے اپنی کم سنی کے باوجود بھری مجلس میں آپؐ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے عرض کیا:۔

"یارسولؐ اللہ! مَیں آپؐ کی یاوری کروں گا۔ اور جو شخص آپؐ سے جنگ کرے گا۔ مَیں اُس سے جنگ کروں گا۔"

بنو ہاشم میں سے بعض حضرت علی رضؓ کے اِن کلمات پر حقارت سے مسکرا اُٹھے اور بعض مذاق سمجھ کر ہنس دیئے۔ غرضیکہ سب کے سب تمسخر اُڑاتے ہوئے اپنے گھروں کی طرف چل دیئے۔

کوہ صفا پر خطاب

خاندانِ عبدالمطّلب کے افراد چونکہ آنحضرت صلعم کے قرابت دار تھے۔ اس لئے سب سے پہلے اِن کو دعوتِ اسلام دینا ارشادِ خداوندی کے عین مطابق تھا۔ لیکن

جب اِن کج فطرت لوگوں کی طرف سے کوئی ہمّت افزا جواب نہ ملا۔ تو حضورؐ نے ایک دن کوہِ صفا پر چڑھ کر اہلِ مکّہ سے خطاب کیا اور لوگوں کو راہِ حق کی طرف بُلاتے ہوئے فرمایا:

"(اے دوستو) تم پر عذاب نازل ہونے سے پہلے میں تمہیں محفوظ رکھنا چاہتا ہُوں۔ اے بنو عبد المطّلب! اے خاندانِ عبد مناف، اے ابنائے زُہرہ! اے اولادِ تیم! اے قبیلہ مخزوم! اے فرزندانِ اسد! سب حضرات غور سے سُنیں! کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے یک جدّی قرابت داروں کو عذابِ آخری سے متنبہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اگر آپ لوگوں نے خُدائے وحدہٗ لاشریک کی پرستش نہ کی۔ تو میری قرابت داری دُنیاو عقبیٰ، کسی میں بھی کام نہ آسکے گی۔"

آنحضرت صلعم کا خطاب بالکل واضح تھا۔ مگر وُہ لوگ جن کے دلوں، کانوں اور آنکھوں پر ہٹ دھرمی اور کُفر کے پردے پڑے ہوں وُہ جمالِ حقیقت کی تاب کیسے لا سکتے تھے؟

حضورؐ کی تبلیغی کوششیں بہر کیف کوہ صفا کے نیچے کھڑے لوگوں کا مجمع اگرچہ ابولہب کی بکواس سے منتشر ہوگیا تھا اور لوگوں نے حضورؐ کے خطاب دلنواز پر کوئی توجّہ نہ دی تھی۔ تاہم آنحضرت صلعم لوگوں کی اس لاپرواہی اور عدم توجّہی سے بددل ہو کر تبلیغِ اسلام سے باز نہ رہ سکتے تھے۔ آپؐ تمام نوعِ بشری کے لئے تا ابد رحمت بن کر آئے تھے۔ آپؐ جانتے تھے۔ کہ صدائے حق بُتوں کے پُجاریوں پر ناگوار گزرتی ہے۔ پھر بھی آپؐ کا قلب رؤف و رحیم اُن لوگوں کو اُس دوزخ سے بچانے کے لئے حد درجہ بےچین و مضطرب تھا جس کا وُہ ایندھن بن رہے تھے۔ چنانچہ آپؐ نے مشرکین کی مخالفت

کی پروا کئے بغیر مکہ کے گھر گھر میں پیغامِ خداوندی پہنچانا شروع کر دیا۔ آپؐ گلی گلی، کوچہ کوچہ پھرتے اور تبلیغِ اسلام فرماتے۔ آپؐ جہاں کہیں دو چار کا مجمع پاتے۔ انہیں غیر اللہ کی پرستش سے منع فرماتے اور خدا کی وحدانیت کا وعظ سناتے۔ آپؐ لوگوں کو جوا کھیلنے، زنا کرنے اور بیٹیوں کو قتل کرنے سے روکتے۔ آپؐ لوگوں کو بتاتے کہ وہ بتوں کی پوجا چھوڑ کر صرف اللہ کی عبادت کریں۔ وہی پرستش و عبادت کے لائق اور سب جہانوں کا خالق ہے۔ یہ سورج، چاند، ستارے اور شجر و حجر سب اسی کے پیدا کردہ ہیں۔ وہ وحدہٗ لاشریک ہے، اور اس کا کوئی ثانی نہیں۔

آنحضرت صلعم کی یہ تبلیغی مساعی بار آور ثابت ہوئیں۔ مکہ کے گلی کوچوں سے صدائے حق بلند ہونے لگی۔ اب مکہ کا کوئی گھرانہ ایسا نہ رہا تھا۔ جہاں کوئی نہ کوئی اسلام کی حقانیت اور آپؐ کی رسالتؐ کا دل و جان سے قائل نہ ہو گیا ہو۔ یہ حالت مشرکینِ مکہ کی قوتِ برداشت سے باہر تھی۔ چنانچہ جب انہوں نے اپنے جھوٹے معبودوں اور باطل عقائد کے خلاف یہ اعلانات سنے تو بلبلا اٹھے اور توحید پرستوں کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔ مگر قریش کے اس عزمِ مخالفت کی راہ میں حضرت ابوطالب ایک ایسی رکاوٹ بن کر کھڑے تھے۔ جن کو ہٹائے بغیر وہ اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکتے تھے۔

رؤسائے قریش کی سفارت چنانچہ ایسے حالات میں جب کہ اسلام کا سیلاب بلا چاروں طرف سے مکہ کی طرف یلغار کر رہا تھا۔ رؤسائے قریش کی ایک سفارت اس خیال سے حضرت ابوطالب کے پاس آئی۔ کہ انہیں اپنی مخالفت کے نتائج سے ڈرائیں۔ شاید کہ وہ آنحضرت صلعم کی حمایت سے باز آجائیں، اور اسلام کی بڑھتی ہوئی قوت رک جائے۔

رؤسائے قریش نے حضرت ابوطالب سے آنحضرت صلعم کے رویّہ کی شکایت کرتے ہوئے

کہا۔ کہ وہ ہمارے بتوں کی تکذیب کرتے اور ہمیں احمق ٹھہراتے ہیں۔ نیز یہ کہ وہ قوم میں تفرقہ ڈال رہے ہیں۔ اس لئے وہ اپنے بھتیجے کو ایسا کرنے سے باز رکھیں۔ ورنہ نتائج کی ذمہ داری اُن پر ہوگی۔ حضرت ابوطالب نے قریش مکہ کی اس دھمکی کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا۔ اور صاف الفاظ میں کہہ دیا "تم سے جو کچھ ہو سکتا ہے، کر گزرو۔ میں اپنے بھتیجے کی امداد و حمایت سے باز نہیں رہ سکتا"

قریش کی ناکامی کا ردِّ عمل قریشِ مکہ جب اِدھر سے ناکام ہو گئے۔ تو کھلم کھلا تشدد پر اُتر آئے جس جس پر ان کا بس چلا۔ اُنہوں نے تشدد سے گریز نہ کیا۔ اور جو کچھ وہ کر سکتے تھے، کر گزرے۔ مگر اُن کا کوئی وار کارگر نہ ہوا۔ ایسے حالات میں اگر وہ چاہتے تو شکست کا بدلہ لینے اور تحریک اسلامی کو دبانے کے لئے حسبِ عادت جنگ شروع کر سکتے تھے۔ مگر ایک تو وہ جنگِ فجار کی ہولناکیوں سے اس قدر عاجز آ چکے تھے۔ کہ اب جنگ کا کوئی نیا سلسلہ چھیڑنے سے ڈرتے تھے۔ دوسرے انہیں اپنی اَنا کی تسکین کے لئے قتال و جدال نہیں، بلکہ اہلِ اسلام کو ظلم و ستم کا نشانہ بنا کر اسلام کے صراطِ مستقیم سے ہٹانا ضروری تھا۔ تاکہ اِن کے ہٹنے سے شجرِ اسلام خود بخود سوکھ جائے۔ اور بتوں کی خدائی بحال ہو جائے۔ مگر اُن کا کافر ذہن ایمان کی اس حلاوت کی گہرائی اور گیرائی کو سمجھنے سے قاصر تھا۔ جسے چکھ کر اہلِ اسلام دُنیا بھر کی کڑوائیوں کو پرِ کاہ کے برابر سمجھنا بھی گناہ خیال کرتے تھے۔ بہر حال اُنہوں نے ہر قسم کا ظلم روا رکھ کر پرستارانِ حق کو اسلام سے پھیرنے کی کوشش کی۔ آنحضرت صلعم کے خلاف بھی نہ صرف استہزا و تضحیک کے گھٹیا اوراوچھے ہتھیار استعمال کئے۔ بلکہ حضورؐ کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچانے سے بھی قطعی دریغ نہ کیا۔ کبھی آپؐ کے راستے میں کانٹے بچھائے اور کبھی گلے میں چادر کا پھندا ڈال کر اس زور سے کھینچا، کہ حضورؐ گھٹنوں کے

بل گر گئے۔ مگر قریشِ مکّہ کو ان مخاصمانہ کوششوں کے صلہ میں خجالت و ذلّت کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا۔

ملکِ حبش کو صحابہؓ کی ہجرت جب کفّار کے حد درجہ ظلم و ستم کی وجہ سے اہلِ اسلام پر عرصۂ حیات تنگ ہو گیا۔ تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے صحابہؓ کو ملک حبش کی طرف ہجرت کی اجازت فرمائی۔ چنانچہ رجب ۵ھ بعثت میں مسلمانوں کا گیارہ مردوں اور عورتوں پر مشتمل قافلہ رات کی تاریکی میں مکّہ سے نکل کر جدّہ پہنچا، اور پھر حبش روانہ ہو گیا۔ قریشِ مکّہ نے ہر چند قافلہ کے تعاقب کی کوشش کی۔ مگر مومنین کی کشتیاں کفّارِ مکّہ کے پہنچنے سے پہلے ساحل چھوڑ چکی تھیں۔

ملکِ حبش کو ہجرت کرنے والے اس مختصر سے قافلہ کے سردار حضرت عثمان بن عفانؓ تھے۔ آپ کے اس سفر میں آپ کی اہلیہ سیّدہ رقیہؓ بنتِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بھی ساتھ تھیں۔ اس کے بعد آنحضرت صلعم نے مسلمانوں کو دوبارہ حبش کی طرف ہجرت کا حکم دیا۔ اس دفعہ تراسی ۸۳ مردوں اور اٹھارہ ۱۸ عورتوں پر مشتمل قافلہ مکّہ سے ہجرت کر کے حبش پہنچا۔ اس قافلہ میں آنحضرت صلعم کے چچیرے بھائی حضرت جعفرؓ بن ابی طالب معہ اپنی اہلیہ حضرت اسماء بنتِ عمیسؓ بھی شامل تھے۔ قریش نے سمندر تک قافلہ کا تعاقب کیا۔ مگر اس دفعہ پھر انہیں بے نیل مرام لوٹنا پڑا۔

قریشِ مکّہ اگرچہ مسلمانوں کے دونوں قافلوں کے تعاقب میں ناکام رہے تھے۔ تاہم وہ اسلام دشمنی میں اس قدر ڈھیٹ واقع ہوئے تھے۔ کہ انہوں نے اس کوشش سے ہاتھ اُٹھانے کی بجائے حبش کی راہ لی۔ اور شاہِ حبش کے دربار میں حاضر ہو کر استدعا کی۔ کہ وہ بغیر کوئی وجہ پوچھے مسلمانوں کو اُن کے حوالے کر دے۔ لیکن شاہِ حبش نے ایسا

کرنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ جب اُس نے حضرت جعفرؓ کی زبان سے قریشِ مکّہ کے مظالم کی وہ تمام رُوداد سُنی جس کے باعث اہلِ اسلام وطن چھوڑنے پر مجبور ہوئے تھے۔ تو وہ اہلِ اسلام کی مظلومیّت اور قریشِ مکّہ کی بہیمیّت کا قائل ہو گیا۔ مزید بر آں حضرت جعفرؓ نے جب شاہِ حبش کی درخواست پر سُورہ مریمؑ تلاوت کی۔ تو وہ کلام الٰہی کی تاثیر سے اس قدر متاثّر ہوا۔ کہ اُس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ تلاوتِ قرآن کے خاتمہ پر بے اختیار اُس کی زبان سے یہ حق بات صادر ہوئی کہ :-

"یہ کلام اور وُہ کلام جو حضرت عیسٰیؑ لے کر آئے۔ دونوں ایک ہی شمعدان سے نکلے ہوئے ہیں۔ محمّد (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) تو وُہی رسولؐ ہیں۔ جن کی خبر یسُوع مسیحؑ نے دی تھی۔ اللہ کا شکر ہے۔ کہ مجھے اُس رسولؐ کا زمانہ ملا"

پھر اُس نے قریشِ مکّہ کے سُفرا عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ کو دربار سے نکل جانے کا حکم دیا۔

شعبِ ابو طالب میں محصوری | یہ نبوّت کا چھٹا سال تھا۔ کہ حضرت امیر حمزہؓ اور حضرت عمر بن الخطابؓ حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔ اس سے جہاں اہلِ اسلام کی قوّت بڑھ گئی تھی۔ وہاں قریشِ مکّہ کی طاقت کو شدید دھچکا لگا۔ اسلام اب چونکہ روز بروز طاقت پکڑتا جا رہا تھا اور اہلِ مکّہ کے اندر اسلام کا دائرہ اثر بڑھتا جا رہا تھا۔ اس لئے قریشِ مکّہ نے آخری کارگر وار کے طور پر خاندانِ عبد المطّلب سے سوشل بائیکاٹ کا فیصلہ کیا۔ اس سے اُن کا مقصد سیلابِ حق کے آگے بند باندھنا اور اس کے تیز رفتاری کو روکنا تھا۔ وُہ اپنی خام خیالی کے باعث صُبح کے اُجالوں کو پابندِ سلاسل اور آنکھیں بند کر کے

چاند کی چمک سے انکار کرنا چاہتے تھے۔ بہر حال مقاطعہ کی شرائط ضبطِ تحریر میں لاکر معاہدہ اندرونِ کعبہ آویزاں کر دیا۔ یہ مقاطعہ یکم محرم ۶ھ بعثت سے شروع ہو کر تقریباً تین سال تک جاری رہا۔ اس عرصہ میں بنی ہاشم اور بنی المطلب کو بڑے شدائد و مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ ظالم کفار گندم کا ایک دانہ بھی شعبِ ابی طالب تک پہنچنے نہ دیتے تھے مسلمانوں نے مقاطعہ کے ان تین سالوں میں کیکر کے پتّے وغیرہ کھا کھا کر پیٹ کی آگ بجھائی۔ بھوک کی شدت سے جب بچوں کے بلبلانے کی آواز راستے چلتے لوگوں کو سنائی دیتی، تو سنگدل مشرک سن کر خوش ہوتے۔

چنانچہ ایسی ہی زیادتیوں اور تکالیف کے پیشِ نظر بعض رحم دل طبائع میں اس ظالمانہ عہد کو توڑنے کا احساس پیدا ہوا۔ اس ضمن میں پہل ہشام بن عمرو نے کی۔ پھر اس نے کچھ اور حضرات اپنے ہمخیال بنا لئے۔ اسی دوران آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت ابوطالب کو خبر دی۔ کہ معاہدہ میں مندرجہ خدا کے پاک نام کے علاوہ باقی تحریر کو دیمک چاٹ گئی ہے۔ چنانچہ جب لوگوں کے اصرار پر معاہدہ کو دیکھا گیا۔ تو اس کی حالت ایسے ہی پائی گئی۔ جیسی کہ رسول اللہ صلعم نے بیان فرمائی تھی۔ غرضیکہ تین سال کے بعد یہ مقاطعہ ختم ہوا۔ اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم معہ اپنے اہلِ خاندان کے شعبِ ابی طالب سے باہر آ گئے۔

حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہؓ کی وفات ابھی محصوری کے زخم مندمل نہ ہوئے تھے۔ کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو ایک نئے صدمہ سے دوچار ہونا پڑا۔ وہ اس طرح کہ آنحضرت صلعم کی ہمدردی میں کفار کے سامنے سینہ سپر کرنے والے حضرت ابوطالب اور آپؐ کی غمخوار رفیقۂ حیات حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ آگے پیچھے تین دن کے فرق کے ساتھ راہیٔ

ملکِ عدم ہو گئے۔ یہ سانحہ جس قدر شدید تھا، وہ ظاہر ہے۔ مگر حضورؐ اللہ تعالےٰ سے خاص تعلق کی بنا پر اس صدمہ کو برداشت کر گئے۔ اور پھر پوری دلجمعی کے ساتھ تبلیغِ اسلام میں منہمک ہو گئے۔

دعوتِ اسلام کے لئے طائف کا سفر

جناب ابوطالب اور حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد مکہ میں آنحضرت صلعم کا کوئی حامی و مددگار نہ رہا تھا۔ قریشِ مکہ چونکہ پہلے ہی حضورؐ کے جانی دشمن تھے اور ہر وقت ایذا رسانی کے مواقع تلاش کرتے رہتے تھے۔ اس لئے اب ان حضرات کی وفات کے بعد اپنے مظالم میں اور زیادہ بیباک ہو گئے تھے۔ بہرکیف اہلِ مکہ کی چیرہ دستیوں سے تنگ آکر آنحضرت صلعم نے آخر شوال سنہ ۱۰ بعثت میں تبلیغ اسلام کے لئے طائف کے سفر کا ارادہ فرمایا۔ اور حضرت زید بن حارثہؓ کو ہمراہ لے کر روانہ ہو گئے آنحضرت صلعم مکہ اور طائف کے درمیان آباد تمام قبائل میں پیغامِ حق کی منادی فرماتے طائف پہنچے۔ اُن دنوں تین بھائی عبد یا لیل، مسعود اور حبیب طائف کے سردار تھے۔ آنحضرت صلعم سب سے پہلے ان لوگوں سے ملے۔ اور دعوتِ اسلام دی۔ مگر ان بدسرشت اور مغرور سرداروں نے حضورؐ کے ساتھ نہ صرف خود سخت رویّہ اختیار کیا۔ بلکہ شہر کے لڑکوں اور اوباشوں کو اُکسایا، کہ وہ آپؐ پر پتھر برسائیں اور آپؐ کی ہنسی اُڑائیں۔ آپؐ ان اوباشوں کی سنگ باری سے اس قدر زخمی ہوئے۔ کہ آپؐ کے جوتے خون سے تربتر ہو گئے۔ طائف والوں کی بدبختی یہاں تک پہنچی ہوئی تھی۔ کہ کسی آدمی نے بھی آپؐ کی تبلیغ پر توجہ نہ دی۔ آخر آپؐ اِن لوگوں کے رویّہ سے مایوس ہو کر مکہ لوٹ آئے۔

طائف سے واپس آکر انہی دنوں آپؐ نے مکہ کے قُرب و جوار میں بسنے والے تمام

قبائل کا دورہ فرمایا، اور سب کے سامنے دعوتِ اسلام پیش کی۔ مگر آپ کو کوئی خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی۔ بلکہ قدم قدم پر آپ کو مشکلات و موانعات کا سامنا کرنا پڑا۔

اسراء و معراج ٹھیک اُن دنوں جب چاروں طرف سے تبلیغ اسلام کی خاطر آنحضرت صلعم پر مصائب و آلام کی یلغار ہو رہی تھی۔ اور آپ کے قلبِ رئوف و رحیم کو کفار کی طرف سے طرح طرح کے دُکھ پہنچائے جا رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو وہ بے نظیر شرف عطا فرمایا۔ جسے عُرفِ عام میں معراج کے نام سے موسُوم کیا جاتا ہے۔ یہ بعثت کا دسواں سال اور رجب کی ستائیس تاریخ تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی کو اپنی نشانیاں دکھانے کے لئے ساتوں آسمانوں کی سیر کرائی۔ آپ اس رات جسمانی طور پر سدرۃ المنتہیٰ اور بیتِ معمُور تک پہنچے۔ جہاں آپ کو قُربِ حضوری حاصل ہوا۔ اور آپ گوناگوں وحی سے مشرف ہوئے۔ قرآنِ حکیم نے سورہ بنی اسرائیل کی ابتدائی آیات میں اسراء اور سُورہ والنجم کی ایک تا آٹھ آیات میں معراج کا ذکر بڑے دلنشیں انداز میں فرمایا ہے۔ اسی آسمانی سفر میں آنحضرت صلعم کو اُمّتِ مسلمہ کے لئے پانچ نمازوں کا تحفہ بخشا گیا، اور دیگر بے انتہا انعاماتِ الٰہی سے آپ کو نوازا گیا (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

مدینہ میں اسلام کی مقبولیت یہ عجیب بات ہے۔ کہ آفتابِ رسالت کا طلوع تو سرزمین مکہ پر ہوا تھا۔ مگر کسبِ ضیاء کے لئے مدینہ کے ذرّے زیادہ بیتاب تھے۔ یہ اسی بیتابی کا نتیجہ تھا، کہ ذوالحجہ ۱۱ھ بعثت میں قبیلہ خزرج کے کچھ لوگ بغرضِ ادائے حج مکہ آئے۔ ان دنوں حضور تبلیغ اسلام کے لئے مختلف قبائل کا دورہ فرمایا کرتے تھے۔ ایک رات حضور نے مکہ سے چند میل دُور مقامِ عقبہ پر کچھ آدمیوں کو باتیں کرتے سُنا۔ آپ اُن کے پاس تشریف لے گئے، اور انہیں دعوتِ اسلام دی۔ یہ کُل چھ آدمی تھے۔ یہ سب کے سب

آپؐ کی تبلیغ سے اس درجہ متاثر ہوئے۔ کہ اُسی وقت حلقہ بگوشِ اسلام ہوگئے۔ وُہ جب دولتِ اسلام سے بہرہ ور ہوکر واپس مدینہ پہنچے۔ تو گھر گھر نبیٔ آخر الزمانؐ کی مبارک آمد کی بشارت سُنائی۔ اور بلاشبہ یہ قبولِ حق کے لئے اہلِ مدینہ کی وافر استعداد کا نتیجہ تھا۔ کہ ذوالحجہ ۱۲ سنہ بعثت میں بارہ ۱۲ اصحاب اور آئندہ سال بہتّر ۷۲ مرد اور دو ۲ عورتیں رسولِ کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اسلام قبول کرنے کی غرض سے مکّہ پہنچے۔ آخری باران لوگوں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے یہ عرض بھی کی کہ آنحضرت صلعم مدینہ میں چل کر بسیں۔ وہ حضورؐ کی ہر طرح امداد و اعانت کریں گے۔ خدا جانے کہ اہلِ مدینہ کی استدعا میں کس قدر خلوص اور اسلام کے لئے کتنی محبّت تھی۔ کہ آنحضرت صلعم نے اُن کی درخواست کو رَد کرنا گوارا نہ کیا چنانچہ اہلِ مدینہ کی اسی پُرخلوص التجا کے جواب میں آنحضرت صلعم نے صحابۂ کرامؓ کو ذوالحجہ ۱۳ سنہ بعثت کے فوراً بعد مکّہ سے ہجرت کرکے مدینہ چلے جانے کا حکم فرمایا۔ بعد ازاں خود آنحضرت صلعم بھی بحکمِ تعالیٰ ۸ ربیع الاوّل ۱ سنہ ھ بروز دوشنبہ مکّہ سے ہجرت فرما کر قبا (مدینہ) میں پہنچ گئے۔

آنحضرت صلعم کے قتل کا منصوبہ

یہاں اگر اُن حالات کا ذکر نہ کیا جائے۔ جن میں سرکارِ دو عالم صلعم ہجرت سے قبل گھرے ہوئے تھے۔ تو یقیناً اہلِ مکّہ کی داستانِ ظلم و ستم اُدھوری رہ جائے گی۔ بلاشبہ جو رویّہ اہلِ مکّہ نے مدینہ کے لئے ہجرت کرنے والے مسلمانوں کے ساتھ فرداً فرداً روا رکھا۔ وہ حد درجہ شدید اور حوصلہ شکن تھا۔ مگر جو منصوبہ اُنہوں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قتل کے متعلق بنایا اور اُس کی تکمیل کے لئے جو خطرناک طریقہ اختیار کیا، وہ اُس دشمنی اور بُغض و حسد کا مجموعہ تھا۔ جو وُہ اسلام اور بانیٔ اسلام کے متعلق دل میں رکھتے، اور جس پر وہ ایک عرصہ سے

عمل پیرا تھے۔

تفصیل اس منصوبہ کی یہ ہے۔ کہ جب قریشِ مکہ اسلام کی دلپذیری کے خلاف اپنی ہر چال میں ناکام و نامراد ہو گئے، اور بادۂ حق کے متوالوں پر ہر سختی اور ہر ظلم روا رکھنے کے باوجود انہیں صراطِ مستقیم سے نہ ہٹا سکے۔ تو انہوں نے دارالندوہ میں ایک خفیہ اجلاس بلایا۔ اس اجلاس کا مطلب کسی ایسے مشترک لائحہ عمل کی ترتیب تھا۔ جس سے بانئ اسلام صلعم کا خاتمہ ہو سکے۔ علامہ طبریؒ کے بیان مطابق رؤسائے قریش کے علاوہ شیطان الرّجیم بھی ایک بوڑھے نجدی کی شکل میں اس مجلس میں موجود تھا۔ اس کا کام تجویز پیش کر کے اُس پر عمل کرانا نہیں، بلکہ قریشِ مکہ کی تجاویز کو زیادہ مؤثر اور مہلک بنانے کے لئے اپنی رائے کا اظہار کرنا تھا۔ ویسے وہ اگر نہ بھی شریک ہوتا، پھر بھی ابوجہل اور اسی قبیل کے دوسرے کفار خود کسی شیطان سے کم نہ تھے۔ بلکہ اسلام دشمنی میں وہ اس سے کہیں بڑھ کر سرگرمِ عمل تھے۔ پھر بھی کفار کی اس مجلس میں اُس کی شرکت اس لحاظ سے بڑی بامعنی ہے۔ کہ دنیا پر ایک مستحکم اور روشن مثال کے ذریعہ ثابت ہو جائے۔ کہ زمانہ بھر کی شیطانیت اور ابلیسیّت کی مشترکہ منصوبہ بندی خدائے واحد کی مرضی و منشاء کے مقابلہ پر تارِ عنکبوت سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ اور جیسا کہ آئندہ بیان سے ثابت ہو گا۔ کہ ان سب شیطانوں کی مشترکہ ریشہ دوانیاں تقدیر کے فیصلے میں بال برابر تبدیلی بھی نہ کر سکیں، اور نہ ان مقدس قدموں کے سامنے کوئی ایسی روک پیدا کر سکیں۔ جو اللہ تعالےٰ کے حکم سے ہجرت کے لئے مدینہ کی طرف اُٹھنے والے تھے۔

بہر حال رؤسائے قریش نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق کئی آراء پیش کیں۔ مگر ہر

رائے میں کوئی نہ کوئی ایسی کمزوری ضرور پائی جاتی جس سے وہ مقصد پورا نہیں ہوتا تھا جس کے لئے وہ سب اکٹھے ہوئے تھے۔ آخر ابوجہل نے رائے دی۔ کہ ہر قبیلہ سے ایک ایک جوان کا انتخاب کیا جائے۔ یہ سب جوان مل کر رات کو آنحضرت صلعم کے مکان کا محاصرہ کرلیں۔ صبح جب محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نماز کے لئے مکان سے باہر آئیں، تو سب مل کر حضورؐ پر ایسا مہلک وار کریں۔ کہ آںؐ کا کام تمام ہو جائے۔ اس تجویز کی خوبیاں گنواتے ہوئے اُس نے کہا۔ کہ اس قتل میں چونکہ سب قبائل شریک ہوں گے۔ اس لئے بنو ہاشم کے لئے سب سے انتقام لینا ممکن نہیں ہوگا۔ اور ابوجہل کی اس رائے کو سب نے بالاتفاق منظور کرلیا۔

اِدھر آنحضرت صلعم قریش کے اس منصوبہ سے بیخبر نہ تھے۔ آپؐ کو اگرچہ دارالندوہ میں رؤسائے قریش کے خفیہ اجلاس میں بالاتفاق منظور ہونے والی تجویز کا کُلی علم نہ تھا۔ تاہم اس کی وجہ سے آپؐ کے قلبِ سلیم پر خوف و ہراس کی ادنٰی سی پرچھائی بھی نہ تھی۔ اس خوفناک رات کو آپؐ نے اپنے ارادۂ ہجرت کی خبر دیتے ہوئے حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر سونے کے لئے فرمایا۔ اور وصیّت کی۔ کہ وہ بھی آپؐ کی روانگی کے بعد لوگوں کی تمام امانتیں لوٹا کر مدینہ پہنچ جائیں۔ بہرحال اس قیامت اثر رات نے جب تمام عالم کو سیاہ چادر میں ڈھانپ لیا۔ تو قریش کے منتخب افراد نے حضور سرورِ دو عالم صلعم کے حجرۂ اقدس کا حسبِ منصوبہ محاصرہ کرلیا۔ اور اپنی آنکھیں اُس دروازے پر لگا دیں۔ جس سے صبح نماز کے لئے حضورؐ نے باہر آنا تھا۔ جب رات کافی گزر گئی۔ تو آنحضرت صلعم سورہ یٰسین تلاوت فرماتے ہوئے حجرۂ اقدس سے باہر تشریف لائے۔ ایک مٹھی خاک زمین سے اُٹھا کر کفّار کی طرف پھینکی اور پھر بلا خوف و جھجک حضرت ابوبکر صدیقؓ کے

گھر کی طرف چل دئے۔ یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ کہ قریش کے جوان خواب غفلت میں ڈوب گئے تھے یا ہنوز ٹکٹکی لگائے دروازے کی طرف ہی دیکھ رہے تھے۔ البتہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔ کہ کسی کافر کی نظر آپؐ پر نہ پڑی۔ بہر کیف جب آپؐ اپنے رفیقِ قدیم حضرت ابوبکرؓ کے گھر پہنچے۔ تو انہیں سراپا انتظار پایا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ کی معیت میں مکہ سے نکل کر غارِ ثور میں پوشیدہ ہو گئے۔

قریشِ مکہ نے صبح اٹھ کر جب حضورؐ کے بستر مبارک پر حضرت علیؓ کو دیکھا۔ تو اپنی غفلت پر بہت جھنجلائے۔ چنانچہ آپؐ کی تلاش میں دُور و نزدیک آدمی روانہ کر دئے۔ اہلِ مکہ نے آپؐ کی تلاش میں اس قدر تگ ودو کی۔ کہ ٹوہ لگاتے لگاتے قریش کی ایک جماعت غارِ ثور کے دہانے تک پہنچ گئی۔ مگر یہاں پہنچ کر بھی حسبِ سابق انہیں ناکامی و نامرادی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا۔ آنحضرت صلعم معہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے تین ۳ دن تک اس غار میں پوشیدہ رہنے کے بعد بروز دوشنبہ یکم ربیع الاوّل ۱۳ سنہ بعثت مطابق ۱۳ ستمبر ۶۲۲ء رات کے وقت غارِ ثور سے نکل کر عازمِ مدینہ ہوئے۔ اور بفضلِ تعالیٰ آئندہ سوموار یعنی ۸ ربیع الاوّل ۱۳ سنہ بعثت مطابق ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء بعمر ترپن ۵۳ سال مدینہ کی ایک بستی قبا میں پہنچ گئے۔ اس سفر کے دوران راستے میں جو کچھ پیش آیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح اس سے عہدہ برآ ہوئے۔ وہ اعجازِ نبویؐ کی ایک ادنیٰ مثال ہے۔ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم)

نبوت کا تیرہ ۱۳ سالہ مکی دور

آنحضرت صلعم کی نبوت کا تیرہ ۱۳ سالہ مکی دور تاریخِ اسلام میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس دور میں جہاں اسلام اور بانیٔ اسلام کے خطرناک دشمن پیدا ہوئے۔ وہاں اسی سرزمین سے ایسے جانثار بھی ابھرے، جنہوں نے

بتوں کے پجاریوں پر ثابت کر دیا۔ کہ حق کی حلاوت ظلم وستم کی اُن تمام تلخیوں سے زیادہ فرحت بخش اور رُوح افزا ہے جنہیں مشرکین نے حق پرستوں کے خلاف پُورے تیرہ[۱۳] سال تک روا رکھا تھا۔ فی الحقیقت اگر بُت پرستوں کی مخالفت میں اتنی شدّت نہ ہوتی اور اُن کی شب و روز کی کوششیں اسلام کو مٹانے کے خلاف نہ ہوتیں۔ تو حق پرستوں کے جذبۂ صبر و استقامت میں بھی کبھی اس قدر سختی پیدا نہ ہوتی۔ اس دور میں دو ضدّیں ایک دُوسرے کے مخالف اُبھرتی نظر آتی ہیں۔ ایک انتہا پر اگر کلمۂ حق کے لئے جان دینے کا عزم کام کر رہا تھا۔ تو دُوسری انتہا پر اُن تمام حق پرستوں کے قلع قمع کرنے کا مصمّم ارادہ سرگرم عمل تھا۔ جن کے نعرۂ توحید سے بُتوں کی خدائی میں ہلچل مچ گئی تھی۔ یہی وہ دَور ہے جس میں اہلِ اسلام ابتلا و آزمائش کی بھٹی میں پگھلے، اور کُندن بن کر نکلے۔ یہی وہ دور ہے، جس کے چند سال صدیوں کی انسانی تاریخ پر ہر لحاظ سے فوقیت رکھتے ہیں۔ یہی وہ دَور ہے جس نے اسلام کے لئے ایک درخشندہ و رخشندہ مستقبل کے لئے بُنیادیں مہیّا کیں۔ جس نے صدیوں سے راہ گُم کردہ انسان کو صراطِ مستقیم پر چلنا سکھایا، اور خُداوند عالم سے ٹُوٹے ہوئے انسانی رشتے کو پھر سے جوڑ دیا، اور یہی وہ زمانہ ہے۔ جس میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی زبردست پیغمبرانہ قیادت میں انسانوں کی ایک ایسی مقدس جماعت تیار ہوئی۔ جو تعداد میں اگرچہ قلیل تھی۔ مگر جس کی طاقت وعظمت کے سامنے غافل لوگوں کی اکثریت نے اپنے عجز کا اعتراف کیا۔ اور جس کی جانثاریاں تاریخِ عالم میں سُنہری حروف میں لکھی گئیں۔

قُریشِ مکّہ نے اس دَور میں اپنے جھوٹے خُداؤں کی خُدائی اور اپنی سیادت و قیادت کا بھرم رکھنے کے لئے بڑے جتن کئے۔ ہر طرح کی ترغیب و تحریص سے کام لیا۔

اہلِ اسلام پر ظلم و ستم کے نئے نئے ہتھیار آزمائے، صُلح و آشتی کے نت نئے جال پھینکے، مگر بالآخر خاسر و ذلیل ہوئے۔ اور وُہی کچھ ہوا جسے سُننے اور دیکھنے کی وُہ تاب نہ رکھتے تھے۔ اس دَور میں اُن کی مخالفت و مخاصمت کے باوجود نیّرِ اسلام کی روشنی مکّہ کے ہر گھر میں پہنچ چکی تھی اور اب قُریش کی شپرہ چشمی سے صُبح کے اُجالے رات کے اندھیروں میں تبدیل ہونے سے قاصر تھے۔

اس دَور میں قُریش نے غلاموں کے علاوہ آزاد مسلمانوں یعنی حضرت ابو بکرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت عامرؓ بن ابی وقاص، حضرت مصعبؓ بن عمیر، حضرت خالدؓ بن سعید، حضرت عبداللہؓ بن مسعودؓ، حضرت سعیدؓ بن زید، حضرت عثمانؓ بن مظعون وغیرہا کی ایذا دہی میں بھی کوئی کوتاہی نہ کی تھی۔ خود سرکارِ دو عالم صلعم جو بنو ہاشم اور بنو عبد المطّلب کی پناہ میں تھے۔ قُریش کی زیادتیوں سے بچے ہوئے نہ تھے۔ ابولہب کی بیوی اُمّ جمیل نے گھر کا کوڑا کرکٹ سمیٹ کر آنحضرت صلعم کے وجُودِ اطہر پر پھینکنا یا آپؐ کی راہ میں کانٹے پھیلانا تو گویا اپنا دستور ہی بنا لیا تھا۔ عبداللہ بن خطل کی دو طوائفیں بازاروں میں گا گا کر آنحضرت صلعم کی ہجو بیان کرتیں اور دُشمنانِ اسلام سے اپنی خوش الحانی کی داد پاتیں۔ ابو جہل جو کُفر کی ایک مستقل علامت تھا، اور جس نے اخنس بن شریق کے استفسار پر کہا تھا کہ

"ہم اور بنو عبد مناف (یعنی آلِ ہاشم) ہمیشہ حریفِ مقابل رہے۔ اُنہوں نے مہمانداریاں کیں تو ہم نے بھی کیں، اُنہوں نے خوں بہا دیے تو ہم نے بھی دیئے۔ اُنہوں نے فیّاضیاں کیں، تو ہم نے اُن سے بڑھ کر کیں۔ یہانتک کہ جب ہم نے اُن کے کاندھے سے کاندھا ملا دیا۔ تو

اب بنو ہاشم پیغمبری کے دعویدار ہیں۔ خدا کی قسم ہم اس پیغمبر پر کبھی ایمان نہیں لا سکتے۔"

بھلا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اذیت پہنچانے میں کب کسی سے پیچھے رہ سکتا تھا؟ یہی حال ابولہب، اُمیّہ بن خلف اور نضر بن حارث جیسے شیاطین کا تھا۔ جو آنحضرت صلعم کو نازیبا القابات سے یاد کیا کرتے اور آپؐ کو ساحر، شاعر، کاہن اور مجنُون کہہ کر اپنے نامراد دل کی تسکین کا سامان بہم پہنچاتے۔

غرضیکہ اس تیرہ ۱۳ سالہ دورِ نبوّت میں آنحضرت صلعم کو جہاں جسمانی طور پر مصائب و شدائد میں مبتلا کیا گیا۔ وہاں بد زبانی و بد کلامی، طعن و تشنیع، بہتان و افترا، سب و شتم اور ہجو و مذمّت سے آپؐ کے قلبِ رؤف و رحیم کو ہر قسم کا دُکھ پہنچانے سے بھی قطعی دریغ نہ کیا گیا۔ مگر آنحضرت صلعم اِن رکاوٹوں، مخالفتوں اور مزاحمتوں کے باوجود حقِ رسالتؐ پوری دلجمعی و اطمینان کے ساتھ ادا فرماتے رہے۔ اور یہ آپؐ کی سیرتِ اقدس اور اخلاقِ کریمانہ کا اعجاز تھا۔ کہ آپؐ کے تربیّت یافتہ قریش کی شدّتِ مخالفت کے مقابلہ پر اس درجہ نڈر ہو گئے تھے۔ کہ انہیں مشرکینِ کی ایذا رسانیوں میں لُطف آنے لگا تھا اور توحید پرستوں کا جذبۂ استقامت اس دور کی قیامت خیزیوں سے گزُر کر موت کے خوف پر اس طرح غالب آ گیا تھا۔ کہ جب قریش اہلِ اسلام کو سخت سے سخت اذیت پہنچانے کا اہتمام کرتے، تو یہ انہیں توحید کا وعظ سنانے لگ جاتے۔

واقعات کے بہاؤ کا اگر عمیق نظری سے مطالعہ کیا جائے۔ تو تعجب ہوتا ہے۔ کہ مکّہ کے اِن مسلمانوں کے دلوں میں ایمان کی یہ پختگی، باوجودیکہ نہ ابھی دین مکمّل ہُوا تھا اور نہ

ابھی قرآنِ حکیم کی آیات ہی زیادہ تعداد میں نازل ہوئی تھیں۔ لیکن اس حیرت کے جواب میں یہ اٹل حقیقت تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ کہ اصحابِ رسولؐ کے خلوص و ثبات کے محرکات میں رسولِؐ امین کا اخلاص و محبت، حُسنِ اخلاق، راست گفتاری، قوتِ ارادی اور قوتِ عزیمت جیسے جوہر الجواہر اس طرح سرایت کر چکے تھے۔ کہ قریشِ مکّہ کی تمام کوششیں اُنہیں لایعنی نظر آنے لگی تھیں۔ اصل میں یہ دور اہل ایمان کے صبر و استقامت سے زیادہ مشرکین کے ظلم و ستم کے امتحان کا دور ہے۔ جس میں بالآخر وہ ناکام ہوئے اور اُن کی تمام چالیں اور منصوبہ بندیاں بودی ثابت ہوئیں۔

فی الحقیقت رسالتؐ کا یہ دور تاریخ کا حیرت انگیز مرقّع ہے۔ اس دور میں رسولِؐ خُدا کے اصحاب دُنیا کی ہر نعمت، مال و منصب حتّٰی کہ پادشاہت تک کے مقابلہ پر ایمان کی سلامتی کو ترجیح دیتے نظر آتے ہیں۔ مشرکین اس بات پر خُوش ہوتے۔ کہ وہ اُنہیں کربناک اذیّتیں دے دے کر راہِ حق سے پھیرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مگر حق پرستوں کی خوشی اس میں تھی۔ کہ اُن کو اذیّت دینے والے بُت پرستی کے آزار سے ہو جائیں جس سے انسان کی رُوح ہر لحظہ ذلّت و پستی میں سرنگُوں رہتی ہے۔

یہ عجیب بات ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے جن لوگوں کی فلاح و بہبُود کے لئے اصلاحِ رُشد کا بیڑہ اُٹھایا تھا۔ انہی کے ہاتھوں آپؐ کو طرح طرح کی تکالیف پہنچیں۔ مگر تاریخ اس حقیقت پر شاہد ہے۔ کہ ان ریشہ دوانیوں سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے حوصلوں میں قطعی کوئی کمی نہ آنے پائی۔ بلکہ آئے دن صبر و استقلال میں اضافہ ہوتا گیا۔ یہی حال آپؐ کے اصحابؓ کا تھا جنہوں نے ہر مصیبت کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا اور کسی حالت میں بھی صبر و رضا کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ ان کی رُوح میں

بھی اپنے ہادیٔ برحقؐ کا وہی عزم بالجزم موجزن تھا جس کا اظہار حضورؐ نے اپنے چچا ابوطالب کی درخواست

"وہ (آنحضرت صلعم) ان پر اتنا بوجھ نہ ڈالیں۔ کہ وہ (ابوطالب) اٹھا نہ سکیں۔ اب قریش تحمّل نہیں کر سکتے۔ اور میں تن تنہا ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا"

کے جواب میں ان الفاظ میں فرمایا تھا۔

"اگر اہلِ مکّہ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ کر کہیں، کہ مہر و ماہ کے عوض میں تبلیغِ رسالت ترک کر دوں۔ تو مجھے منظور نہ ہوگا۔ اگر اس راہ میں مجھے ہلاکت نظر آئے۔ تب بھی میں پیچھے نہ لوٹوں گا"

اور یہی وہ اعلانِ حق تھا جس نے ایک طرف تو حضرت ابوطالب کو ایک نیا عزم بخش دیا تھا۔ کہ آپ جان کی بازی لگا کر آنحضرت صلعم کی امداد و حمایت پر تل گئے اور دوسری طرف اسی اعلان نے غصّے سے بھرے ہوئے قریشِ مکّہ پر رات کی نیند حرام کر دی تھی۔ بلاشبہ قریشِ مکّہ نے اس کے بعد بظاہر اہلِ اسلام کے لئے زندگی کا کوئی لطف نہ چھوڑا تھا۔ مگر خود ان کا اقتدار بھی خطرہ میں پڑ گیا تھا۔ اور عیشِ آزادی کے وہ تمام دروازے بند ہو گئے تھے جنہیں وہ اپنا موروثی حق سمجھتے اور صدیوں سے اختیار کئے ہوئے تھے۔

یوں تو یہ مصائب و شدائد بیکس مسلمانوں پر عام تھے۔ پھر بھی اس دور میں جو اصحابِ رسولؐ قریش کی خصوصی زیادتیوں کا تختۂ مشق بنے۔ اُن میں حضرت حارث بن ابی ہالہؓ، حضرت خباب بن الارثؓ، حضرت بلالؓ، حضرت

صہیبؓ رومی، حضرت عمارؓ بن یاسرؓ، حضرت یاسرؓ، حضرت ابو فکیہہؓ، حضرت عامر بن فہیرہؓ قابلِ ذکر ہیں۔

مردوں کے علاوہ قریش کے ظلم و ستم سے عورتیں بھی محفوظ نہ تھیں۔ اسلام کی خاطر ستائے جانے والی خواتین یعنی حضرت عمارؓ کی والدہ حضرت سمیہؓ، حضرت لبینہؓ، حضرت زنیرہؓ، حضرت نہدیہؓ، اور حضرت ام عبیسؓ، کے نام اسلام کی ابتدائی تاریخ کی زینت بنے۔ ان مظلوموں میں سے حضرت بلالؓ، حضرت عامر بن فہیرہؓ، حضرت لبینہؓ، حضرت زنیرہؓ، حضرت نہدیہؓ، اور حضرت ام عبیسؓ کو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بھاری داموں خرید کر آزاد کیا تھا۔

مندرجہ بالا اصحابِ رسولؐ میں سے حضرت حارثؓ بن ابی ہالہؓ، حضرت یاسرؓ اور حضرت سمیہؓ راہِ حق میں مصائب برداشت کرتے کرتے شہید ہو گئے، مکہ کی تیرہ ۱۳ سالہ تاریخ اسلامی کے ان شہدائے کرام کے مختصر حالات زندگی یہ ہیں:

● **حضرت حارث بن ابی ہالہؓ —— اسلام کے پہلے شہید**

مؤلف سیرۃ النبیؐ کی تصریح کے مطابق:۔

"اب مسلمانوں کی ایک معتد بہ جماعت تیار ہو گئی تھی جن کی تعداد چالیس ۴۰ سے زیادہ تھی۔ آپؐ نے حرمِ کعبہ میں جا کر توحید کا اعلان کیا۔ کفار کے نزدیک یہ حرم کی سب سے بڑی توہین تھی۔ اس لئے دفعتہً ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ اور ہر طرف سے لوگ آپؐ پر ٹوٹ پڑے۔ آنحضرت صلعم کے ربیب حارث بن ابی ہالہؓ گھر میں تھے، ان کو خبر ہوئی دوڑے ہوئے آئے اور آنحضرت صلعم کو بچانا چاہا۔ لیکن ہر طرف سے اُن پر تلواریں

پڑیں اور وُہ شہید ہو گئے۔ اسلام کی راہ میں یہ پہلا خون تھا جس سے زمین رنگین ہوئی۔" اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت یاسرؓ بن عامر بن مالک بن کنانہ بن قیس

حضرت یاسرؓ کی کُنیت ابُو عامر تھی۔ آپ مشہور صحابی حضرت عمّارؓ کے والد تھے۔ آپ قحطانی النّسل اور یمن کے باشندہ تھے۔ آپ کا ایک بھائی مفقود الخبر تھا جس کی تلاش میں آپ معہ اپنے دو بھائیوں حارث اور مالک کے مکّہ آئے۔ وہ دونوں تو واپس یمن لوٹ گئے۔ لیکن آپ نے ابُو حذیفہ بن مغیرہ سے حلیفانہ تعلّقات پیدا کر کے مکّہ میں اقامت اختیار کر لی۔ ابُو حذیفہ نے اپنی ایک لونڈی حضرت سمّیہؓ سے آپ کی شادی کر دی۔ جن سے حضرت عمّارؓ پیدا ہوئے۔

ابُو حذیفہ کی وفات کے بعد جب اسلام کا غلغلہ بلند ہُوا۔ تو حضرت یاسرؓ معہ اپنی بیوی اور بیٹے کے داخلِ اسلام ہو گئے۔ آغازِ اسلام میں جب بڑے بڑے ذی اثر مسلمان قُریش کے ظُلم و جور سے محفوظ نہ تھے۔ تو ان بے یار و مددگار غریبوں کا کیا شمار تھا حضرت سمّیہؓ بنی مخزوم کی غلامی میں تھیں۔ اس لئے بنی مخزوم نے ان تینوں کو یہاں تک اپنے ظلم و ستم کا تختۂ مشق بنایا۔ کہ اپنی تمام سختیاں ان پر ختم کر دیں لیکن ان توحید پرستوں کی زبان کلمۂ حق سے نہ پھری۔ حضرت یاسرؓ چونکہ ضعیف و ناتواں تھے اس لئے ان وحشیانہ سزاؤں کی تاب نہ لا سکے اور شہید ہو گئے۔

"سیرت ابن ہشامؒ" میں حضرت عمّارؓ، حضرت یاسرؓ اور حضرت سمّیہؓ کو اہلِ بیتِ اسلامؓ کے لقب سے مُلقّب کیا گیا ہے۔ ابن اسحٰقؒ کی روایت کے مطابق

"جب دوپہر کی گرمی اور دُھوپ خُوب تیز ہو جاتی، تو بنو مخزوم (حضرت عمّارؓ

ان کے والد (حضرت) یاسرؓ اور والدہ ——— اہلبیتِ اسلام ——— کو مکّہ کی آگ کی طرح گرم ریت پر تڑپاتے۔ رسول اللہ صلّی علیہ و آلہٖ وسلّم کا اس طرف سے گزر ہوتا، تو فرماتے:۔

"آلِ یاسر! صبر کرو۔ تم سب کے لئے جنّت کا وعدہ ہے۔"

● ——— حضرت سمیہؓ بنتِ خباط ——— اسلام کی پہلی شہید خاتون

آپ حضرت یاسرؓ کی اہلیہ محترمہ اور حضرت عمارؓ کی والدہ ماجدہ تھیں۔ آپ اسلام لانے والوں میں ساتویں خاتون ہیں۔ حضرت سمیہؓ پہلی بیوی ہیں۔ جو حق کی خاطر طرح طرح کی تکالیف کا نشانہ بنیں۔ مشرکین آپ کو، صرف اس لئے کہ مسلمان ہوگئی تھیں، لوہے کی زرہ پہنا کر مکّہ کی جلتی ریت پر دھوپ میں کھڑا کرتے۔ مگر آپ کے عزم و استقلال میں فرق نہیں آتا تھا۔

آپ کا دن تو اس طرح مصائب و آلام میں گزر جاتا، شام کو کچھ آرام ملتا۔ پھر دوسرے دن یہی سلسلہ شروع ہو جاتا۔ ایک روز شام کو جب گھر لوٹیں۔ تو ابوجہل نے گالیاں دیتے دیتے غصّہ میں برچھی پھینک ماری۔ جس سے آپ جاں بحق ہوگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

آپ آنحضرت صلعم کے مکّی دَور کی پہلی شہید خاتون ہیں۔

اس کتاب کا موضوع اگرچہ صرف عہدِ نبویؐ کے شہدا کا مقدس ذکر ہے۔ تاہم قریش کی سفاکیوں اور لرزہ خیز و دلخراش مظالم کی داستان مکمّل کرنے کے لئے ان اصحابِ رسولؐ کا نام بنام ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جو پہلے ہی قریش کی سوسائٹی میں کوئی قابلِ ذکر مقام نہ رکھتے تھے کہ ان سے قبولِ اسلام کا ایک "جرمِ عظیم" سرزد ہوگیا جس کے

باعث یہ بلاکشانِ محبت اور پروانگانِ شمع رسالتؐ قریش کی خصوصی خونخواریوں اور الم انگیز مظالم کا نشانہ بنے اور مسلسل تیرہ ۱۳ سال تک ظلم و ستم سہتے رہے۔ مگر ان کی زبان سے کلمہ حق کے علاوہ کبھی کچھ نہ نکلا۔ اور جن کے نزدیک عشقِ الٰہی میں مرنے اور جینے کا کوئی فرق نہیں رہ گیا تھا۔ وہ اگر اتنے ظلم برداشت کر کے بھی شہادت سے بچ گئے۔ تو یہ امر ظلم و جور کی کمزوری کی دلیل سمجھنا چاہیئے۔ اصحابِ رسولؐ کے شوقِ شہادت کی نہیں۔

یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے۔ کہ اہلِ عرب میں جو جنگل کا قانون رائج تھا اُس میں کسی کی جان لینا کوئی مشکل کام نہ تھا۔ اور پھر ایسے حالات میں ان لوگوں کو جو قبولِ اسلام اور اپنی حق گوئی کی وجہ سے معتوبِ زمانہ قرار پائے تھے قتل کر دینا کیا مشکل تھا؟ لیکن فی الحقیقت خنجرِ قاتل میں ہی وہ دم خم نہ رہ گیا تھا۔ کہ ان کی جان لیتا۔ توحید کے اِن متوالوں کا کام تو ہر مصیبت میں اَحد اَحد پکارنا تھا۔ اب اس کے صلہ میں جان جاتی ہے یا رہتی ہے۔ وہ اس سے قطعی بے نیاز ہو گئے تھے۔

طلوعِ اسلام کی ابتدائی تاریخ اس امر پر شاہد ہے۔ کہ کلمۂ حق کے یہ جانثار تو متواتر تیرہ ۱۳ سال تک ہر روز شہید ہوتے، اور پھر ادائے کلمۂ حق کے لئے اپنے ہی خون کی روانی سے ایک نئی زندگی، ایک نیا عزم اور ایک نیا ولولہ لے کر اُبھرتے رہے۔ اور خورشیدِ عالمتاب کی طرح ظلم و جور کا سینہ چیر کر کفر و شرک کے اُفق پر ہر روز تازہ دم ہو کر طلوع ہوتے رہے۔ رسولِ خدا صلعم کی حیاتِ اقدس کے شب و روز ان کے سامنے تھے۔ خدا کے یہ برگزیدہ بندے قریش کے ڈھائے ہوئے مظالم برداشت کرنے کے بعد جب خدا کے رسولؐ کو ایک نظر دیکھ لیتے اور آپؐ کی زبانِ معجز بیان سے

کلامِ الٰہی کا کوئی حصہ سُن لیتے۔ تو اس قدر مسحور و پُرسکون ہو جاتے۔ کہ قریش کے اٹھائے ہوئے ہنگامے انہیں بے معنی نظر آنے لگتے، اور شمعِ رسالتؐ کے یہ پروانے حبیب نبی آخر الزمانؐ کے مُبارک قدموں میں بیٹھ کر ان ابدی انعامات کا وجدان کرتے۔ جو ان پریشانیوں کے بدلے میں انہیں خدائے وحدہٗ لاشریک کی طرف سے ملنے والے تھے۔ تو یہ خود قریش کے مظالم کو دعوت دینے لگتے، اور جب قریش انہیں اذیت دیتے دیتے تھک جاتے۔ تو کلمہ حق کے یہ زندہ شہید پریشان ہو جاتے، اور اُن کے جسم کا رُواں رُواں پکار اُٹھتا۔

واحسرتا کہ یار نے کھینچا ستم سے ہاتھ

ہم کو حریصِ لذّتِ آزار دیکھ کر

بہر حال اِن حضرات کے مقدّس نام یہ ہیں:۔

● حضرت حبابؓ بن الارث بن جندلہ بن سعد بن خزیمہ بن کعب۔

آپ کی کنیت ابُو عبد اللہ اور نسبی تعلّق قبیلہ تمیم سے تھا۔ جاہلیت میں غُلام بنا کر جب مکّہ میں فروخت کئے گئے۔ تو آپ کو اُمِّ انمار الخزاعیہ نے خریدا۔ جو سباع کی ماں تھی۔

یزید بن رومان سے مروی ہے۔ کہ حبابؓ بن الارث نے اُس وقت اسلام قبول کیا۔ جب خانۂ ارقم ابھی تحریکِ اسلامی کا مرکز نہیں بنا تھا۔ اور مسلمانوں کی تعداد چھ، سات سے تجاوز نہ ہوئی تھی۔

قریش نے اسلام سے پھیرنے کے لئے آپ پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے۔ ایک دن کوئلے جلا کر زمین پر بچھائے، آپ کو اس پر چت لٹایا۔ اور ایک شخص کو چھاتی پر چڑھا دیا۔ کہ آپ کروٹ بدلنے نہ پائیں۔ یہانتک کہ کوئلے پیٹھ کے نیچے پڑے پڑے

ٹھنڈے ہو گئے جس سے آپ کی پیٹھ برص کی طرح بالکل سفید ہو گئی۔

آپ کا عاص بن وائل پر قرض تھا جب آپ اس سے ادائیگی کا تقاضا کرتے تو وہ کہتا کہ جب تک محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا انکار نہ کرو گے، ایک کوڑی تک ادا نہیں کروں گا۔ مگر آپ ہمیشہ فرماتے:۔

"نہیں، جب تک تم مر کے پھر جیو، نہیں"۔

آپ نے جب مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ تو آپ قبا میں کلثوم بن ہدم کے کے پاس اترے۔ آپ مواخات میں جبیرؓ بن عتیک کے بھائی بنے تھے۔ آپ غزوہ بدر، احد، خندق، بلکہ تمام غزوات میں آنحضرت صلعم کے ہمرکاب رہے۔ آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ بن خبابؓ کی روایت کے مطابق ۳۷ھ میں بعمر بہتر سال انتقال کیا۔ محمد بن عمرؓ راوی ہیں کہ خبابؓ پہلے شخص ہیں۔ جن کی حضرت علیؓ نے کوفے میں قبر بنائی۔ اور جنگِ صفین سے واپسی پر ان پر نماز پڑھی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن

حضرت بلالؓ بن رباح

حضرت بلالؓ تاریخِ اسلام میں "مؤذن" کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ حبشی النسل امیہ بن خلف کے غلام اور السراۃ کے غیر خالص عربوں میں سے تھے۔ آپ حبشیوں میں سب سے پہلے ایمان کی دولت سے بہرہ مند ہوئے۔ آپ کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ اور آپ کی والدہ حمامہ بنی جمح میں سے کسی کی مملوکہ تھیں۔

حضرت بلالؓ اسلام قبول کرنے کی پاداش میں گوناگوں مصائب اور طرح طرح کے مظالم کا نشانہ بنے۔ آپ کو تپتی ہوئی ریت، جلتے ہوئے سنگریزوں اور دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا کر آپ کے استقلال و استقامت کی آزمائش کی گئی۔ مشرکین لڑکوں نے

گلوئے مبارک میں رسیاں ڈال کر آپ کو بازیچۂ اطفال بنایا۔ لیکن ان تمام روح فرسا و جانگسل آزمائشوں کے باوجود توحید کا حبلِ متین حضرت بلالؓ کے ہاتھ سے نہ چھوٹا۔

ستم پیشہ مشرکین میں آپ کا آقا اُمیہ بن خلف سب سے پیش پیش تھا۔ اس کی جدت طرازیوں نے ظلم وجفا کے نئے طریقے ایجاد کیئے تھے۔ وہ آپ کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچاتا، کبھی گائے کی کھال میں لپیٹتا، کبھی لوہے کی زرہ پہنا کر چلچلاتی دھوپ میں بٹھاتا اور کہتا "تمہارا خدا لات اور عزیٰ ہے" لیکن آپ کی زبان سے اَحد اَحد کے سوا اور کوئی کلمہ نہ نکلتا۔ مشرکین کہتے کہ تم ہمارے ہی الفاظ کا اعادہ کرو۔ مگر آپ فرماتے "میری زبان ان کو اچھی طرح ادا نہیں کر سکتی"۔

حضرت بلالؓ ایک روز حسبِ معمول وادی بطحا میں مشقِ ستم بنائے جا رہے تھے۔ کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اس طرف سے گزرے، تو یہ عبرت ناک منظر دیکھ کر دل بھر آیا، اور ایک گرانقدر رقم معاوضہ دے کر انہیں آزاد کرا دیا۔ آنحضرت صلعم نے سُنا تو فرمایا۔ "ابوبکرؓ! تم مجھے بھی اس میں شریک کر لو"۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کی "یا رسول اللہ! میں آزاد کرا چکا ہوں"۔

حضرت بلالؓ مکہ سے ہجرت کر کے جب مدینہ پہنچے۔ تو حضرت سعد بن خیثمہ کے مہمان ہوئے۔ حضرت ابورویحہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن خثعمیؓ سے مواخات ہوئی۔ آپ دونوں میں اتنی محبت پیدا ہو گئی تھی۔ کہ حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں جب حضرت بلالؓ نے شامی مہم کا ارادہ کیا۔ تو فاروقِ اعظمؓ نے پوچھا "بلالؓ! تمہارا وظیفہ کون وصول کرے گا"؟ عرض کی "ابورویحہؓ، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہم

دونوں میں جو برادرانہ تعلق پیدا کر دیا ہے۔ وہ کبھی منقطع نہیں ہو سکتا۔"

مدینہ منورہ کی زندگی میں جب خدائے لایزال کی عبادت و پرستش کے لئے نمازِ پنجگانہ قائم ہوئی اور اعلانِ عام کے لئے اذان کا طریقہ وضع کیا گیا۔ تو حضرت بلال رضؓ اپنی بلند و دلکش آواز کی بدولت اذان دینے پر مامور ہوئے۔ آپ کی دلکش و پُرتاثیر آواز توحید کے متوالوں کو بیچین کر دیتی تھی۔ آپ اگر کسی روز مدینہ میں موجود نہ ہوتے۔ تو حضرت ابو محذورہ رضؓ اور حضرت عمرو بن اُمِ مکتوم رضؓ آپ کی قائم مقامی کرتے تھے۔ حضرت بلال رضؓ سفر و حضر غرضیکہ ہر موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذنِ خاص تھے۔

حضرت بلال رضؓ تمام مشہور غزوات میں آنحضرت صلعم کے ہمرکاب رہے۔ غزوہ بدر میں حضرت بلال رضؓ نے اُمیہ بن خلف کو تہہ تیغ کیا۔ جو اسلام کا بڑا دشمن اور خود ان کی ایذا رسانی میں جس کا ہاتھ سب سے پیش پیش تھا۔

فتح مکہ میں بھی حضرت بلال رضؓ آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے۔ حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کعبہ میں داخل ہوئے۔ تو اس مؤذنِ خاص کو معیت کا فخر حاصل تھا۔ آنحضرت صلعم نے حضرت بلال رضؓ کو کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان دینے کا حکم دیا۔ خدا کی قدرت کہ وہ حریمِ قدس جس کو ابو الانبیاء ابراہیمؑ نے خدائے واحد کی پرستش کے لئے تعمیر کیا تھا۔ مدتوں صنم خانہ رہنے کے بعد پھر ایک حبشی نژاد کے نغمۂ توحید سے گونجا۔

آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد عہدِ صدیقی رضؓ میں حضرت بلال رضؓ خلیفۂ اوّل کی خدمت میں رہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے بعد حضرت عمر رضؓ سے بیحد اصرار کر کے جہاد میں شرکت کی

اجازت حاصل کی۔ اور شامی مہم میں شریک ہو گئے۔ پھر شام کے قصبہ خولان میں اپنے اسلامی بھائی حضرت ابو رویحہؓ سمیت مستقل سکونت اختیار کر لی۔ آخر ۲۰ھ بعہد خلافت حضرت عمرؓ بعمر تقریباً ساٹھ سال دنیائے فانی کو خیر باد کہا۔ اور دمشق میں باب الصغیر کے قریب مدفون ہوئے۔

آپ کے حلیہ کے متعلق مورخین نے لکھا ہے۔ کہ آپ کا قد کافی طویل، جسم لاغر، رنگ نہایت گندم گوں بلکہ مائل بہ سیاہی، سر کے بال بہت گھنے، خمدار اور اکثر سفید تھے۔

حضرت بلالؓ نے متعدد شادیاں کیں۔ ان کی بعض بیویاں عرب کے نہایت شریف و معزز گھرانوں سے تعلق رکھتی تھیں۔ حضرت ابو بکرؓ کی صاحبزادی سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کرا دیا تھا۔ بنی زہرہ اور حضرت ابو الدرداؓ کے خاندان میں بھی رشتہ مصاہرت قائم ہوا تھا لیکن کسی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

حضرت صہیبؓ بن سنان بن مالک

صہیبؓ نام اور کنیت ابو یحییٰ تھی۔ آپ کی والدہ سلمیٰ بنت قعید بن مہیض، قبیلہ تمیم سے تھیں۔ حضرت صہیبؓ کا اصلی وطن ایک قریہ تھا۔ جو باختلاف روایت لب دجلہ یا الجزیرہ میں واقع تھا۔ آپ کے والد یا چچا کسریٰ کی طرف سے اُبلہ کے عامل تھے۔ آپ ابھی بچہ تھے۔ کہ رومی فوجوں نے اُبلہ پر چڑھائی کی، اور دوسرے مال و اسباب کے ساتھ اس نونہال کو بھی لے گئے۔ آپ کی گمشدگی سے آپ کا گھرانہ ماتم کدہ بن گیا حضرت صہیبؓ کی بہن امیمہ اور چچا لبید نے ان کی تلاش و جستجو میں دنیا کی خاک چھان ماری۔ تمام مجامع، میلوں اور موسمی بازاروں میں ڈھونڈا۔

لیکن حضرت صہیبؓ کا کوئی سُراغ نہ لگا۔

حضرت صہیبؓ رُومیوں میں ہی پرورش پا کر جوان ہوئے۔ بنی کلب نے آپ کو خرید کر مکّہ پہنچایا اور ان سے عبداللہ بن جدعان نے خرید کر آپ کو آزاد کر دیا۔ ایک دُوسری روایت کے مطابق حضرت صہیبؓ خود بھاگ کر مکّہ آئے تھے اور عبداللہ سے حلیفانہ تعلّق تھا۔ بہرحال آپ مکّہ میں عبداللہ کی زندگی تک اس کے ساتھ رہے۔ جب مکّہ میں اسلام کا غلغلہ بلند ہوا تو تفتیش وجستجو کے خیال سے حضرت عمّار کے ساتھ مل کر آستانہ نبوّت پر حاضر ہوئے اور بتوفیق الٰہی حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔

حضرت صہیبؓ پہلے رومی تھے۔ جنہوں نے صدائے توحید کو لبّیک کہا۔ آنحضرت صلعم فرمایا کرتے تھے۔ کہ صہیبؓ رُوم کا پہلا پھل ہے۔ حضرت صہیبؓ جن دنوں اسلام لائے۔ اُن دنوں آنحضرت صلعم ارقم بن ابی ارقمؓ کے مکان میں پناہ گزین تھے۔ اور تیس ۳۰ سے زائد صحابہ کرامؓ اس میں داخل ہو چکے تھے۔ جن میں سے اکثر دن نے مشرکین کے خوف سے اپنا اسلام ظاہر نہ کیا تھا۔

حضرت صہیبؓ گو غریب الوطن تھے اور اس سرزمینِ کفر میں کوئی ان کا حامی معاون نہ تھا تاہم غیرتِ ایمانی نے چھپ کر رہنا پسند نہ کیا۔ چنانچہ اُنہوں نے ابتدا ہی میں اپنے مذہب کی تبدیلی کا حال ظاہر کر دیا۔ اور راہِ خدا میں گوناگوں مصائب ومظالم برداشت کئے لیکن استقامت واستقلال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا۔

حضرت صہیبؓ سب سے آخری مہاجر تھے۔ جب آپ نے رختِ سفر درست کر کے

ہجرت کا ارادہ کیا۔ تو مشرکینِ قریش نہایت سختی سے سدِّ راہ ہوئے، اور آپؓ کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا چنانچہ حضرت صہیبؓ اپنے مال و منال کے عوض متاعِ ایمان کا سودا خرید کر مدینہ پہنچے، جہاں حضرت سعد بن خیثمہؓ کے مہمان ہوئے اور حضرت حارث بن الصمہؓ سے مواخات ہوئی۔

حضرت صہیبؓ تیر اندازی میں کمال رکھتے تھے۔ غزوۂ بدر، اُحد، خندق اور تمام دوسرے مشاہدات میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ہمرکاب رہے۔ عالمِ پیری میں آپ لوگوں کو جمع کر کے نہایت مؤثر انداز میں اپنے جنگی کارناموں کی دلچسپ داستان سنایا کرتے تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ آپ سے بہت حُسنِ ظن رکھتے تھے، اور خاص لطف و کرم کے ساتھ پیش آتے تھے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے وفات کے وقت وصیّت فرمائی کہ حضرت صہیبؓ ہی ان کی نمازِ جنازہ پڑھائیں اور اہلِ شوریٰ جب تک مسئلہ خلافت کا فیصلہ نہ کریں۔ وہ امامت کا فرض انجام دیں۔ چنانچہ حضرت صہیبؓ نے تین دن تک نہایت خوش اسلوبی سے اس فرض کو پورا کیا۔

۳۸ھ میں پیمانۂ حیات لبریز ہو گیا۔ ستّر، بہتّر برس کی عمر میں وفات پائی۔ اور بقیع کے گورِ غریباں میں مدفون ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

حضرت صہیبؓ سرچشمۂ اخلاق سے بہت زیادہ مستفیض ہوئے تھے۔ فرمایا کرتے تھے۔ کہ نزولِ وحی سے پہلے ہی مجھے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مصاحبت کا فخر حاصل تھا۔ آپ اس درجہ مہمان نواز، غریب پرور اور کشادہ دست تھے کہ لوگوں کو اسراف کا دھوکہ ہوتا تھا۔ آپ کا قد میانہ بلکہ ایک حد تک کوتاہ، چہرہ

نہایت سُرخ، سر کے بال گھنے اور زبان میں لکنت تھی۔

حضرت عمارؓ بن یاسر بن عامر بن مالک بن کنانہ بن قیس

آپ کی کُنیت ابوالیقظان اور والدہ کا نام حضرت سُمّیہؓ تھا جیسا کہ حضرت یاسرؓ کے حالات میں لکھا جاچکا ہے۔ کہ حضرت یاسرؓ قحطانی النسل تھے۔ اور اپنے اصلی وطن یمن سے اپنے ایک مفقودالخبر بھائی کی تلاش میں مکّہ آئے، اور یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔ مکّہ میں ابوحذیفہ بن المغیرہ مخزومی کی ایک لونڈی سُمّیہ سے شادی کی جس سے حضرت عمارؓ پیدا ہوئے۔

مکّہ میں جب اسلام کا غلغلہ بلند ہوا۔ تو حضرت عمارؓ اور حضرت صہیبؓ بن سنان ایک ساتھ خانہ ارقم میں آنحضرت صلعم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ کہ ساقیٔ اسلامؐ کے ایک ہی جام نے دونوں کو نشۂ توحید سے مخمور کر دیا۔ پھر حضرت عمارؓ کے والدین بھی اپنے بلند بخت بیٹے کے ساتھ یا آگے پیچھے مشرف بہ اسلام ہوئے۔

صحیح بخاری کی ایک روایت ہے۔ کہ حضرت عمارؓ جس وقت ایمان لائے اُس وقت تیس۳۰ سے زائد اصحاب داخلِ اسلام ہو چکے تھے۔ مگر کفار کے خوف سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے علاوہ صرف پانچ مردوں اور دو عورتوں نے ہی اپنا اسلام ظاہر کیا تھا۔

حضرت عمارؓ گو بے یار و مددگار اور غریب الوطن تھے۔ اور آپ کی والدہ ماجدہ حضرت سمیہؓ اس وقت تک بنی مخزوم کی غلامی سے آزاد نہ ہوئی تھیں۔ تاہم جوشِ ایمانی نے ایک دن سے زیادہ مخفی ہو کر رہنے نہ دیا۔ مشرکین نے حضرت عمارؓ اور ان کے خاندان کو لاچار و مجبور دیکھ کر سب سے زیادہ انہیں اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا۔ طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ ٹھیک دوپہر کے وقت تپتی ریت پر لٹایا۔ دہکتے ہوئے انگاروں سے

جلایا۔ اور گھنٹوں پانی میں غوطے دئے۔ لیکن جلوۂ توحید نے کچھ ایسی وارفتگی بخش دی تھی۔ کہ اِن تمام سختیوں کے باوجود قریش اس خاندان کو اسلام سے برگشتہ نہ کر سکے۔ یہانتک کہ حضرت عمّارؓ کے والدین نے راہِ حق میں جان دے دی۔ مگر صراطِ مستقیم سے ایک قدم پیچھے ہٹنا بھی گوارا نہ کیا۔ آنحضرت صلعم جب اس خاندان پر عذاب ہوتا دیکھتے، تو فرماتے "اے آلِ عمّارؓ خوشخبری سُن لو، کہ تمہارے وعدے کا مقام جنت ہے"

والدین کی شہادت کے بعد ایک دن مُشرکین نے حضرت عمّارؓ کو پانی میں اس قدر غوطے دئے۔ کہ آپ بالکل بدحواس ہو گئے۔ اسی حالت میں جفا کاروں نے جو کچھ چاہا، آپ کی زبان سے اقرار کرا لیا۔ جب حضرت عمّارؓ نے اس مصیبت سے خلاصی پائی۔ تو غیرتِ اسلام نے عرق عرق کر دیا۔ آپ فوراً دربارِ نبوّتؐ میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلعم نے پُوچھا "عمّارؓ کیا خبر ہے"؟ حضرت عمّارؓ نے عرض کی "یا رسولؐ اللہ! نہایت ہی بُری خبر ہے۔ آج مجھے اُس وقت تک خلاصی نہ ملی جب تک مَیں نے آپ کی شان میں بُرے الفاظ اور مشرکین کے معبُودوں کے حق میں کلماتِ خیر استعمال نہ کئے" ارشادِ نبوّتؐ ہُوا "تم اپنا دل کیسے پاتے ہو"؟ عرض کی "میرا دل ایمان سے مطمئن ہے" آنحضرت صلعم نے نہایت شفقت کے ساتھ ان کے آنسو پُونچھے، اور فرمایا۔ "کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر یہ پھر ہو، تو پھر ایسا ہی کرو" اس واقعہ کے بعد قرآن پاک کی یہ آیت نازل ہوئی:۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِیْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ۔ (النحل آیت ۱۰۶)

جو شخص ایمان لانے کے بعد خدا کا انکار کردے، مگر وہ جو مجبور کیا گیا ہو، اور اُس کا دل ایمان سے مطمئن ہے (اُس کو کوئی مواخذہ نہیں)

حضرت عمارؓ نے نماز پڑھنے کے لئے اپنے گھر میں مسجد بنائی ہوئی تھی۔ آپ کی حبشہ کی ہجرت کے متعلق اربابِ سیّر میں اختلاف ہے۔ بعضوں کا خیال ہے۔ کہ دُوسری مرتبہ جب صحابہ کرامؓ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ تو حضرت عمارؓ ان مہاجرین کے ساتھ تھے۔ جب مدینہ کی ہجرت کا عام حکم ہُوا۔ تو حضرت عمارؓ نے بھی اس سرزمینِ امن کی راہ لی اور حضرت مبشّر بن عبدالمنذرؓ کے مہمان ہوئے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہاں حضرت حذیفہؓ بن الیمان انصاری سے بھائی چارہ کرادیا۔ اور مستقل سکونت کے لئے ایک قطعہ زمین بھی مرحمت فرمایا۔

حضرت ابُوسعیدؓ فرماتے ہیں۔ کہ مسجدِ نبویؐ کی تعمیر کے وقت ہم لوگ ایک ایک اینٹ اُٹھاتے تھے، اور عمارؓ دُو دُو۔ ایک دفعہ آنحضرت صلعم کی طرف سے گزرے تو حضورؐ نے نہایت شفقت کے ساتھ حضرت عمارؓ کے سر سے غبار صاف کرکے فرمایا "افسوس عمارؓ! تمہیں باغی گرُوہ قتل کرے گا۔ تم اُسے خدا کی طرف دعوت دو گے۔ اور وُہ تمہیں جہنّم کی طرف بُلائے گا۔"

حضرت عمارؓ کی شہادت کے متعلق اہلِ سیّر نے لکھا ہے۔ کہ جنگِ صفین میں حضرت عمارؓ نے حضرت علیؓ کا ساتھ دیا تھا۔ عین معرکۂ جنگ میں جبکہ آپ غنیم پر باز کی طرح جھپٹ رہے تھے۔ ابن الغادیہ کے نیزے سے زخمی ہوکر زمین پر گر گئے۔ اور ایک دُوسرے شامی نے بڑھ کر سر تن سے جُدا کردیا۔ پھر یہ دونوں قاتل جھگڑتے ہوئے امیر معاویہؓ کے دربار میں پہنچے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک اس کارنامہ کو اپنی طرف منسوب کرتا تھا۔ حضرت عمرو العاصؓ حاضرِ دربار تھے۔ اُنہوں نے کہا۔ "خُدا کی قسم یہ دونوں جہنّم کے لئے جھگڑ رہے ہیں۔"

حضرت علیؓ نے جب اپنے مونس و جاںنثار کی شہادت کی خبر سنی تو آہ سرد کھینچ کر فرمایا:۔

"خدا نے عمارؓ پر رحم کیا جس دن اسلام لائے۔ خدا نے رحم کیا جس دن شہید ہوئے اور خدا ان پر رحم کرے گا جس دن زندہ اُٹھائے جائیں گے میں نے ان کو اس وقت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ دیکھا تھا جب کہ صرف چار یا پانچ صحابہؓ کو اعلانِ ایمان کی توفیق عطا ہوئی تھی۔ قدیم صحابہؓ میں سے کوئی بھی ان کی مغفرت میں شک نہیں کر سکتا۔ عمارؓ اور حق لازم و ملزوم تھے، اس لئے ان کا قاتل جہنّمی ہوگا"

اس کے بعد تجہیز و تکفین کا حکم دیا۔ خود نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اور خون آلود پیراہن کے ساتھ اکیانوے ۹۱ برس کی عمر کے اس حامیٔ حق کو زیرِ زمین پنہاں کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

حضرت عمارؓ آنحضرت صلعم کی حیاتِ اقدس میں غزوہ تبوک تک جس قدر اہم معرکے پیش آئے۔ سب میں نہایت جانبازی و شجاعت کے ساتھ حضرت خیرالانام صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ہمرکاب رہے۔ عہدِ صدیقیؓ کی اکثر خون ریز جنگوں میں بھی خوب دادِ شجاعت دی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ۲۰ھ میں آپ کو کوفہ کا والی بنایا۔ جہاں تقریباً پونے دو سال تک بڑی خوش اسلوبی اور بیدار مغزی کے ساتھ اپنے فرائضِ منصبی انجام دیتے رہے۔

حضرت عمارؓ کی مذہبی زندگی کے متعلق مورّخین لکھتے ہیں۔ کہ آپ کو خدائے جلّ وعلا

کی عبادت و پرستش میں خاص لُطف حاصل ہوتا تھا۔ رات رات بھر نماز اور وظائف میں مشغول رہتے تھے۔ جُمعہ کے روز خُطبہ سے پہلے منبر پر بیٹھ کر عموماً سُورۂ یٰسین تلاوت فرماتے تھے۔ خُطبہ نہایت فصیح و بلیغ ہوتا، اور اس میں ایجاز و اختصار خاص طور پر ملحوظ رکھتے تھے۔ ایک دفعہ کسی نے اس اختصار پر اعتراض کیا، تو بولے :۔

"رسولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فرمایا کرتے تھے۔ کہ نماز کو طول دینا اور خُطبہ مختصر کرنا انسان کی سمجھ کی علامت ہے۔"

حضرت اُبُو فکیہہ

امام ابن سعدؒ لکھتے ہیں۔ کہ حضرت اُبُو فکیہہؓ اَزد میں سے تھے، اور بعض کے نزدیک بنی عبدالدّار کے مولیٰ تھے۔ مکّہ میں اسلام لائے۔ ان پر عذاب کیا جاتا تھا کہ اپنے دین سے پھر جائیں، مگر وُہ انکار کرتے تھے۔ بنو عبدالدّار آپ کو ٹھیک دوپہر کے وقت شِدّت کی گرمی میں ہتھکڑیاں وغیرہ پہنا کر سخت گرم ریت پر مُنہ کے بل گرا دیتے اور بھاری پتّھر آپ کی پُشت پر رکھ دیتے۔ یہانتک کہ آپ بیہوش ہو جاتے ظُلم و تشدّد کا یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔ حتّٰی کہ اصحابِ رسولؐ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور حضرت اُبُو فکیہہؓ بھی اِن کے ساتھ ہجرتِ ثانیہ میں شریک ہو گئے۔

امام ابنِ حجرؒ کے بیان کے مطابق حضرت اُبُو فکیہہؓ صفوان بن اُمیّہ کے غلام تھے۔ جب اسلام لائے، تو اُمیّہ بن خلف نے آپ کے پاؤں میں رسّی باندھی، گھسیٹتے ہوتے باہر لے گیا، اور تپتی زمین پر ڈال دیا۔ پھر آپ کا گلا گھونٹنے لگا۔ کہ اُمیّہ کا بھائی اُبی بن خلف آگیا اور کہنے لگا۔ "اور زیادہ سختی کرو"۔ چنانچہ اُمیّہ برابر گلا گھونٹتا رہا۔ یہانتک کہ یہ خیال کیا کہ حضرت اُبُو فکیہہؓ شہید ہو گئے۔

ایک دن حضرت ابوبکر صدیقؓ ادھر سے گزرے۔ حضرت ابوفکیہہؓ کی حالت دیکھ کر دل بھر آیا۔ چنانچہ خرید کر آزاد کر دیا۔

● حضرت عامرؓ بن فہیرہ

آپ غزوہ بیر معونہ ۴ھ میں شہید ہوئے۔ آپ کے حالات شہدائے بیر معونہ کے ضمن میں درج کئے گئے ہیں۔

● حضرت لبینہؓ (یا لُبَیبہؓ)

مؤلف سیرۃ النبیؐ لکھتے ہیں:۔

"یہ بیچاری ایک کنیز تھیں۔ حضرت عمرؓ (قبولِ اسلام سے پہلے) اس بیکس کو مارتے مارتے تھک جاتے تو کہتے تھے۔ کہ "میں نے تجھ کو رحم کی بنا پر نہیں، بلکہ اس وجہ سے چھوڑ دیا ہے کہ تھک گیا ہوں"۔ وہ نہایت استقلال کے ساتھ جواب دیتیں کہ "اگر تم اسلام نہ لاؤ گے، تو خدا اس کا انتقام لے گا"۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔

● حضرت زنیرہؓ

علامہ شبلیؒ لکھتے ہیں:۔

"حضرت عمرؓ کے گھرانے کی کنیز تھیں اور اس وجہ سے حضرت عمرؓ (اسلام لانے سے پہلے) ان کو جی کھول کر ستاتے۔ ابوجہل نے ان کو اس قدر مارا کہ آنکھیں جاتی رہیں۔

انہی کے حالات میں ابنِ ہشامؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"حضرت زنیرہؓ جب آزاد ہوئیں۔ تو ان کی بینائی جاتی رہی۔ یہ دیکھ کر قریش نے کہا، لات و عزّیٰ نے اسے اندھا کر دیا۔ زنیرہؓ نے سُنا تو کہا "بیت اللہ کی قسم قریش جھوٹے ہیں لات و عزّیٰ نہ کسی کو نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع۔ پس اللہ تعالیٰ نے پھر ان کی بینائی بحال کر دی"۔

انہیں حضرت ابُوبکر صدیقؓ نے خرید کر آزاد کیا تھا۔

حضرت نہدیہؓ اَور اُن کی صاحبزادی

حضرت نہدیہؓ کے حالات میں ابنِ ہشامؒ لکھتے ہیں کہ:۔

حضرت ابُوبکرؓ نے حضرت نہدیہؓ اَور اُن کی بیٹی کو بھی آزاد کیا۔ یہ دونوں بنو عبد الدّار کی ایک عورت کی ملک تھیں۔ اس عورت نے ان دونوں ماں بیٹی کو آٹا پیسنے کے لئے دیا۔ ساتھ ہی کہا۔ "واللہ مَیں تمہیں کبھی آزاد نہ کروں گی"۔

حضرت ابُوبکر صدیقؓ اِن کے پاس سے گزرے۔ یہ سُن کر فرمایا:۔

"اَے فلاں شخص کی ماں! قسم توڑ دے۔ اَور اس کا کفّارہ ادا کر دے"۔

وہ بولی:۔

"تمہیں نے تو انہیں بگاڑا ہے۔ تمہیں انہیں آزاد کراؤ"۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا:۔ "اِن کی قیمت بتاؤ"۔

اس عورت نے کہا:۔ "اِتنی رقم"۔

حضرت ابُوبکر صدیقؓ نے فرمایا:۔

"مَیں نے انہیں خرید لیا، اَور یہ دونوں آزاد ہیں"۔ ساتھ ہی حضرت

ابوبکر صدیق رضؓ نے حضرت نہدیہ رضؓ اور اُن کی بیٹی سے فرمایا :۔

"اِس کی چیز واپس کر دو۔"

دونوں ماں بیٹی نے عرض کیا :۔ "اے ابوبکر رضؓ، ابھی واپس کر دیں، یا کام پورا کر کے۔"

حضرت ابوبکر رضؓ نے فرمایا :۔ "جیسا تم چاہو۔"

حضرت اُمِّ عبیس رضؓ

علّامہ شبلیؒ تحریر فرما ہیں کہ :۔

"حضرت نہدیہ رضؓ اور اُمِّ عبیس رضؓ، یہ دونوں بھی کنیزیں تھیں، اور اسلام لانے کے جرم میں سخت سے سخت مصیبتیں جھیلتی تھیں۔"

شیخ الاسلام رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں :۔

"(حضرت) اُمِّ عبیس رضؓ ان سابقین مسلمین میں سے ایک ہیں جنہیں مشرکین نے عذاب میں مبتلا کیا ہے۔"

اور محمّد بن عثمان بن ابی شیبہ نے اپنی تاریخ میں بسند روایت کیا ہے کہ حضرت اُمِّ ہانی رضؓ بنت ابی طالب نے فرمایا :۔

اعتق ابوبکر بلالا	حضرت ابوبکر رضؓ نے حضرت بلال رضؓ
وعتق معه ستة،	اور اُس کے ساتھ چھ اور اشخاص کو آزاد
منهم ام عبیس ——!	کیا، جن میں حضرت اُمِّ عبیس بھی ہیں۔!

اسلام اور جہاد ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں، اور ایک ہی معنی کیلئے دو مرادف الفاظ ہیں، اور اسلام کے معنی جہاد ہیں اور جہاد کے معنی اسلام۔ —— جب کوئی جماعت جہاد ترک کر دیتی ہے۔ تو اُس پر بلائیں نازل ہوتی ہیں، جو کبھی دُور نہیں ہو سکتیں۔ اِلاّ یہ کہ وہ اس معصیت سے باز آئیں —— کوئی خاص وقت اور عہد اس کے لئے مخصوص نہیں۔ ہر حال اور ہر زمانے میں ایک مسلم و مومن زندگی کے ایمان و صداقت کی بُنیاد یہی چیز اور اسی کا سچّا عشق و ولولہ ہے ——

نماز دین کا ستُون ہے، اور روزہ بُرائیوں کی ڈھال، لیکن یہ دین کی بُنیاد ہے، اور بُرائیوں کو معدُوم کر دینے والی تلوار —— ہزاروں نمازیں اور ہزاروں روزے بھی اس ایک قطرۂ خُون کی تقدیس نہیں پا سکتے، جو اس راہ میں بہایا گیا ہو، اور عُمر بھر کی صدقات و خیرات بھی اس ایک درہم کے اَجر کا مقابلہ نہیں کر سکتیں، جو اس راہ میں خرچ کیا گیا —— حضرت ختم المرسلین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے تمام عالم کی ضلالتوں اور تاریکیوں کو دُور کرنا چاہا اور اپنی تمام اپنی جماعت مقدّس کی زندگی اس راہ میں صرف کر دی ٭

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ہ

باب سوم

نبوّت کا دس سالہ مدنی دور

فرمانِ جہاد

اور

سلسلۂ غزوات و سرایا

جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَہُمْ وَاَمْوَالَہُمْ بِاَنَّ لَہُمُ الْجَنَّۃَ ؕ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ قف

(سُوْرَۃُ اَلتَّوْبَہ آیت ۱۱۱)

بلاشبہ اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں بھی خرید لیں، اور ان کا مال بھی، اور اس قیمت پر خرید لیں، کہ ان کے لئے بہشت (کی جاودانی زندگی) ہو۔ وہ (کسی دُنیوی مقصد کی راہ میں نہیں بلکہ) اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں۔ پس مارتے بھی ہیں اور مرتے بھی ہیں۔

فرمانِ جہاد

تمام مؤرخین و محدثین اس حقیقت کے بالاتفاق معترف ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ذیل کی آیاتِ بیّنات نازل فرما کر مسلمانوں کو حملہ آور دشمن کے مقابلہ میں اپنے دفاع کی اجازت بخشی۔ مزید مؤرخین کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ یہ حکم ۱۲ صفر ۲ھ کو نازل ہوا۔

چنانچہ اس ارشادِ خداوندی کے ساتھ ہی تحریک اسلامی ایک ایسے انقلاب آفریں دور میں داخل ہوئی جس سے خداوندِ عالم اور اس پر لازوال یقین کے ساتھ کلمۂ حق کی سربلندی کے لئے قتل ہونا قتل کرنا اور ہر حال میں ثابت قدم رہنا مسلمانوں کی بنیادی اور اہم ترین خصوصیت قرار پائی۔

أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۨ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ

(سورۃ الحج۔ آیت ۳۹۔۴۰)

جنگ کرنے والوں کو اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم ہوا اور خدا ان کی مدد پر بیشک قادر ہے یہ لوگ اپنے وطن سے بلاوجہ صرف اس لئے نکالے گئے۔ کہ انہوں نے اللہ کو اپنا رب مان لیا ہے اور اگر بعض لوگوں (حملہ آوروں) کو بعض لوگوں (مسلمانوں) سے اللہ پاک دفع نہ کراتا تب ضرور عیسائیوں کے گرجے، یہودیوں کے معابد اور ترسا کے مندر اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں اسمِ الٰہی کا ذکر کثیر ہوتا ہے گرا دی جاتیں۔

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَوْلِیٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ (البقرہ۔ ایت ۲۵۷)

خدا مسلمانوں کا دوست اور ساتھی ہے ان کو ہر طرح کی تاریکیوں سے نکال کر فطرتِ صالحہ کی ربّانی روشنی میں لاتا ہے۔ مگر کُفّار کے دوست ان کے طاغوت ہیں۔ جو ان کو خدا کی بخشی ہوئی روشنی سے نکال کر جہل وضلالت کے اندھیرے کی طرف لے جاتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیغمبر خاتم
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی

مدینہ منورہ میں مبارک آمد اور اسلامی معاشرہ کی تشکیل

مشرکین مکہ کی ریشہ دوانیوں اور انتقامی کاروائیوں

کے مقابلہ پر

مسلمانوں کی عظیم عملی جدوجہد کا آغاز

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

اسلام کے اوّلین عظیم الشان معرکہ

غزوۂ بدرؓ

کا

پس منظر اور کلمۂ حق کے اُن جانثاروں کا مقدّس ذکر

جنہوں نے

اِسلام کے روشن مستقبل کیلئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا

مُسلمان	شرکائے معرکہ	۳۱۳	
	تعداد شہداء	۱۴	متفق علیہ
کُفّار	شرکائے معرکہ	۱۰۰۰	(تقریباً)
	مقتول	۷۰	
	اسیر	۷۰	

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آنحضرت صلعم کی مدینہ میں مبارک آمد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہجرتِ مکہ کے بعد جب قبا میں پہنچے۔ تو اہلِ مدینہ نے آنکھیں فرشِ راہ کر کے جس والہیت اور عقیدت کے ساتھ آپؐ کا استقبال کیا وہ واقعی نبوت کی شایانِ شان تھا۔ مدینہ کے انصار، جو قبیلہ اوس اور خزرج سے تھے، اس طرح آپؐ کے گرد جمع ہوئے، جس طرح مدتوں کے پیاسے آبِ شیریں کے گرد جمع ہوں۔ آنحضرت صلعم چار روز تک قبا میں حضرت کلثوم بن ہدمؓ کے ہاں قیام فرمانے، اور مسجد قبا کی نیو اُٹھانے کے بعد تشریف فرمائے مدینہ ہوئے۔ یہ ۱۲ ربیع الاوّل ۱ھ مطابق ۲۴ ستمبر ۶۲۲ء جمعہ کا مبارک دن تھا۔ کہ آپؐ نے قبا سے مدینہ منورہ جاتے ہوئے محلہ بنو سالم میں اسلام کا پہلا جمعہ پڑھایا اور نماز سے پہلے خطبہ ارشاد فرمایا۔ بعد ازادائے نماز آپؐ مدینہ پہنچے اور بنو نجار کے محلہ میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے ہاں اُترے۔ آپؐ کے اس قیام کے ساتھ ہی یثرب کا نام بدل کر مدینۃ النبیؐ ہو گیا۔ جو آخر کار مدینہ کے نام سے معروف ہوا۔

مواخات | آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قیامِ مدینہ کے فوراً بعد اسی محلہ میں دو یتیم بچوں سہل اور سہیل کی اُفتادہ زمین خرید کر مسجدِ نبویؐ کی بنیاد رکھی۔ اور خود اپنے دستِ مبارک سے پتھر ڈھو ڈھو کر اس کی تعمیر میں حصہ لیا۔ انہی دنوں آپؐ نے مہاجرین و انصار کے درمیان رشتۂ اخوت قائم فرمایا۔ آپؐ کا یہ مبارک اقدام وقت

کا اہم ترین تقاضا تھا۔ کیونکہ مکہ سے مہاجرین کی آمد اس امر کی متقاضی تھی کہ مقامی و مہاجر حضرات میں ایک ایسا رشتہ قائم کیا جائے۔ جس کی بنیاد میں خون اور نسل کے مقابلہ پر اسلام کی ابدی صداقتیں کام کر رہی ہوں۔ چنانچہ حضورؐ نے مہاجرین و انصار کو حضرت انسؓ بن مالک کے گھر جمع فرمایا۔ حاضرین کی تعداد نوّے ۹۰ تھی۔ جس میں نصف مہاجرین اور نصف انصار تھے۔ آنحضرت صلعم نے بعض حضرات کو بعض کے ساتھ وابستہ فرما دیا۔ اس رشتہ مؤدّت و یگانگت نے جو صورت اختیار کی وہ بے نظیر تھی۔ اس سے ایک ایسی قومیّت کی بنیاد پڑی۔ جو اسلام کی ہمہ گیری اور عالمگیریت کی ایک روشن دلیل ہے۔

مہاجرینِ مکہ جس حالتِ بے بسی میں مدینہ پہنچے تھے۔ وہ اس کی مستحق تھی کہ اُن کے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے۔ کہ وہ ماضی کی تلخیاں بھول کر ایک نئی زندگی کی طرح ڈالیں اور اپنے آپ کو آنے والی آزمائشوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے تیار کر لیں۔ اور بلا ریب یہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی عظیم الشّان پیغمبرانہ فراست کا اعجاز تھا۔ کہ مہاجرین و انصار اس طرح شیر و شکر ہو گئے۔ کہ کوئی مہاجر، مہاجر نہ رہا۔ مہاجرین زمین، جائداد اور مال و دولت میں اپنے انصار بھائیوں کے ساتھ برابر کے شریک ہو گئے۔

یہاں اگر اُن ریشہ دوانیوں کو بھی پیشِ نظر رکھا جائے۔ جو اہلِ یہود، مدینہ کے انصار، اوس اور خزرج، میں پھوٹ ڈالنے کے لئے ہمیشہ جاری رکھتے تھے۔ تو اس مواخات کی عظیم حکمت کو تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں رہتا۔ یہودی، جن کی زندگی صرف ایسی ہی سازشوں کے سہارے قائم تھی۔ ظاہر ہے کہ مہاجرین و انصار کے درمیان

منافرت پھیلانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے۔ مگر مواخات نے اُن کی تمام چالیں خاک میں ملا دیں۔ فی الحقیقت یہ رشتہ اخوت مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم تھا ورنہ وہ اگر منتشر رہتے۔ تو تباہی سے انہیں کوئی نہ بچا سکتا۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے:۔

فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ (آلِ عمران: آیت ۱۰۳)

مسلمانو! یہ اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے۔ کہ تم سب بھائی بھائی بن گئے ہو۔ تم آگ کے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے۔ اللہ نے تمہیں اس میں گرنے سے بچا لیا۔

اہلِ یہود سے معاہدہ آنحضرت صلعم چونکہ ایک ایسے معاشرہ کی تشکیل فرمانا چاہتے تھے جو ہر لحاظ سے اسلام کی حقانیت کا آئینہ دار ہو۔ اس لئے ضروری تھا، کہ اطرافِ مدینہ میں بسنے والے قبائل کے ساتھ ایسے معاہدات کئے جائیں۔ جو ایک دُوسرے کے احترام اور صلح و آشتی کی بنیادوں پر قائم ہوں۔ اِن دنوں اہلِ یہود کے تین قبائل یعنی بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ اطرافِ مدینہ میں رہتے تھے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے اِن قبائل کے رؤسا کو بلا کر اپنی رہنمائی میں ایک ایسا معاہدہ مرتب و نافذ فرمایا۔ جو ہر لحاظ سے انصارِ مدینہ اور اہلِ یہود کے لئے قابلِ قبول تھا۔ تاریخی طور پر بلاشبہ اس معاہدہ کو دُنیا کے اوّلین باقاعدہ تحریری وفاقی دستور کی حیثیت حاصل ہے۔

فرمانِ جہاد جب تک سرکارِ دو عالم صلعم مکہ معظمہ میں مقیم رہے۔ اُس وقت تک صرف دلائل و حجت کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی توحید کی طرف بلانے اور اسلام کی دعوت دینے کا حکم تھا۔ چنانچہ حضورؐ مکی زندگی میں انتہائی نامساعد حالات کے باوجود لوگوں کو نرمی اور محبت کے ساتھ دینِ حقہ کی طرف بلاتے اور بت پرستی سے منع فرماتے

رہے۔ حضورؐ نے مکہؔ میں اگرچہ بیحد وحساب مصائب برداشت کئے اور آپؐ کے اصحابؓ پر بے پناہ مظالم توڑے گئے۔ تاہم آپؐ نے کبھی صبر و استقلال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ آخر جب حالات زیادہ سنگین ہو گئے۔ اور مکہؔ کے لوگ آپؐ کی تبلیغ حق سے چڑ کر آپؐ کے قتل کے درپے ہوئے۔ تو آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ مکہؔ چھوڑا اور مدینہ میں آ کر قیام فرمایا لیکن پھر بھی قریشِ مکہؔ کی آتشِ انتقام سرد نہ ہوئی، اور وہ یہاں بھی پیغمبرِ اسلامؐ اور آپؐ کے اصحابؓ کو مٹانے کے منصوبے باندھنے لگے۔ مدینہ منورہ جو اب تک بیرونی خطرات سے محفوظ تھا۔ آپؐ کی آمد کے ساتھ ہی قریشِ مکہؔ کے غیض و غضب کی تاراج گاہ بن گیا۔ چنانچہ آپؐ کی آمد کے چند دن بعد قریش نے عبداللہ بن اُبی کو، جو واقعہ ہجرت سے پہلے رئیس الانصار تھا، اور انصار نے اُس کی تاجپوشی کی شاہانہ رسم ادا کرنے کے لئے تاج تیار بھی کر لیا تھا۔ خط لکھا کہ:۔

"تم نے ہمارے آدمی کو اپنے ہاں پناہ دی ہے۔ ہم خدا کی قسم کھاتے ہیں، کہ یا تو تم لوگ اِن کو قتل کر ڈالو، یا مدینہ سے نکال دو۔ ورنہ ہم سب تُم پر حملہ کریں گے۔ اور تُم کو فنا کر کے تمہاری عورتوں پر تصرّف کریں گے۔"

اور یہ خط محض دکھاوے کا خط نہ تھا۔ بلکہ اِن دنوں قریش مدینہ پر حملے کی تیاریاں بھی کر رہے تھے۔ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سمجھانے بُجھانے پر عبداللہ بن اُبی قریش کے "حکم" کی تعمیل تو نہ کر سکا۔ تاہم اہلِ مدینہ پر قریشِ مکہؔ کے اچانک حملہ کا خطرہ ضرور منڈلانے لگا تھا۔

بہر کیف مدینہ میں بھی جب حالات حد درجہ سنگین ہوگئے اور چاروں طرف سے اہلِ اسلام پر عرصۂ حیات تنگ کیا جانے لگا۔ تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حملہ آور دشمنوں کے مقابلہ پر اپنی مدافعت کی اجازت بخش دی۔ چنانچہ سورۃ الحج کی آیات ۳۹-۴۰ کے ذریعہ حکمِ جہاد ملتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو تدابیر اختیار کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اوّل یہ کہ قریش کی شامی تجارت، جو اُن کی سرمایہ غرور تھی، بند کردی جائے۔ دوسرے مدینہ کے قرب و جوار کے قبائل سے امن و امان کا معاہدہ کرلیا جائے۔ تاکہ قریشِ مکہ نہ صرف تجارت کے بند ہو جانے کی وجہ سے صلح پر مجبور ہو جائیں۔ بلکہ معاہد قوموں کو مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ بھی نہ کرسکیں۔

حضورؐ کا پہلا غزوہ — غزوۂ ودّان چنانچہ صفر ۲ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفسِ نفیس ابواء تک تشریف لے گئے۔ اس غزوہ میں آنحضرت صلعم کے ہمراہ ساٹھ یا ستّر مہاجر صحابہؓ تھے۔ آنحضرت صلعم نے قریش کی ایک جماعت کی مزاحمت کی غرض سے مقام ودّان تک سفر فرمایا۔ مگر کوئی مڈبھیڑ نہ ہوئی۔ آپؐ نے یہاں چند روز قیام فرما کر معاہدۂ امن کو وسعت دینے کی غرض سے آس پاس کے قبائل سے معاہدات کئے۔ اِن میں قبیلہ بنی ضمرہ بن بکر بن عبد مناف کا معاہدہ بھی شامل ہے، جس پر مخشی بن عمرو ضمری نے دستخط کئے تھے۔ اس غزوہ کو غزوۂ ابواء بھی کہتے ہیں۔

غزوۂ بواط آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ربیع الاوّل ۲ھ مطابق ستمبر ۶۲۳ء میں قریش کی ایک جماعت کی مزاحمت کے لئے دو سو اصحابؓ کے ساتھ بواط تشریف لے گئے، مگر قریش سے کوئی تصادم نہ ہوا چنانچہ آپؐ رجعت فرمائے مدینہ ہوئے۔

غزوہ سفوان اسی ماہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کرز بن جابر الفہری کے تعاقب میں نکلے۔ اُس نے مدینہ کی چراگاہ پر حملہ کیا تھا۔ آپؐ نے وادیٔ سفوان تک کرز کا پیچھا کیا۔ مگر وہ بچ کر نکل گیا۔ اس غزوہ کو غزوہ بدرِ اُولیٰ بھی کہتے ہیں۔

غزوہ ذُوالعشیرہ جمادی الآخر سنہ ۲ھ مطابق دسمبر ۶۲۳ء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ڈیڑھ صد مہاجر صحابہؓ کے ساتھ پھر قُریش کی ایک جماعت کی مزاحمت کے لئے نکلے۔ آپؐ کو خبر ملی تھی، کہ قُریش کی ایک جمعیت مالِ تجارت لے کر مکّہ سے شام کے لئے روانہ ہو چکی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ذُوالعشیرہ تک گئے۔ مگر آپؐ کے پہنچنے سے کئی روز پہلے وہ لوگ یہاں سے آگے بڑھ چکے تھے۔ یہی جماعت جب شام سے واپس ہوئی۔ اور حضورؐ پھر اس کی مزاحمت کو نکلے تو غزوہ بدرِ کُبریٰ وقوع پذیر ہوا۔

سریہ نخلہ سریہ نخلہ غزوہ بدر کی وجوہات میں سے ایک بنیادی وجہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ موّرخین نے اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ رجب سنہ ۲ھ مطابق جنوری سنہ ۶۲۴ء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو بارہ ۱۲ مجاہدین کے ہمراہ روانہ فرمایا۔ آپؐ نے روانگی کے وقت حضرت عبداللہؓ کو ایک خط دے کر کہا کہ اس خط کو دو ۲ دن کی مسافت طے کرنے کے بعد پڑھنا اور مندرجہ ہدایات کے مطابق عمل کرنا۔

حضرت عبداللہؓ نے دو ۲ دن کے بعد حسبِ ہدایت خط پڑھا۔ اُس میں حکم دیا گیا تھا۔ کہ نخلہ چلے جاؤ، اور قُریش کے قافلوں کی تحقیق کر کے ہمیں خبر دو۔ چنانچہ اس ارشاد کے مطابق حضرت عبداللہؓ معہ مجاہدین کے نخلہ پہنچے۔ شام کے وقت قُریش کا ایک قافلہ آیا۔ جو عمرو بن الحضرمی، عبداللہ بن مغیرہ کے دو ۲ لڑکوں (عثمان اور نوفل) اور بنی مغیرہ

کے مولیٰ الحکم بن کیسان پر مشتمل تھا۔ اُونٹوں پر کھجور اور دیگر سامانِ تجارت تھا۔

مجاہدینِ اسلام میں سے حضرت واقدؓ تمیمی نے قافلہ سردار عمرو بن الحضرمی کو تیر مارا جس سے وہ مرگیا۔ اُس کے دُوسرے ساتھی خوفزدہ ہوکر بھاگ کھڑے ہوئے۔ مگر مجاہدین نے عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کو گرفتار کرکے مال و اسباب پر قبضہ کرلیا۔ بہرکیف عمرو بن الحضرمی پہلا کافر تھا جو مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا اور جس کا خُون غزوہ بدر کا باعث بنا۔

غزوۂ بدر ——— اسلام کا اوّلین عظیم الشّان معرکہ

معرکۂ بدر دَورِ نبوّت کے باقی تمام معرکوں میں نہایت امتیازی حیثیّت کا حامل ہے۔ اس معرکہ کی کامیابی نے نہ صرف اسلام کے مستقبل کو تابناک بنایا، بلکہ کُفر کی ہزیمت اور حق کی فتح کے لئے راہ بھی ہموار کی۔ اس معرکہ میں اسلام کے وُہ تمام ازلی دُشمن، جو اسلام کی ترقّی کے راستے میں سنگِ گراں کی حیثیّت رکھتے تھے، مجاہدین کی ٹھوکروں میں پامال ہوکر واصلِ جہنّم ہُوئے جس کے نتیجہ میں ہر جگہ مسلمانوں کا رُعب چھا گیا۔ اور اطراف کے دُشمن اسلام کی عظمت سے کانپنے لگے۔

اِس کتاب کا موضُوع چُونکہ اس معرکہ کی کامیابی میں کام آنے والے شُہدا کے مُقدّس خُون سے شروع ہوکر عہدِ نبویؐ کے دیگر شُہدا کے کارناموں تک جاپہنچتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ اس معرکہ پر ذرا تفصیل سے روشنی ڈالی جائے۔ اور کلمۂ حق کے اُن جانثاروں کے جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت کو خراجِ عقیدت پیش کیا جائے جنھوں نے اسلام کے لئے جان دینے کی رسم جاری کرکے مسلمانوں کو جانثاری و سرفروشی کی بنا پر اقوامِ عالم میں مُمتاز کیا۔

بلا شبہ یہی وہ سعید روحیں ہیں جن کے مقدس تذکروں نے نہ صرف مسلمانوں کی دینی حمیت کو ہمیشہ زندہ رکھا۔ بلکہ وہ جذبۂ لازوال بھی بخشا، جو آج بھی میدانِ جنگ میں دشمنانانِ اسلام پر قیامت بن ٹوٹتا، قہر بن کر گرتا اور ہر لحظہ کفّار کو لرزہ بر اندام رکھتا ہے۔ یہی وہ پاکباز لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے مُردہ کہنے سے منع فرمایا۔ اور جن کا ذکر اپنے پاک کلام میں نبیوں اور صدّیقوں کے بعد کیا۔ تاکہ خدا کے ہاں ان کے ابدی درجات کے تعین میں کسی کو کوئی غلط فہمی نہ رہے ــــ "خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را"

مقامِ بدر بدر زمانۂ جاہلیت کی تماشا گاہوں میں سے ایک تماشا گاہ تھا جہاں بازار لگتا اور عرب جمع ہوتے تھے۔ یہاں ایک بڑا بت خانہ تھا جو بت پرستوں اور مشرکوں کا مرجع و مرکز تھا۔ مگر اس کی زیادہ اہمیت اس کے سالانہ میلے کی وجہ سے تھی۔ لوگ اس میلہ میں سامانِ تجارت لے کر آتے اور تبادلے میں خوراک اور زندگی کی دوسری ضروریات حاصل کیا کرتے تھے۔

(بدر کا میدان چاروں طرف سے پہاڑوں میں گھرا ہوا ہے۔ یہ میدان طول و عرض میں تقریباً پانچ پانچ میل کے لگ بھگ ہے۔ اس کا زیادہ حصّہ ریتلا اور باقی میں ریتیلے پتھر اور چٹانیں ہیں۔ بحرِ احمر یہاں سے دس میل دور ہے، اور یہی ساحلی رقبہ عام طور پر تجارتی قافلوں کی گزرگاہ تھا)

معرکہ کے اسباب مؤرخین کے بیان کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم خفیہ طور پر قریش کے اُس تجارتی قافلہ کی واپسی کے منتظر تھے۔ جو ابوسفیان کی کی قیادت میں شام گیا ہوا تھا، اور جس کی مزاحمت کے ارادہ سے آپ ذوالعشیرہ

تک تشریف لے گئے تھے)۔ بہرحال جب اس قافلہ کی واپسی کی خبر ملی۔ تو آپؐ نے مسلمانوں کو اپنے ہمراہ چلنے کی دعوت دی، اور فرمایا:۔

"یہ قریش کا وہ قافلہ ہے جس میں ان کا مال و اسباب ہے۔ شاید اللہ تعالےٰ اسے تم کو غنیمت میں دے دے"

نیز علامہ طبری غزوہ بدر کے اسباب میں لکھتے ہیں:۔

"اور جس چیز نے بدر کے واقعہ کو ابھارا، اور وہ تمام لڑائیاں چھیڑ دیں، جو آنحضرت صلعم اور مشرکین میں پیش آئیں، سب کا سبب یہی تھا کہ واقد تیمیؓ نے حضرمی کو قتل کر دیا تھا"

قریش کی تیاریاں (بہرحال ادھر حضرمی کا قتل ہو گیا تھا، اور ادھر مکہ میں یہ افواہ پھیل گئی تھی۔ کہ مسلمان قریش کے قافلۂ تجارت کو لوٹنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہی خبر کسی طرح قافلہ سالار ابوسفیان کو بھی پہنچ گئی۔ اُس نے اِن حالات کی خبر دینے کے لئے ضمضم بن عمرو غفاری کو مکہ بھیج کر امداد طلب کی۔ اِن اطلاعات نے اہلِ مکہ کی آتشِ انتقام کو اور بھڑکا دیا۔ چنانچہ وہ غیض و غضب کا بادل بن کر مکہ سے نکل کھڑے ہوئے)

مسلمانوں کا ردِ عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب قریشِ مکہ کی اِس پیشقدمی کی خبر ملی۔ تو آپؐ نے صحابہؓ کو جمع کر کے واقعہ کا اظہار فرمایا۔ مہاجرین میں سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ پھر حضرت عمر خطابؓ نے جانثاری کا یقین دلایا۔ مگر حضور سرورِ دو عالم صلعم کی نظرِ استفسار انصارِ مدینہ کی طرف تھی۔ چنانچہ قبیلہ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہؓ نے کھڑے ہو کر دربارِ رسالتؐ میں عرض کی "اگر حضورؐ کا اشارہ ہماری طرف ہے۔ تو خدا کی قسم آپؐ فرمائیں تو

ہم سمندر میں کود پڑیں"۔ ان کے بعد حضرت مقدادؓ نے حضورِ رسالتمآبؐ میں اپنی جاں نثاری کا یقین دلاتے ہوئے عرض کیا کہ:۔

"ہم موسیٰؑ کی قوم کی طرح یہ نہ کہیں گے، کہ آپؐ اور آپؐ کا خدا جا کر لڑیں، ہم لوگ آپؐ کے دائیں سے، بائیں سے، سامنے سے اور پیچھے سے لڑیں گے"

حضرت مقدادؓ کی اس تقریر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رُخِ انور چمک اٹھا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا:۔

"تم لوگوں کو بشارت ہو۔ اللہ جل شانہ نے مجھ سے فتح و نصرت کا وعدہ فرمایا ہے"

الغرض ۱۲ رمضان المبارک ۲ھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین سو سے کچھ اوپر مجاہدین کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔ چونکہ مسلمان جوشِ جہاد میں اس قدر سرشار تھے۔ کہ کم عمر بچے بھی ساتھ ہو گئے تھے۔ اس لئے آنحضرت صلعم نے مجاہدین کا ملاحظہ فرماتے ہوئے اُن تمام کم عمر بچوں کو شرکت سے روک دیا۔ جو جہاد کے مکلّف نہ تھے۔ اِلّا حضرت عمیر بن ابی وقاصؓ کے، جو واپسی کا حکم ملنے پر شدتِ جذبات میں رو پڑے تھے۔ یہ اس کم سِن مجاہد کی خوش بختی تھی۔ کہ آنحضرت صلعم نے نہ صرف اسے شرکت کی اجازت فرما دی۔ بلکہ خود اپنے دستِ مبارک سے اس کے گلے میں تلوار بھی حمائل کی۔

صحیح روایات کے مطابق جو مسلمان آنحضرت صلعم کے ساتھ جہاد کے لئے نکلے تھے، اُن کی تعداد تین صد تیرہ ۳۱۳ تھی۔ ایک روایت ہے۔ کہ جب آنحضرت صلعم نے اپنے ساتھیوں کا شمار کیا اور انہیں تین سو تیرہ ۳۱۳ پایا، تو خوش ہوئے اور فرمایا:۔

"یہ طالوت کے ساتھیوں کی گنتی ہے، جو اُن کے ساتھ نہر عبور کر گئے تھے"۔

آنحضرت صلعم نے جب روانگی کا قصد فرمایا۔ تو اپنی "ذات الفضول" نامی زرہ زیب تن کی اور عضب نامی تلوار حمائل فرمائی۔

فریقین کی پیشقدمی قریش عتبہ بن ربیعہ کی زیر قیادت بڑے ساز و سامان کے ساتھ مکّہ سے نکلے تھے لشکرِ قریش کی تعداد ایک ہزار کے لگ بھگ تھی۔ اور قریش کے رؤسا یعنی ابوجہل، اُمیہ، نضر، حرث بن عامر وغیرہ سب شریکِ لشکر تھے۔ لشکرِ قریش ابھی مکّہ سے چار منزل پر ہی پہنچا تھا۔ کہ اُسے ابوسفیان کے تجارتی قافلہ کی بسلامت مکّہ پہنچنے کی اطلاع ملی۔ اس پر لشکرِ قریش نے واپس مکّہ لوٹ جانے کا ارادہ کیا۔ مگر ابوجہل نے انکار کر دیا اُس کا کہنا تھا۔ کہ ہم اسی شان کے ساتھ بدر تک جائیں گے۔ وہاں جشنِ شادی مُرتّب کریں گے۔ اُونٹ ذبح کر کے آس پاس کے لوگوں کو کھلائیں گے۔ اس کا اثر یہ ہوگا، کہ گرد و نواح کے قبائل ہماری کثرت و شوکت سے مرعوب ہو کر مسلمانوں سے ہم عہد ہونا پسند نہیں کریں گے۔ چنانچہ اہلِ لشکر نے ابوجہل کی اس رائے سے متّفق ہو کر ساحلِ سمندر کا راستہ چھوڑ دیا۔ اور مدینہ کے رُخ آگے بڑھنے لگے۔

اِدھر آنحضرت صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم روحا، منصرف، ذاتِ اجذال، معلاۃ اور اثیل سے گزرتے ہوئے بدر کے قریب پہنچ گئے۔ خبر رسانوں نے خبر دی۔ کہ قریش وادی کے دُوسرے سرے تک آ گئے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے یہاں ہی رُک کر پڑاؤ ڈال دیا۔

دُوسری طرف لشکرِ قریش آگے بڑھ کر عقنقل کے ٹیلے کے پیچھے خیمہ زن ہو گیا۔ قریش چونکہ پہلے پہنچ گئے تھے۔ اس لئے اُنہوں نے مناسب موقعوں پر قبضہ کر لیا

تھا۔ برخلاف اس کے مسلمانوں کی سمت کوئی چشمہ یا کنواں نہ تھا۔ زمین ایسی ریتلی تھی کہ اونٹوں کے پاؤں دھنس دھنس جاتے تھے۔ حضرت حبابؓ نے دربارِ نبوتؐ میں عرض کیا۔ کہ اس مقام پر اگر حضورؐ کا قیام وحیٔ الٰہی کی رُو سے ہے تو بہتر، ورنہ اگر فوجی نقطۂ نظر سے ہے۔ تو آگے بڑھ کر چشمہ پر قبضہ کر لینا چاہیئے اور آس پاس کے کنوئیں بیکار کر دینے چاہئیں۔ آنحضرت صلعم نے حضرت حبابؓ کی رائے کو پسند فرمایا۔ بتائیدِ ایزدی رات کو بارش ہوگئی۔ جس سے لشکرِ کفّار کو نقل و حرکت میں دشواری پیش آئی۔ چنانچہ حضورؐ نے آگے بڑھ کر چشمہ پر قبضہ کر لیا۔

چشمہ پر اگرچہ لشکرِ اسلام کا قبضہ ہو چکا تھا۔ تاہم ساقیٔ کوثر کے فیضِ عام نے لشکرِ کفّار پر پانی بند کرنا گوارا نہ کیا۔ اس لئے کفّار کو بھی پانی لینے کی عام اجازت تھی۔

جنگ سے ایک روز پیشتر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے میدانِ جنگ ملاحظہ فرمایا۔ صحابہؓ کرام ساتھ تھے۔ حضورؐ جگہ جگہ ٹھہر کر فرماتے۔ کہ کل یہاں فلاں کافر کی لاش ہوگی، اور وہاں فلاں کافر کی۔ اس طرح آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جملہ سردارانِ قریش کے نام گنوا دئیے۔

معرکۂ کارزار ۱۷ رمضان المبارک ۲ھ مطابق ۱۳ مارچ ۶۲۴ء آنحضرت صلعم نے لشکرِ اسلام کی صف بندی فرمائی اور بارگاہ ایزدی میں دعا کی:۔

"اے بارِ الہٰا، اگر مسلمانوں کی یہ مٹھی بھر جماعت ہلاک ہوگئی۔ تو روئے زمین پر تیری پاکی بیان کرنے والا اور تیری اطاعت کرنے والا کوئی باقی نہ رہے گا"

بہر حال اسی روز بدر میں لڑائی چھڑ گئی۔ لڑائی میں قریش نے پہل کی سب سے پہلے عامر حضرمی، جسے اپنے بھائی کے خون کا دعویٰ تھا۔ دعوتِ مبارزت دیتا ہوا آگے بڑھا۔ حضرت عمرؓ کے غلام حضرت مہجعؓ مقابلہ پر آئے۔ اور شہید ہو گئے۔ اس کے بعد عتبہ حضرت حمزہؓ سے اور ولید حضرت علیؓ سے مقابل ہوئے اور دونوں مارے گئے۔ البتہ عتبہ کے بھائی شیبہ نے حضرت عبیدہؓ کو زخمی کیا۔ لیکن خود حضرت علیؓ کی تلوار سے جہنم رسید ہوا۔ انصار میں سے دو بھائیوں عوذؓ اور معوذؓ نے باز کی طرح جھپٹ کر ابوجہل پر کاری وار کیا۔ اس کے بعد لشکرِ کفار نے عام ہلہ بول دیا۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مجاہدینِ اسلام کی صف بندی کچھ اس انداز سے فرمائی تھی۔ کہ دشمن کے تمام وار خالی گئے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مٹھی بھر ریت کفار کی طرف پھینکی۔ ہوا کا ایک جھونکا آیا اور ریت کو دشمنانِ دین کی آنکھوں میں ڈال گیا جس سے لشکرِ قریش میں بھگدڑ مچ گئی۔ اسی عالم میں مسلمانوں نے اس زور سے حملہ کیا۔ کہ اُن کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے اور افراتفری میں اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ فتح و نصرت نے آگے بڑھ کر مسلمانوں کے قدم چومے اور حق و باطل کا یہ اوّلین معرکہ اپنے عظیم نتائج کے ساتھ رسولؐ اللہ کی عظیم الشان پیغمبرانہ قیادت میں سر ہو گیا۔ اس معرکہ میں ستر کفار قتل اور اتنے ہی گرفتار ہوئے۔ جبکہ مسلمان شہداء کی تعداد صرف چودہ ۱۴ تھی۔ (فتح اسلام)

یہ اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی قیادت کا معجزہ تھا۔ کہ مسلمانوں کی قلیل اور بے سروسامان جماعت اپنے سے تین گنا زیادہ دشمن پر غالب آئی۔ اللہ تعالیٰ نے اسی احسان کو اُحد کے موقع پر یاد دلایا ہے:۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

یقیناً خدا نے بدر میں تمہاری مدد کی جب تم کمزور تھے، تو خدا سے ڈرو۔ تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ۔ (سورۃ آل عمران۔ آیت ۱۲۲)

لڑائی کے خاتمے کے بعد آنحضرت صلعم لاشوں کے قریب تشریف لائے۔ کفّار کی لاشیں اُسی جگہ پڑی تھیں جس کی نشاندہی آنحضرت صلعم نے پہلے ہی فرما دی تھی۔ آپؐ نے کفّار کی لاشوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"کسی نبی کے لئے اُس کے قرابت مند جس درجہ بُرے ثابت ہو سکتے ہیں تم اپنے نبیؐ کے لئے ایسے ہی بُرے ثابت ہُوئے۔ تم نے مجھے جُھٹلایا اور دُوسرے لوگوں نے میری صداقت کی گواہی دی۔ تم نے مجھے وطن سے نکالا۔ اور دُوسرے لوگوں نے مجھے اپنے پاس جگہ دی۔ تم میرے خلاف لڑنے اُٹھے، اور دُوسرے لوگوں نے اپنا تعاون پیش کیا۔"

اس کے بعد رحمۃ للعالمینؐ نے لاشوں کو دفنانے کا حکم دیا۔ چنانچہ چوبیس[۲۴] رؤسائے قُریش کو ایک گڑھے میں اور باقی کفّار کو دُوسرے گڑھے میں پیرِ خاک کر دیا گیا۔ تیسرے روز آنحضرت صلعم اُس گڑھے کے کنارے تک تشریف لائے۔ جہاں سردارانِ قُریش کے ناپاک جُثّے گرائے گئے تھے۔ حضورؐ نے بلند آواز سے فرمایا:۔

"اَے عتبہ بن ربیعہ، اَے شیبہ بن عتبہ، اَے اُمیّہ بن خلف، اَے ابوجہل بن ہشام، اَے فلاں، اَے فلاں۔ اللہ نے جو تمہاری بابت کہا تھا۔ کیا تم نے اُسے ٹھیک پایا؟ مجھے تو جو اللہ نے وعدہ فرمایا تھا۔ مَیں نے اُسے بالکل دُرست دیکھ لیا۔"

صحابہؓ کی شانِ ایمانی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے لاشوں کو گڑھوں میں پھینکنے کا حکم فرمایا۔ تو عتبہ بن ربیعہ کو گھسیٹ کر گڑھے کی طرف لایا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابو حذیفہؓ بن عتبہ کو دیکھا۔ کہ وُہ رنجیدہ ہیں اور اُن کے چہرے کا رنگ بدل گیا ہے۔ فرمایا:۔

"اَے ابو حذیفہؓ! اپنے باپ کی حالت دیکھنے سے شاید تمہارے دل میں کوئی بات پیدا ہو گئی ہے"

حضرت ابو حذیفہؓ نے عرض کیا:۔

"یا رسولؐ اللہ، واللہ! مَیں نے اپنے باپ کے کُفر یا اُس کے مارے جانے کے متعلق کبھی شک نہیں کیا۔ لیکن مَیں اپنے باپ کا جانتا تھا۔ کہ وہ عقلمند، حلیم اور برتر صفات والا ہے۔ اس لئے مجھے اُمید تھی۔ کہ یہ صفات ضرور اُس کی رہنمائی اسلام کی طرف کریں گی۔ مگر وہ نشانۂ آفت بنا اور حالتِ کُفر میں مرا۔ اب مجھے باپ کا نہیں۔ اپنی اُمید کے پُورا نہ ہونے کا رنج ہے"

رسولِ خُدا صلعم نے ابو حذیفہؓ کی تعریف فرمائی، اور اُن کے لئے دُعائے خیر کی ——— یہی شانِ ایمانی اُن سب صحابہؓ کی تھی۔ جو اسلام کی خاطر اپنے خویش و اقربا کے مقابل ہوئے۔ اور اُن کے قتل سے قطعی ہاتھ پیچھے نہ کھینچا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

لشکرِ اسلام کی مراجعت لڑائی کے فیصلے کے تین دن بعد تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہاں ہی مقیم رہے۔ پھر اموالِ غنیمت اور قیدیوں کو لے کر مدینہ روانہ ہوئے جب مقامِ صفراء پر پہنچے۔ تو اموالِ غنیمت تقسیم فرمایا اور اسی مقام پر نضر بن الحارث

بن مکدہ کو قتل کیا۔ پھر یہاں سے چل کر عرق انطبیہ پہنچے۔ تو عتبہ بن ابی محیط کو قتل کیا۔ پھر آپ مظفر و منصور مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

شہدائے بدر کا ذکر آئندہ سطور میں اُن سعید رُوحوں کا نام بنام ذکر کیا جائے گا۔ جو اس معرکہ میں واصل بالحق ہو کر ہمیشہ کے لئے زندہ ہو گئے، اور جن کی روشن کی ہوئی شمع آج بھی ہر دل میں نُور پھیلا رہی ہے۔ اور جن کے کارنامے اُس پیغام کی صداقت و عظمت کے گواہ ہیں جسے خدا کے آخری نبی خدا کی طرف سے لائے تھے۔

شہدائے بدر کی تعداد بعض مورخین نے ستّرہ بیان کی ہے۔ اور ان میں حضرت سعد بن خولی، حضرت صفوان بن بیضاء اور حضرت عبداللہ بن سعید کو بھی شامل کیا ہے۔ مگر مورخین کی اکثریت کے نزدیک صحیح تعداد چودہ ہے۔ (واللہ اعلم)

- حضرت مہجع بن صالح، مولائے حضرت عمر بن الخطاب۔ غزوہ بدر کے پہلے شہید کہا جاتا ہے۔ کہ حضرت مہجع اہلِ یمن میں سے تھے۔ آپ پر قید کی مصیبت آئی حضرت عمر فاروق نے احسان فرمایا۔ اور آزاد کر دیا۔ بدر میں آپ عامر الحضرمی کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ آپ کی شہادت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو سید الشہداء کے خطاب سے نوازا۔ یہ اسلام کی انسانیت نوازی ہے۔ کہ ایک غلام کو سید الشہداء کا خطاب عطا فرمایا گیا۔ حضرت مہجع کا کوئی پس ماندہ نہ تھا۔

- حضرت عبیدہ بن الحارث بن المطلب بن عبد مناف بن قصی القرشی

آپ کی کنیت ابوالحارث یا ابومعاویہ تھی۔ والد کا نام حارث اور والدہ کا نام سخیلہ تھا۔

حضرت عبیدہ تین دوسرے صحابہ یعنی حضرت ابوسلمہ بن اسد، حضرت عبداللہ بن ارقم

اور حضرت عثمانؓ بن مظعون کے ساتھ ایمان لائے تھے۔ اُس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ارقمؓ بن ابی ارقمؓ کے مکان میں پناہ گزین نہیں ہوئے تھے۔ مکہ میں حضرت بلالؓ ان کے اسلامی بھائی قرار پائے تھے۔

جب مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم ہوا۔ تو حضرت عبیدہؓ معہ اپنے دو بھائیوں حضرت طفیلؓ، حضرت حصینؓ اور ایک اور بزرگ حضرت مسطح بن اثاثہؓ کے ایک ساتھ روانہ ہوئے۔ اتفاقاً راہ میں حضرت مسطحؓ کو بچھو یا سانپ نے ڈنک مارا جس کی وجہ سے وہ پیچھے رہ گئے۔ مگر جب دوسرے دن ان حضرات کو خبر ملی۔ کہ حضرت مسطحؓ نقل و حرکت سے مجبور ہو گئے ہیں۔ تو پھر واپس آئے۔ اور ان کو اُٹھا کر مدینہ لائے۔ یہاں حضرت عبدالرحمٰن بن سلمہؓ نے خوش آمدید کہا۔ اور نہایت لطف و محبت سے میزبانی کا حق ادا کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تشریف لانے کے بعد حضرت عبیدہؓ کی حضرت عمیرؓ بن حمام انصاری سے مواخات کرا دی اور مستقل سکونت کے لئے ایک قطعۂ زمین مرحمت فرمایا جس میں ان کا تمام خاندان آباد ہوا۔

ہجرت کے چند ماہ بعد یعنی شوال ۱ھ میں آپ ساٹھ مہاجرین کے ایک دستہ پر افسر مقرر ہو کر مشرکین قریش کے حالات کی ٹوہ لگانے کے لئے وادی رابغ کی طرف گئے۔ وادی کے قریب پہنچے تو ابو سفیان کی زیر امارت دو سو مشرکین کی ایک جمعیت سے مڈ بھیڑ ہوئی۔ لیکن جنگ و جدال کی نوبت نہ آئی۔ صرف معمولی طور پر چند تیروں کا تبادلہ ہوا۔ تاریخ اسلام میں یہ دوسرا لوائے امارت تھا۔ جو حضرت عبیدہؓ کو عطا ہوا تھا۔

اس کے بعد حق و باطل کے پہلے معرکۂ عظیم یعنی غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ کفار

کی طرف سے عتبہ، شیبہ اور ولید کی دعوتِ مبارزت پر لشکرِ اسلام میں سے جب چند انصاری نوجوان آگے بڑھے، تو رؤسائے قریش نے پکار کر کہا "محمدؐ! ہم ناجنسوں سے نہیں لڑ سکتے، ہمارے مقابل والوں کو بھیجو" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ، حضرت حمزہؓ اور حضرت عبیدہؓ کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ جنبشِ لب کی دیر تھی۔ کہ یہ تینوں بہادر دشمن کے مقابلہ پر سینہ سپر ہو گئے۔ حضرت عبیدہؓ اور شیبہ میں دیر تک کشمکش جاری رہی۔ یہانتک کہ دونوں زخمی ہو گئے۔ حضرت علیؓ اور حضرت حمزہؓ اپنے حریفوں کے قتل سے فارغ ہو کر ادھر پلٹے تو ایک ساتھ شیبہ پر ٹوٹ پڑے اور اسے تہہ تیغ کر کے زخمی عبیدہؓ کو میدان جنگ سے اٹھا لائے۔

حضرت عبیدہؓ کا ایک پاؤں کٹ گیا تھا اور بدن زخموں سے چور تھا اسی حالت میں حضرت عبیدہؓ نے آنحضرت صلعم سے عرض کی "یا رسول اللہ! اگر ابو طالب مجھے دیکھتے تو انہیں یقین ہو جاتا۔ کہ میں ان سے زیادہ ان کے اس قول کا مستحق ہوں"

"ہم محمدؐ کی حفاظت کریں گے۔ یہانتک کہ ان کے ارد گرد مارے جائیں گے۔

اور اپنے بچوں اور بیویوں سے غافل ہو جائیں گے"

اختتامِ جنگ کے بعد حضورؐ کے ساتھ بدر سے واپس آئے۔ لیکن زخم ایسے کاری تھے کہ جانبر نہ ہو سکے۔ تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں جنت کو سدھارے اور مقامِ صفرا کی خاکِ پاک نے انہیں اپنے دامن میں چھپا لیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

آپ کے حلیہ کے متعلق مورخین نے لکھا ہے۔ کہ آپ کا قد میانہ، رنگ گندم گوں اور چہرہ خوبصورت تھا۔

3

حضرت عمیرؓ بن ابی وقاص (مالک) بن اہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب القرشی الزہری۔

آپ کی والدہ کا نام حمنہ بنتِ سفیان تھا۔ آپ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، فاتح ایران کے حقیقی بھائی تھے۔

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے ابتدا ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس زمانہ میں اگرچہ حضرت عمیرؓ کمسن تھے۔ تاہم اس عہد طفولیت میں بھائی کا ساتھ دیا اور ساقئ اسلام کے ایک ہی جام نے ان کو نشۂ توحید سے مخمور کر دیا۔

ہجرت کے وقت آپ کی عمر چودہ [14] سال تھی۔ آنحضرت صلعم نے ان کی دلبستگی کے لئے قبیلہ عبد الاشہل کے سردار حضرت سعدؓ بن معاذ کے چھوٹے بھائی حضرت عمروؓ بن معاذ سے بھائی چارہ کرا دیا۔ یہ دونوں تقریباً ہم عمر تھے۔

غزوہ بدر میں جب مجاہدینِ اسلام علمِ نبویؐ کے نیچے جمع ہوئے تو یہ بھی اس مجمع میں موجود تھے۔ لیکن بیقراری کے عالم میں اِدھر اُدھر چھپتے پھرتے تھے۔ اِن کے بھائی حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے اس بیقراری کی وجہ پوچھی۔ تو عرض کیا:۔

"بھائی جان، میں اس جنگ میں شریک ہونا چاہتا ہوں۔ شاید کہ خدا شہادت نصیب کرے۔ لیکن خوف ہے۔ کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم مجھے چھوٹا سمجھ کر واپس فرما دیں گے"۔

آنحضرت صلعم کے سامنے جب تمام جانثار یکے بعد دیگرے معائنہ کے لئے پیش ہوئے تو حضرت عمیرؓ کا خوف صحیح ثابت ہوا۔ ان کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے صغیر سنی کی بنا پر واپس فرمایا۔ حضرت عمیرؓ ارشادِ نبوتؐ سن کر بے اختیار رو پڑے۔ ان کے

اس طفلانہ گریہ و بکا کے ساتھ جوشِ جہاد اور شوقِ شہادت نے آنحضرت صلعم کے قلبِ رؤف و رحیم پر خاص اثر کیا۔ چنانچہ سرورِ دو عالم صلعم نے جنگ میں شرکت کی اجازت فرما دی اور خود اپنے دستِ مبارک سے ان کے تلوار باندھی۔

اس وقت حضرت عمیرؓ کی عمر صرف سولہ[۱۶] سال تھی، اور ابھی اچھی طرح تلوار سے آراستہ ہونا بھی نہ جانتے تھے۔ مگر وفورِ جوش نے کفّار کے نرغہ میں گھسا دیا۔ دیر تک شجاعانہ لڑتے رہے۔ بالآخر اسی حالت میں دلی تمنّا بر آئی۔ یعنی عمرو بن عبد ود کی تلوار نے شہادت کی آرزو پوری کر دی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

(۴) ● حضرت عاقلؓ بن ابی بکیر بن عبد یالیل بن ناشب بن غیرہ

حضرت عاقلؓ چار بھائی تھے۔ حضرت عاقلؓ، حضرت ایاسؓ، حضرت خالدؓ اور حضرت عامرؓ۔ مورّخین کے مطابق خانہ ارقم میں قبولِ اسلام کا آغاز انہی چار بھائیوں سے ہوا تھا، اور سب نے معہ اہل و اعیال کے ایک ساتھ ہی مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ مدینہ پہنچنے پر چاروں بھائی حضرت رفاعہؓ بن عبد المنذر کے یہاں اُترے، اور آنحضرت صلعم نے حضرت عاقلؓ اور حضرت مجذرؓ بن زیاد میں، حضرت ایاسؓ اور حضرت حارثؓ بن خزیمہ میں، حضرت خالدؓ اور حضرت یزیدؓ بن دثنہ میں، اور حضرت عامرؓ اور حضرت ثابتؓ بن قیس بن شماس میں مواخات کرا دی۔

مدینہ آنے کے بعد چاروں بھائی غزوات میں شریک ہوتے رہے۔ حضرت عاقلؓ ان سب میں زیادہ خوش نصیب تھے۔ کہ انہوں نے بدر میں مالک بن زہیر کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش کیا۔ ان کے بعد حضرت خالدؓ نے بدر اور اُحد کے معرکوں میں شرکت کے بعد سریہ رجیع (۴ھ) میں حیاتِ جاوید حاصل کی۔ حضرت عامرؓ غزوہ بدر،

اُحد اور خندق میں آنحضرت صلعم کے ہمرکاب رہے، ۱۳ھ میں مرتدوں کی سرکوبی پر مامور ہوئے۔ اور اسی سلسلہ کی مشہور جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے۔ آخر میں حضرت ایاسؓ سب غزوات میں شرکت کے بعد ۳۴ھ میں راہیٔ ملکِ عدم ہوئے۔ اس طرح حضرت ایاسؓ کے سوا تینوں بھائی سوا تیرہ سال کی مدت میں راہِ خدا میں کام آئے۔ (ذالك فضل الله یوتیه من یشاء)

● حضرت عمیرؓ بن عبد عمیر بن نضلہ بن عمرو بن غبشان

حضرت عمیرؓ کی کنیت ابو محمد اور لقب ذوالشمالین تھا۔

آپ کا زمانۂ اسلام متعین نہیں۔ قبولِ اسلام کے بعد مدینہ ہجرت کی اور حضرت سعدؓ بن خیثمہ کے مہمان ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں اور حضرت یزیدؓ بن حارث میں مواخات کرادی۔

حضرت عمیرؓ ان خوش نصیب بزرگوں میں تھے جن کا دامن زیادہ عرصہ تک دنیا سے ملوث نہ ہوتے پایا۔ مدینہ آنے کے بعد غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور اسی میں جامِ شہادت نوش کر کے پاک وصاف دنیا سے اٹھ گئے۔ آپ کی غربت کے غمگسار بھائی حضرت یزیدؓ نے زندگی کی طرح سفرِ آخرت میں بھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑا یعنی انہوں نے بھی اسی غزوہ میں مرتبۂ شہادت حاصل کیا۔

● حضرت عوفؓ یا (عوذ) بن عفراء

● حضرت معوذؓ بن عفراء

آپ دونوں سگے بھائی تھے۔ آپکے والد کا نام حارث بن رفاعہ بن حارث بن سعد، اور والدہ کا نام عفراء بنت عبید بن ثعلبہ بن عبید تھا۔ دونوں

بھائی تاریخ میں والد کی بجائے والدہ کے نام سے مشہور رہیں۔ دونوں بھائی بیعتِ عقبہ ثانیہ کے اُن بہتر خوش نصیب انصار میں شامل تھے۔ جو ذوالحجہ ۱۳ نبوی میں آنحضرت صلعم کی قدمبوسی کے لئے حضرت مصعبؓ بن عمیر کے ہمراہ مکہ آئے تھے۔ غزوہ بدر میں دونوں بھائیوں نے باز کی طرح جھپٹ کر ابوجہل پر کاری وار کیا۔ مگر ابوجہل نے مرتے مرتے دونوں بھائیوں کو شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

(7)

● حضرت حارثؓ یا (حارثہ) بن سراقہ بن حارث بن عدی بن مالک — انصار کے پہلے شہید

حضرت حارثؓ قبیلہ خزرج کے خاندانِ نجار سے تھے۔ آپ کی والدہ حضرت ربیعؓ بنتِ نضر جلیل القدر صحابیہ اور حضرت انسؓ کی حقیقی پھوپھی تھیں۔

آپ کے والد ہجرت سے قبل انتقال کر گئے تھے۔ والدہ زندہ تھیں اور اسلام کے شرف سے مشرف ہوئیں۔ ماں کے ساتھ بیٹے نے بھی دائرۂ اسلام میں شمولیت اختیار کی۔

غزوہ بدر میں شریک تھے۔ جس دن روانگی کا حکم ملا۔ سب سے پہلے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے۔ آنحضرت صلعم نے ان کو ناظر و نگران بنا کر ساتھ لیا۔ ایک حوض پر پانی پی رہے تھے۔ کہ حبّان بن عرفہ نے تیر مارا۔ اس نے اس تشنہ لب کی پیاس شربتِ شہادت سے بجھائی۔ مورخین کے نزدیک انصار میں آپ نے سب سے پہلے مرتبہ شہادت حاصل کیا۔

بدر سے واپسی کے وقت حضرت حارثہؓ کی والدہ نے حضورِ رسالتمآبؐ میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! حارثہؓ سے مجھے جس قدر محبت تھی۔ آپؐ کو معلوم ہے۔ اگر وہ جنت میں گئے ہوں، تو خیر صبر کر لوں گی ورنہ آپؐ دیکھیں گے۔ کہ میں کیا کرتی ہوں۔" ارشادِ نبوتؐ ہوا۔ "کیا کہہ رہی ہو؟ جنت ایک نہیں کثرت سے ہیں، اور حارثہؓ

تو جنّت الفردوس میں ہیں"۔ حضرت ربیعؓ یہ سُن کر باغ باغ ہوگئیں، مسکراتی ہوئی اُٹھیں اور کہنے لگیں۔" واہ واہ اے حارثہؓ"

حضرت حارثہؓ کے جوشِ ایمانی کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے۔ کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم کسی طرف جارہے تھے۔ کہ سامنے سے حضرت حارثہؓ آگئے۔ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا" حارث، صبح کیسی کی"؟ اُنہوں نے عرض کی"۔ اس طرح کہ سچّا مسلمان ہوں"۔ ارشاد ہُوا"۔ ذرا سوچ کر کہو، ہر قول کی ایک حقیقت ہوتی ہے"۔ عرض کی۔ "یارسولَ اللہ! دُنیا سے مُنہ پھیر لیا ہے۔ رات کو رواں اور دن کو تشنہ دہن رہتا ہوں اس وقت یہ حال ہے، کہ اپنے کو عرش کی طرف جاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ جنّتی، جنّت اور جہنّمی، جہنّم میں جاتے ہوئے مجھے معلوم ہو رہے ہیں"۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا "جس بندے کا قلب خدا منوّر فرما دے، وہ پھر خدا سے جُدا نہیں ہوتا"۔ حضرت حارثہؓ نے دربارِ رسالتؐ میں درخواست کی، کہ میرے لئے شہادت کی دُعا کیجئے۔ حضورؐ نے دُعا کی، جس کی قبولیّت غزوہ بدر میں ظاہر ہوئی۔

"خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را"

● حضرت یزیدؓ بن حارث یا (حرث) بن قیس بن مالک۔ (۲۸)

آپ کی والدہ فسحم قبیلہ قضاعہ کے بلقین بن جسر میں سے تھیں۔ آپ کو والدہ کے نام سے بھی پُکارا جاتا تھا۔ یعنی آپ یزید بن فسحم اور یزید فسحم بھی کہلاتے تھے۔

ہجرت کے بعد جب مکّہ کے مہاجرین مدینہ پہنچے۔ تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت یزیدؓ بن حارث اور حضرت عمیرؓ بن عبد عمیر بن نضلہ کے درمیان عقدِ مواخات کیا۔

غزوہ بدر میں آپ اپنے دینی بھائی کے ساتھ ہی شریک ہوئے، اور دونوں

شرفِ شہادت سے مشرف ہوئے۔ حضرت یزیدؓ کو نوفل بن معاویہ الدیلی نے شہید کیا تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● حضرت رافعؓ بن معلّٰی بن لوذان بن حارثہ بن زید

حضرت رافعؓ کی والدہ کا نام ادام بنتِ عوف بن مبذول بن عمرو تھا۔ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ان کے اور حضرت صفوانؓ بن بیضاء کے درمیان عقدِ مواخات کیا تھا۔ دونوں غزوہ بدر میں شریک تھے۔ بعض روایات کے مطابق دونوں اسی روز شہید ہوئے۔ لیکن یہ روایت بھی ہے۔ کہ اس روز حضرت رافعؓ بن معلّٰی شہید ہوئے اور حضرت صفوانؓ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بعد تک زندہ رہے۔ (واللہ اعلم)

حضرت رافعؓ کو عکرمہ بن ابوجہل نے شہید کیا تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● حضرت عمیرؓ بن حمام بن جموع بن زید بن حرام بن کعب

آپ کی والدہ کا نام النّوار بنتِ عامر بن نائی بن زید بن حرام تھا۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت عمیرؓ اور حضرت عبیدہؓ بن الحارث کے درمیان عقدِ مواخات کیا تھا۔ دونوں غزوہ بدر میں شریک ہوکر شرفِ شہادت سے مشرف ہوئے۔

شہادت کے لئے حضرت عمیرؓ کی بیقراری و اضطراب کے متعلق عکرمہ سے مروی ہے۔ کہ بدر کے دن آنحضرت صلعم ایک خیمے میں تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ کھڑے ہوکر اس جنّت کی طرف جاؤ۔ جس کی وسعت آسمان و زمین کے برابر ہے اور پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔" حضرت عمیرؓ نے ارشادِ نبوتؐ سن کر کہا۔ "خوب خوب۔" آنحضرت صلعم نے

فرمایا "تم کیوں تعجب کرتے ہو" انھوں نے عرض کیا "میں امید کرتا ہوں کہ اس کا اہل ہوں گا۔"
آنحضرت صلعم نے فرمایا "بیشک تم اس کے اہل ہو" حضرت عمیرؓ نے اپنے ترکش سے کھجوریں
جھاڑیں۔ اور انہیں چبانے لگے۔ پھر کہا "واللہ اگر میں ان کے چبانے تک زندہ رہا۔ تو
یہ بڑی طویل زندگی ہے" چنانچہ کھجوریں پھینک دیں۔ اور قتال کیا۔ یہانتک کہ آپ
خالد بن الاعلم کی تلوار سے شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن۔

(۱۱)

حضرت سعدؓ بن خیثمہ بن حارث بن مالک بن کعب بن نحاط

آپ کے والد بزرگوار حضرت خیثمہؓ صحابی تھے۔ غزوہ احد میں شہادت پائی۔ آپ کی
والدہ کا نام نہد بنت اوس بن عدی بن امیہ تھا حضرت سعدؓ کی کنیت ابوعبداللہ اور
لقب خیر تھا۔ بیعت عقبہ میں شریک تھے۔ اور بنی عمرو بن عوف کے نقیب بنائے گئے تھے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے۔ تو اولاً
(قبا میں) قبیلہ عمرو بن عوف کے سردار حضرت کلثومؓ بن الہدم کے گھر ٹھہرے۔ اس دوران
میں حضورؐ نے عقیدتمندوں کی ملاقات کے لئے حضرت سعدؓ کا مکان تجویز فرمایا، اور
آپؐ انہی کے مکان میں مہاجرین وانصار سے ملتے تھے۔ حضرت سعدؓ کا گھر منزل العزاب
(العزاب) کے نام سے مشہور تھا۔

حضرت سعدؓ نے جب غزوہ بدر میں شرکت کا قصد کیا، تو عجیب واقعہ پیش آیا۔ وہ
یہ کہ آپ کے والد حضرت خیثمہؓ نے ان سے کہا۔ کہ ہم دونوں میں سے ایک کو گھر رہنا چاہیئے۔
لہٰذا تم یہیں رہو اور مجھے جہاد میں شرکت کا اختیار دو۔ لیکن حضرت سعدؓ نے انکار کیا۔
اور کہا "اگر جنت کے علاوہ کوئی اور معاملہ ہوتا، تو میں اس میں آپ کو ترجیح دیتا اور
دوسرے میں اسی سمت میں شہادت کی امید کرتا ہوں" تاہم شفقت پدری نے

مجبور کیا۔ لیکن حضرت سعدؓ اپنے ارادے پر مصر رہے۔ آخر فیصلہ ہوا کہ قرعہ ڈالا جائے۔ حضرت خیثمہؓ نے قرعہ ڈالا۔ نصیب نے یاوری کی اور قرعۂ فال حضرت سعدؓ کے نام نکل آیا۔ اس پر حضرت خیثمہؓ مجبور ہو گئے۔ اور اپنے فرزند کو شرکت کی اجازت دے دی۔ چنانچہ حضرت سعدؓ، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہمراہ بدر پہنچے اور طعیمہ بن عدی کے ہاتھ سے جامِ شہادت نوش کیا۔

آپ کے ایک صاحبزادے تھے۔ جن کا نام عبداللہ تھا۔ وہ اگرچہ کم عمر تھے تاہم عقبہ اور بدر میں باپ کے ساتھ شریک تھے۔ بعض مورّخین کا خیال ہے۔ کہ حضرت سعدؓ نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ (واللہ اعلم)

● حضرت مبشرؓ بن عبدالمنذر بن زبیر بن اُمیّہ بن زید

آپ انصاری الاوسی تھے۔ والدہ کا نام نسیبہ بنتِ زید بن صبیعہ بن زید بن مالک تھا۔

حضرت مبشرؓ غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور ابو ثور کی تلوار سے جنّت کو سدھارے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

● حضرت عمارہؓ بن زید بن سکن بن رافع

آپ انصاری الاشہلی تھے۔ غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور شہادت پائی

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

(12)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝

باب چہارم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کا

دس سالہ مدنی دور

غزوہ بدر کا انتقام لینے کے لیے مشرکین مکہ کا پیچ و تاب

غزوۂ سویق ـــــ تا ـــــ غزوۂ احد

اسباب و نتائج اور ذکر شہدائے کرام

غزوہ سویق ـــــ ۵ ذی الحجہ ۲ ھ مطابق ۲۹ مئی ۶۲۴ء ـــــ دو مسلمان شہید ہوئے

غزوہ احد ـــــ ۷ شوال ۳ ھ مطابق ۲۲ مارچ ۶۲۵ء ـــــ ستر مسلمان شہید ہوئے

۞

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ۝ إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهُ ۚ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝ وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ ۝ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ ۝ (آل عمران۔ آیات ۱۳۹-۱۴۲)

اور (دیکھو) بے دل نہ ہونا اور نہ کسی طرح کا غم کرنا اگر تم مومن (صادق) ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔ اگر تمہیں زخم (شکست) لگا ہے تو اُن لوگوں کو بھی ایسا زخم لگ چکا ہے اور یہ دن ہیں کہ ہم ان کو لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں اور اس سے یہ بھی مقصود تھا کہ خدا ایمان والوں کو متمیز کر دے اور تم میں سے گواہ بنائے اور خدا بے انصافوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور یہ بھی مقصود تھا کہ خدا ایمان والوں کو خالص (مومن) بنا دے اور کافروں کو نابُود کر دے۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ (بے آزمائش) بہشت میں جا داخل ہو گے (حالانکہ) ابھی خدا نے تم میں سے جہاد کرنے والوں کو تو اچھی طرح معلوم کیا ہی نہیں اور (یہ بھی مقصود ہے کہ) وہ ثابت قدم رہنے والوں کو معلوم کرے۔

غزوۂ اُحد کے اسباب

غزوۂ بدر سے پہلے قریش کو ایک عمرو بن حضرمی کا رونا تھا جس کے قتل کا انتقام لینے کے لئے بدر میں وہ ایک ایسی گھٹا بن کر اُمڈے تھے۔ جس میں بجلیاں کوندرہی ہوں، اور جس کی گھن گرج سے فضائیں جھنجھنا رہی ہوں۔ مگر اس معرکہ کی شکست نے اُن کے اسی غم کو ستر گنا بڑھا دیا تھا۔ معرکۂ بدر جس میں اُن کے ستر آدمی کھیت رہے اور اُتنے ہی مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے تھے۔ ایک ایسا المیہ تھا جس نے قریشِ مکہ کے گھر گھر میں صفِ ماتم بچھا دی، اور ہر دل میں مسلمانوں کے خلاف آتشِ انتقام بھڑکا دی تھی۔ چنانچہ قریش اپنے عزیز و اقارب کی موت پر حسبِ دستور نالہ و شیون کرنے کی بجائے اپنے مقتولین کا بدلہ لینے کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔

غزوہ سویق قریش کے نامی گرامی سرداروں کے قتل نے قریش کی ریاستِ عامہ کا تاج ابوسفیان کے سر پر رکھ دیا تھا۔ اب اس منصب کا سب سے بڑا فرض غزوہ بدر کا انتقام تھا۔ ابوسفیان نے بدر سے مشرکین کی واپسی پر منّت مانی تھی کہ جب تک وہ مقتولینِ بدر کا انتقام نہ لے گا غسلِ جنابت کرے گا نہ سر پر تیل ڈالے گا۔ چنانچہ اپنی منّت پوری کرنے کے لئے وہ ۵ ذوالحجہ ۲ھ مطابق ۲۹ مئی ۶۲۴ء دو سو[200] ستر سواروں کے ساتھ مدینہ کی طرف بڑھا۔ اور مدینہ سے بارہ[12] میل کے فاصلے پر نیب نامی

پہاڑ کے دامن میں ایک نہر کے کنارے اُترا۔ اُسے یقین تھا۔ کہ مدینہ کے یہودی مسلمانوں کے خلاف اُس کی امداد کریں گے۔ چنانچہ اسی خیال کے تحت وہ رات کو یہودیوں کے قبیلہ بنو نضیر کے سردار حیی بن اخطب کے پاس گیا۔ مگر اُس نے دروازہ ہی نہ کھولا۔ ابو سفیان اِدھر سے مایوس ہو کر ایک دوسرے یہودی سردار سلام بن مشکم کے پاس آیا۔ جس نے بڑے جوش سے اس کا استقبال کیا۔ شراب سے خاطر تواضع کی اور مدینہ کے مخفی راز بتائے۔ صبح اُٹھ کر قریش کے سپہ سالارِ اعظم نے عریض نامی ایک بستی پر حملہ کیا۔ دو آدمی قتل کئے۔ چند مکانات اور گھاس کے انبار جلا کر دل کو تسلّی دے لی کہ اُس نے مسلمانوں سے مقتولینِ بدر کا انتقام لینے کی جو قسم کھائی تھی وہ پوری ہو گئی ہے۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ تو آپ دو سو مہاجرین و انصار کو لے کر ابو سفیان کے تعاقب میں قرقرۃ الکدر تک تشریف لے گئے۔ مگر وہ لوگ نہ ملے۔ کیونکہ ابو سفیان اپنے ساتھیوں سمیت بڑی تیزی سے مکّہ کی طرف بھاگ گیا تھا۔ ابو سفیان چونکہ گھبراہٹ میں بھاگا تھا۔ اس لئے اپنی سواریوں کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے وہ راستے میں ستّو کے تھیلے گراتا گیا۔ جو مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔ ستّو کو عربی میں سویق کہتے ہیں چنانچہ اسی مناسبت سے اس کا نام غزوہ سویق پڑ گیا۔ اس غزوہ میں دو مسلمان شہید ہوئے۔ یعنی

- حضرت معبد رضؓ بن عمرو الانصاری ——— اور
- اُن کے ایک ساتھی۔

اِن حضرات کے حالات سیرت کی کسی کتاب میں نہیں ملے۔

سریہ زید رضؓ بن حارثہ (سریہ قردہ) | قریشِ مکّہ بدر کے واقعہ سے اس درجہ خوفزدہ ہو گئے تھے

کہ اب وہ تجارت کی غرض سے شام کا قدیم تجارتی راستہ اختیار کرنے سے ہچکچاتے تھے۔ چنانچہ اسود بن مطلب کی رائے کے مطابق اُنہوں نے عراق کا راستہ اختیار کرنے کا ارادہ کیا۔ اور رہنمائی کے لئے فرات بن حیان عجلی کو اپنے ساتھ لیا۔ فرات نے قریشِ مکہ کو یقین دلایا تھا۔ کہ اس کا اختیار کردہ راستہ مسلمانوں میں سے کسی نے بھی نہیں دیکھا۔ دُوسرے اس راہ میں پہاڑوں اور بیابانوں کا بے پایاں سلسلہ پھیلا ہُوا ہے غرض قُریش کا یہ قافلہ جس میں ابو سفیان بن حرب، صفوان بن اُمیہ، حویطب بن عبدالعزیٰ اور عبداللہ بن ابی ربیعہ شامل تھے۔ مکہ سے مالِ کثیر لے کر براہِ عراق روانہ ہُوا۔ جس وقت قُریش نے یہ معاملہ طے کیا۔ مدینہ کے ایک اشجعی، جن کا نام نعیم بن مسعود تھا۔ مکہ میں موجود تھے۔ وہ مدینہ واپس ہوئے تو مسلمانوں کو اس کی اطلاع کر دی۔ آنحضرت صلعم نے اس خبر کے ملتے ہی جمادی الآخر ۳ھ میں حضرت زیدؓ بن حارثہ کو سو مسلمانوں کے ہمراہ قُریش کے قافلہ تجارت پر حملہ کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔

مجاہدین نے مقامِ قردہ میں واقع ایک پہاڑی چشمہ کے قریب قُریش پر چھاپہ مارا، اور اموالِ تجارت پر قبضہ کر کے اُنہیں بھگا دیا۔ اس یلغار میں قریش کے رہنما فرات کو مسلمانوں نے گرفتار کر لیا جن کی جاں بخشی قبولِ اسلام کے صدقہ میں ہوئی۔

اس مہم سے مسلمان جتنا مالِ غنیمت مدینہ لائے۔ اس کی کثرت کا اندازہ صرف خمس سے ہی لگایا جا سکتا ہے جس کی مالیت بیس ہزار درہم تھی۔

اس سریہ میں اگرچہ کوئی قتال نہ ہوا۔ تاہم مسلمانوں کا یہ حملہ جس سے قریشِ مکہ کو بھاری مالی نقصان اُٹھانا پڑا۔ غزوہ اُحد کے دیگر اسباب میں سے ایک بنیادی وجہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

غزوہ اُحد ——— مسلمانوں کا دُوسرا عظیم غزوہ

غزوہ سویق میں ابوسفیان کی قسم اگرچہ پُوری ہو گئی تھی۔ پھر بھی بدر کا جو چرکہ قُریش مکّہ کے دلوں پر لگ چکا تھا۔ وہ ابھی ان کی یادوں سے محو نہ ہُوا تھا کہ اسی اثناء میں حضرت زیدؓ بن حارثہ کی تاخت سے اُنہیں تقریباً ایک لاکھ درہم کا مالی نقصان بھی برداشت کرنا پڑا۔ اس واقعہ میں چونکہ ابوسفیان کو پھر شکست ہوئی تھی۔ اور مقتولینِ بدر کا انتقام لینے کے لئے بھی وُہی قُریش کا سرکردہ لیڈر تھا اس لئے ابوسفیان نے مسلمانوں پر ایک زبردست حملہ کرنے کی غرض سے پُوری کوشش شروع کر دی۔ چنانچہ اس تیاری کی ابتدا ہوتے ہی مکّہ کے گلی کُوچوں سے انتقام انتقام کی صدا بلند ہونے لگی۔

قُریشِ مکّہ نے اُس سامان کا منافع، جو جنگ بدر کے وقت بسلامت مکّہ پہنچ گیا تھا۔ پہلے ہی الگ کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کے خلاف ایک زبردست فوجی طاقت اُبھارنے کے لئے چندہ بھی فراہم کیا گیا اور کتنے ہی دیگر طریقوں سے حاصل کردہ رقومات اس مَد میں جمع کی گئیں۔ غرضیکہ مشرکین مکّہ میں سے کسی نے بھی اس مُہم کو سَر کرنے کے لئے بڑھ چڑھ کر حصّہ لینے میں کوئی پس وپیش نہ کی۔

عمرو جمحی اور مسافع، دو شعراء نے عرب قبائل کا دَورہ کیا۔ اور جگہ جگہ مجمع لگا کر اپنے اشعار سے لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف مشتعل کیا۔ نتیجتاً دیگر قبائل میں سے کنانہ اور تہامہ بھی قُریش کے ساتھ مل گئے۔ اس طرح ابوسفیان قُریش اور اُن کے حلیف قبائل کو ملا کر تین ہزار کا مسلّح لشکر جمع کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

اس دفعہ قُریش نے عورتوں کو بھی ساتھ لیا۔ تاکہ اُن کی حمایت وغیرت میں

کوئی شخص میدانِ جنگ سے بھاگ نہ سکے۔ اِن عورتوں میں ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ، عکرمہ بن ابوجہل کی بیوی اُمِّ حکیم بنت الحارث، خالد بن ولید کی بہن فاطمہ بنت الولید، طائف کے رئیس مسعود ثقفی کی بیٹی برزہ، عمرو العاص کی زوجہ ریطہ بنتِ منبّہ اور حضرت مصعبؓ بن عمیر کی ماں خنّاس قابلِ ذکر ہیں۔ الغرض قریش اس تعداد اور سامانِ جنگ کے ساتھ جبلِ اُحد کے قریب مقام عینین پر پہنچ کر خیمہ زن ہو گئے۔

(حضرت عباسؓ جو اگرچہ بدر کے بعد مسلمان ہو چکے تھے۔ تاہم ابھی مکّہ میں ہی مقیم تھے۔ وہ کفّار کی جنگی تیاریوں سے اچھی طرح آگاہ تھے چنانچہ انہوں نے ایک تیز رفتار قاصد کے ذریعہ یہ تمام تفصیلات لشکرِ کفّار کے پہنچنے سے تین دن پہلے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تک پہنچا دی تھیں۔ حضورؐ نے اِن حالات سے باخبر ہوتے ہی حضرت انسؓ اور حضرت مونسؓ کو تحقیق کے لئے روانہ فرمایا۔ وہ خبر لائے کہ قریش مدینہ کے قریب پہنچ کر مدینہ کی چراگاہیں تباہ کر رہے ہیں۔ پھر حضورؐ نے حضرت حبابؓ بن الارث کو بھیجا۔ انہوں نے آکر اطلاع دی۔ کہ مشرکین نے جبلِ اُحد کے قریب پڑاؤ ڈال دیا ہے۔ چنانچہ اس سنگین صورتِ حال کا مقابلہ کرنے کے لئے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے صحابہؓ سے مشورہ فرمایا۔ حضورؐ کی ذاتی رائے تھی۔ کہ:۔

ا۔ مہاجرین قریش شہر سے باہر نگرانی کریں۔

ب۔ اہلِ مدینہ شہر کے اندر قلعہ بند ہو کر موقع کے منتظر رہیں۔ تاکہ دشمن کے حملہ پر مدافعت کی جا سکے۔

اس مجلسِ مشاورت میں مہاجرین وانصار صحابہؓ کے علاوہ راس المنافقین عبداللہ بن اُبی بھی موجود تھا۔ اُس کی رائے بھی یہی تھی۔ کہ شہر کے اندر رہ کر مقابلہ کیا جائے حملہ کی صورت میں مرد دوبدو ہو کر جنگ کریں۔ اور عورتیں مکان کے چھتوں سے دشمن پر سنگباری کریں۔ مگر وہ نوجوان صحابہؓ جو کسی وجہ سے بدر کی شرکت سے رہ گئے تھے۔ باہر نکل کر جنگ کرنے کے حق میں تھے۔ وہ اس موقعہ کو غنیمت جان کر دادِ شجاعت دینے کے لئے پُرجوش تھے) ان کا کہنا تھا۔ کہ ہمیں یہ ہرگز گوارا نہیں کہ قریش واپس لوٹ کر کہیں کہ مسلمان ہم سے ڈر کر مدینہ کے قلعوں میں دبک گئے۔ اور یقیناً ہمارے شہر بند ہو جانے سے دشمن کے حوصلے بلند ہو جائیں گے۔

نوجوان صحابہؓ کے اس عزم نے مسلمانوں کی ہمت اور ولولۂ شہادت کو از سَرِ نَو بیدار کر دیا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے کھلے میدان میں مقابلہ کرنے والوں کی اکثریت دیکھ کر پھر اپنی رائے کو دہرایا۔ مگر جب نوجوان صحابہؓ کا اصرار بڑھنے لگا۔ تو حضورؐ بادلِ نخواستہ مکان کے اندر تشریف لے گئے۔ اور مسلّح ہو کر باہر آئے۔ جانثار صحابہؓ کو اپنے اصرار پر پشیمانی ہوئی۔ اُنہوں نے دربارِ رسالتمآبؐ میں عرض کی "اگر حضورؐ کے نزدیک مدینہ سے نکل کر جنگ کرنا مناسب نہیں تو یہیں ٹھہریئے، اور جس طرح مناسب ہو کیجیئے" مگر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا:۔

"کسی نبی کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ جب وہ اپنی زرہ پہن لے تو اُسے اُتار دے۔ جب تک کہ حق تعالیٰ اس کے اور دشمن کے درمیان فیصلہ نہ فرما دے"

الغرض آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم (۶ شوال ۳ھ مطابق ۲۲ مارچ ۶۲۵ء)

بعد از نمازِ جمعہ اپنے پیچھے حضرت ابنِ اُمِ مکتوم کو حاکمِ مدینہ بنا کر ایک ہزار صحابہؓ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ آپؐ جب مدینہ اور اُحد کے درمیان مقام شیخین پر پہنچے۔ تو عبداللہ بن اُبی اپنے تین سو منافقین سمیت لشکرِ اسلام سے علیحدہ ہو گیا اور کہا۔

"آپؐ نے میری رائے نہیں مانی۔ ہم بے وجہ کیوں اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالیں۔ یہ جنگ نہیں ہے، اگر ہم اسے جنگ سمجھتے تو آپؐ کا ساتھ دیتے۔"

تین صد منافقین کے واپس مدینہ لوٹ جانے سے لشکرِ اسلام کی تعداد صرف سات سو رہ گئی تھی۔ اِن تھوڑے سے خدا کے بندوں پر جوشِ انتقام میں بھرے ہوئے تین ہزار حملہ آوروں کا بادل تھا۔ لیکن یہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی پیغمبرانہ قیادت کا اعجاز تھا۔ کہ سات سو صحابہؓ جوشِ جہاد میں سرشار، نہ صرف قریش کی طاقت سے ٹکراتے بلکہ اسے پاش پاش کر دینے کے عزم کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے۔

۷ شوال ۳ھ بروز سنیچر فریقین میں قتال شروع ہو گیا۔ حضرت علیؓ، حضرت حمزہؓ، حضرت ابو دجانہؓ اور دوسرے صحابہؓ کے بے پناہ حملوں سے لشکرِ کفار کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ قریش کی عورتیں جو رجز خوانی کر کے قریش کے جوشِ انتقام کو اُبھار رہی تھیں بدحواسی کے عالم میں پیچھے ہٹ گئیں۔ اور قریش کے بارہ مشہور علمبردار میدان میں کھیت رہے۔ لیکن اسی اثناء میں جب قریش نے مسلمانوں کے تابڑ توڑ حملوں کے باعث میدان خالی کر دیا تھا۔ اسلامی فوج مالِ غنیمت سمیٹنے میں مشغول ہو گئی۔ اور اُن تیر اندازوں نے بھی غنیمت حاصل کرنے کے لئے وہ درّہ چھوڑ دیا۔ جہاں اُنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت عبداللہؓ بن جبیر کی ماتحتی میں، اس ہدایت کے ساتھ قائم فرمایا تھا۔ کہ جیسے کیسے بھی حالات ہوں وہ درّہ نہ چھوڑیں گے۔ چالاک دشمن نے اس موقعہ سے فائدہ

اُٹھایا اور چکر کاٹ کر مسلمانوں کو دو طرف سے بیچ میں لے لیا۔ مسلمانوں کا اس اچانک حملہ سے سخت نقصان ہُوا۔ اور لشکر کا بڑا حصّہ تتر بتر ہو گیا۔

اس افراتفری میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس صرف بارہ[۱۲] صحابہؓ رہ گئے تھے جن میں حضرت ابُوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرّحمن بن عوفؓ، حضرت سعد بن وقاصؓ، حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ، حضرت زبیرؓ بن العوام اور حضرت ابُوعبیدہؓ بن جراح وغیرہا کے نام مورّخین نے خاص طور پر تاریخوں میں محفوظ کئے ہیں (دشمنوں نے خدا کے نبیؐ پر پتھر پھینکے۔ ابنِ قمیہ کے پتھر سے حضورؐ کی پیشانی اور ابنِ ہشام کے پتھر سے نبیٔ کریمؐ کا بازو زخمی ہوئے۔ عتبہ نے پتھر مارا جس سے آنحضرت صلعم کے چار[۴] دانت شہید ہو گئے۔ اس نازک لمحہ میں حضرت طلحہؓ، حضرت ابُودجانہؓ، حضرت قتادہؓ بن نعمان، حضرت زیادؓ بن سکن اور دیگر کبار صحابہؓ نے حضورؐ سرورِ دو عالم کی حفاظت کے لئے اپنے جسموں کو کفّار کی تلواروں اور تیروں کے سامنے ڈھال بنا کر جس جانثاری اور بہادری کا ثبوت دیا۔ وہ ان کے اخلاص و عقیدت کا ایک روشن ثبوت ہے۔)

آنحضرت صلعم کے جسمِ اطہر پر چونکہ دو[۲] زرہوں کا بوجھ تھا۔ اس لئے حضورؐ ایک گڑھے میں گر گئے۔ ایسے میں کسی نے یہ افواہ اُڑا دی۔ کہ آنحضرت صلعم شہید ہو گئے۔ اس خبر کے سنتے ہی مسلمان حواس باختہ ہو گئے۔ اور ہر طرف اضطراب و پریشانی چھا گئی۔

حضرت انسؓ بن نضر نے دیکھا کہ چند مہاجر و انصاری صحابہؓ ایک جگہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ پُوچھا کہ تم لوگ کیوں بیٹھے ہو؟ کہا، کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم شہید ہو گئے۔ اُنہوں نے کہا "پھر تم زندہ رہ کر کیا کرو گے۔ اُٹھو، اور جس کام کے لئے رسولِ خدا صلعم

نے جان دی ہے، تم بھی جان دے دو" یہ کہہ کر آپ دشمن کی صفوں میں گھس گئے۔ اور دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہید ہو گئے۔

شہادتِ رسولؐ کی خبر سے مسلمان شدید اضطراب کے عالم میں تھے کہ حضرت کعبؓ بن مالک نے سب سے پہلے آنحضرت صلعم کو پہچانا۔ وہ خود میں مستور چہرۂ انور دیکھ کر بآوازِ بلند پکارے "اے مسلمانو! تم کو بشارت ہو، آنحضرت صلعم یہ ہیں" اس آواز کے بلند ہوتے ہی صحابہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو گئے۔ دشمنوں نے یہ آواز سنتے ہی حضورؐ پر تیر برسانے شروع کر دئے جنہیں حضرت کعبؓ نے اپنے سینہ پر روکا۔ اس طرح انہیں بیس زخم آئے (اس دوران اُبی بن خلف گھوڑا دوڑاتا ہوا آنحضرت صلعم کے قریب پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔ حضورؐ نے حضرت حارثؓ بن صمہ سے نیزہ لے کر اس کی گردن پر مارا جس سے وہ بلبلا اٹھا۔ اور مکہ کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ مقام سرف پر پہنچ کر گھوڑے سے گرا، اور واصلِ جہنم ہوا)۔

جب حضورؐ گھاٹی پر پہنچے تو لڑائی ختم ہو چکی تھی۔ حضرت علیؓ نے چہرہ اقدس کے خون کو دھویا۔ اور حضورؐ کے سر پر پانی ڈالا۔ ازاں بعد حضورؐ نے اس گھاٹی پر وضو کیا۔ اور بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ صحابہؓ نے بھی بیٹھ کر اقتدا کی۔

(اس معرکۂ حق و باطل میں صحابہؓ کرام کی اسلام اور بانیٔ اسلام کے لئے جاں نثاری اور صبر و استقلال کے مقابلہ پر کفار نے مسلمان شہداء کے ناک، کان کاٹ کر جس درندگی، بہیمیت اور بربریت کا مظاہرہ کیا۔ وہ انسانی تاریخ کا ایک نہایت عبرت انگیز باب ہے)

غزوہ اُحد اس لحاظ سے سب غزوات پر فوقیت رکھتا ہے۔ کہ اس میں ستّر

صحابہؓ شہید ہوئے۔ ان میں ایسے ایسے عظیم و المرتبت صحابہؓ بھی تھے۔ جو اگر زندہ رہتے تو اسلام کی طاقت میں بے پناہ اضافہ کا باعث بنتے۔ بہرحال ایک غزوہ میں اتنی جانوں کا ضیاع اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ پیغمبرِ خدا صلعم کے کسی ادنیٰ سے حکم سے لاپرواہی بھی کتنے شدید نقصان کا باعث بن سکتی اور مسلمانوں کو کس درجہ ہلاکت میں ڈال سکتی ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

شہدائے اُحد کے مبارک اسماء یہ ہیں:۔

(1) • سید الشہداء حضرت حمزہؓ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصیٰ

آپ کی کنیت ابو عمارہ اور لقب اسد اللہ تھا۔ آپ رشتہ میں آنحضرت صلعم کے حقیقی چچا تھے۔ ماں کی طرف سے یہ تعلق تھا۔ کہ حضرت حمزہؓ کی والدہ ہالہ بنتِ وہیب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ حضرت آمنہ کی چچازاد بہن تھیں۔

اس نسبی تعلق کے علاوہ حضرت امیر حمزہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ یعنی ابولہب کی لونڈی حضرت ثوبیہؓ نے دونوں کو دودھ پلایا تھا۔ حضرت امیر حمزہؓ عمر میں حضور پُرنور صلعم سے دو برس بڑے تھے۔ شمشیر زنی، تیر اندازی اور پہلوانی کا شوق بچپن سے تھا۔ سیر و شکار سے بھی غیر معمولی دلچسپی تھی۔ چنانچہ زندگی کا بڑا حصہ اسی مشغلہ میں بسر ہوا۔

نغمۂ توحید اور دعوتِ حق کی صدا اگرچہ ایک عرصہ سے مکہ کی فضاؤں میں گونج رہی تھی تاہم حضرت حمزہؓ جیسے سیر و شکار کے دلدادہ کو اتنی فرصت ہی کب تھی۔ کہ اس صدا پر کان دھرتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک عجیب طریقہ سے ان کی رہنمائی فرمائی۔ تفصیل یہ ہے۔ کہ ایک روز حضرت حمزہؓ حسبِ معمول شکار سے واپس آ رہے تھے۔ کہ ایک لونڈی نے

بتایا "کاش آپ تھوڑی دیر پہلے اپنے بھتیجے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حال دیکھتے حضورؐ کوہ صفا پر اپنے مذہب کا وعظ فرما رہے تھے۔ کہ ابوجہل نے انہیں نہایت سخت گالیاں دیں۔ اور بُری طرح ستایا لیکن حضورؐ نے کچھ جواب نہ دیا اور بے بسی کے ساتھ لوٹ گئے۔" یہ سُنتے ہی حضرت حمزہؓ تڑپ اُٹھے۔ تیزی کے ساتھ ابوجہل کے گھر گئے۔ اور اُس کے سر پر زور سے اپنی کمان کھینچ ماری جس سے وہ زخمی ہوگیا۔ اس کے بعد آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے۔ اور عرض کیا۔ "(محمدؐ) تم یہ سُن کر خوش ہوگے۔ کہ مَیں نے ابوجہل سے تمہارا بدلہ لے لیا ہے۔" یہ سُن کر حضورؐ نے فرمایا۔ "چچا مَیں ایسی باتوں سے خوش نہیں ہُوا کرتا۔ اگر تم کو میری خوشی مطلوب ہے۔ تو تم مسلمان ہو جاؤ۔" اس چھوٹے سے جملے نے حضرت حمزہؓ کو اس قدر متاثر کیا۔ کہ فوراً کلمۂ شہادت پڑھا اور مسلمان ہوگئے۔

حضرت حمزہؓ کے ایمان لانے کا واقعہ نبوتؐ کے چھٹے سال کا ہے۔ یہ اسلام کا وہ زمانہ تھا۔ کہ آنحضرت صلعم خانۂ ارقم میں پناہ گزین تھے۔ اور مومنین کا حلقہ صرف کمزور و ناتواں ہستیوں تک ہی محدود تھا۔ لیکن حضرت حمزہؓ کے اضافے سے دفعتہً حالت بدل گئی اور کفار کی مطلق العنان دست درازیوں اور ایذا رسانیوں کا سدِّباب ہوگیا۔ کیونکہ حضرت حمزہؓ کی شجاعت وجانبازی کا تمام مکہ لوہا مانتا تھا۔

مکہ کی مواخات میں آنحضرت صلعم کے محبوب غلام حضرت زید بن حارثہؓ حضرت حمزہؓ کے بھائی قرار پائے۔ آپ اس رشتۂ اخوت کا یہانتک احترام کرتے اور حضرت زیدؓ کو اس قدر عزیز جانتے کہ جب غزوات پر تشریف لے جاتے تو انہی کو ہر قسم کی وصیت کر جاتے تھے۔

بعثت کے تیرہویں سال حضرت حمزہؓ تمام صحابہؓ کرام کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے۔ جہاں انہیں خداداد شجاعت کے جوہر دکھانے کا نہایت اچھا موقعہ ہاتھ آیا۔ چنانچہ رمضان المبارک ۱ھ میں آنحضرت صلعم نے پہلا علَم حضرت حمزہؓ کے لئے دُرست فرما کر انہیں تیس ۳۰ صحابہؓ کے ساتھ قریش کی اُس جماعت کے مقابلہ پر بھیجا۔ جو ابوجہل کی ماتحتی میں، تین ۳۰۰ سو کفار پر مشتمل، شام سے آرہی تھی۔ حضرت حمزہؓ سیف البحر کے قریب پہنچے۔ تو کفّار سے آمنا سامنا ہو گیا۔ قتال کے لئے صفیں دُرست ہو گئی تھیں کہ ایک شخص مجدی بن عمرو الجہنی نے بیچ میں پڑ کر لڑائی موقوف کرا دی۔ تاریخِ اسلام میں اسے سریہ سیف البحر کا نام دیا گیا ہے۔

صفر ۲ھ میں جب آنحضرت صلعم نے بہ نفسِ نفیس پہلی دفعہ تقریباً ساٹھ ۶۰ صحابہؓ کرام کے ساتھ قریش مکّہ کی نقل و حرکت میں سدِّراہ ہونے کے لئے ابواء پر فوج کشی فرمائی۔ تو حضرت حمزہؓ اس غزوہ میں علمبردار تھے اور فوج کی کمان ان کے ہاتھ میں تھی اسی طرح جمادی الآخر ۲ھ کے غزوہ ذو العشیرہ میں بھی علمبرداری کا طُرّۂ افتخار حضرت حمزہؓ کی دستارِ فضل و کمال پر آویزاں تھا۔

اسی سال وسط رمضان المبارک کے مشہور معرکۂ بدر میں عتبہ کی دعوتِ مبارزت پر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حکم سے آپ عتبہ سے نبرد آزما ہوئے۔ اور پہلے ہی وار میں اُس کا کام تمام کر دیا۔ مشرکینِ نے طیش میں آ کر جب عام ہلّہ بول دیا۔ تو مجاہدین اسلام بھی اپنے بہادروں کو دشمن کے نرغہ میں دیکھ کر ٹوٹ پڑے۔ حضرت حمزہؓ کی دستار پر شتر مرغ کی کلغی تھی۔ اس لئے جس طرف گھس جاتے تھے، صاف نظر آتے تھے۔ آپ کے دونوں ہاتھوں میں تلوار تھی جس طرف بڑھتے دشمن کا صفایا کر جاتے۔

لڑائی میں حضرت علیؓ اور حضرت حمزہؓ کی بہادری نمایاں تھی۔ الغرض جب تھوڑی دیر میں مشرکین مالِ غنیمت اور قیدی چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ تو بعض قیدیوں نے پوچھا "یہ کلغی لگائے کون ہے؟" لوگوں نے کہا "حمزہؓ"۔ قیدیوں میں سے کسی نے کہا "آج ہم کو سب سے زیادہ نقصان اسی نے پہنچایا"۔

۵ا شوال ۲ھ کو جب آنحضرت صلعم نے یہودیوں کے قبیلہ بنو قینقاع پر ان کی عہد شکنی کے باعث فوج کشی فرمائی اور انہیں بزور اطرافِ مدینہ سے جلا وطن کر دیا۔ تو اس غزوہ میں بھی علمبرداری کا منصب حضرت حمزہؓ کو عطا ہوا تھا۔

۶ شوال ۳ھ کو جب قریش مکہ کا سیلاب عظیم مدینہ کی طرف بڑھا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جانثاروں کے ساتھ مدینہ سے نکل کر کوہِ احد کے دامن میں اس کو روکا۔ ۷ شوال ۳ھ ہفتہ کے دن لڑائی شروع ہوئی۔ کفار کی طرف سے سباع نے بڑھ کر مبارزطلبی کی، تو حضرت حمزہؓ اپنی شمشیرِ خارا شگاف تولتے ہوئے میدان میں آئے اور سباع پر اس زور سے حملہ آور ہوئے۔ کہ چشمِ زدن میں اس کافر کا کام تمام کر دیا۔ اس کے بعد جب گھمسان کا رن پڑا۔ تو حضرت حمزہؓ نے روباہ صفت کفار کے ٹڈی دل میں گھس کر کشتوں کے پشتے لگا دئے۔ آپ جس طرف بھی نکل گئے۔ صفوں کی صفیں الٹ دیں۔ غرضیکہ اس جوش سے لڑے کہ تنہا بہت سے کفار کو واصلِ جہنم کر دیا۔

حضرت امیر حمزہؓ نے چونکہ معرکہ بدر میں چن چن کر اکثر نامی گرامی قریشِ مکہ کو تہ تیغ کیا تھا۔ اس لئے تمام مشرکین سب سے زیادہ انہی کے خون کے پیاسے تھے۔ چنانچہ جبیر بن مطعم کا ایک غلام جس کا نام وحشی تھا، صلۂ آزادی کے لالچ میں

ایک چٹان کے پیچھے گھات لگاکر بیٹھ گیا اور حضرت حمزہؓ کا انتظار کرنے لگا۔ اتفاقاً حضرت حمزہؓ اُس کے قریب سے گزرے۔ تو اُس نے اچانک اس زور سے نیزہ مارا، کہ آپ لڑکھڑا کر گر پڑے اور شہید ہو گئے۔ آپ کی شہادت پر کفّار کی عورتوں نے خوشی و مسرّت کے ترانے گائے۔ ابوسفیان کی بیوی ہند بنتِ عتبہ نے حضرت حمزہؓ کے کان، ناک کاٹ کر ہار بنایا، نیز شکم چاک کر کے جگر نکالا اور چبا کر تھوک دیا۔ حضورؐ سرورِ دو عالم نے جب سُنا تو پُوچھا "کیا اُس نے کچھ کھایا بھی ہے؟" لوگوں نے عرض کی۔ "نہیں"۔ فرمایا "خدا حمزہؓ کے کسی عضو کو جہنّم میں داخل ہونے نہ دیتا"۔

اختتامِ جنگ کے بعد جب شُہدائے اسلام کی تجہیز و تکفین شروع ہوئی، تو آنحضرت صلعم اپنے محترم چچا کی لاش پر تشریف لائے۔ چونکہ ہند نے کان، ناک کاٹ کر نہایت دردناک صُورت بنا دی تھی۔ اس لئے یہ منظر دیکھ کر حضورؐ کا دل بھر آیا اور مخاطب ہو کر فرمایا "تم پر خدا کی رحمت ہو۔ کیونکہ تم رشتہ داروں کا سب سے زیادہ خیال رکھتے اور نیک کاموں میں پیش پیش رہتے تھے"۔

حضرت صفیہؓ حضرت امیر حمزہؓ کی حقیقی بہن تھیں۔ بھائی کی شہادت کا حال سُنا تو روتے روتے جنازہ کے پاس آئیں۔ مگر آنحضرت صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے دیکھنے نہ دیا اور تسلّی و تشفّی دے کر واپس فرمایا۔ حضرت صفیہؓ اپنے صاحبزادے حضرت زبیرؓ کو حضرت امیر حمزہؓ کے کفن کے لئے دو چادریں دے گئی تھیں۔ لیکن پہلو میں ایک انصاری کی لاش بے کفن پڑی تھی۔ اس لئے دونوں شہیدانِ اسلام میں ایک ایک چادر تقسیم کر دی۔ ایک چادر چونکہ ان کی لاش ڈھانپنے کے لئے کافی نہ تھی۔ اس لئے آنحضرت صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے فرمایا۔ کہ چادر سے چہرہ چھپاؤ اور پاؤں پر گھاس اور پتّے ڈال

دو۔ غرضیکہ اس عبرتناک طریقہ سے جنازہ تیار ہوا۔ آنحضرت صلعم نے خود نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اس کے بعد دیگر شہدائے اُحد کے جنازے ایک ایک کر کے پہلو میں رکھے گئے۔ حضورؐ نے علیحدہ علیحدہ نماز پڑھائی۔ چنانچہ تقریباً ستّر نمازوں کے بعد مسلمانوں نے بصد رنج والم حضرت امیر حمزہؓ کو اسی میدان میں سپردِ خاک کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اس سانحہ کا شدید افسوس تھا۔ مدینہ منوّرہ میں تشریف لائے۔ اور بنی عبدالاشہل کی عورتوں کو اپنے شہداء پر روتے سُنا تو فرمایا "افسوس! حمزہؓ کے لئے رونے والیاں بھی نہیں"۔ انصارِ مدینہ نے یہ سن کر اپنی عورتوں کو آستانۂ نبوّتؐ پر بھیج دیا۔ جنہوں نے نہایت دردانگیز طریقہ سے سیّد الشہداءؓ حضرت حمزہؓ پر گریہ وزاری شروع کی۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ اس وقت سے مدینہ کی عورتوں کا یہ دستور ہو گیا تھا۔ کہ جب وہ کسی پر روتی تھیں۔ تو پہلے حضرت امیر حمزہؓ پر دو آنسو بہا لیتی تھیں۔

حضرت امیر حمزہؓ کے قاتل وحشیؓ جب قبولِ اسلام کے بعد بارگاہِ نبوّت میں حاضر ہوئے۔ تو آنحضرت صلعم نے دیکھ کر پوچھا "کیا تم ہی وحشیؓ ہو؟" عرض کیا "ہاں" فرمایا "تم نے حمزہؓ کو قتل کیا تھا؟" بولے "حضورؐ کو جو کچھ معلوم ہے وہ صحیح ہے"۔ ارشاد ہوا "کیا تم اپنا چہرہ مجھ سے چھپا سکتے ہو؟" ارشادِ نبوّت سنتے ہی وحشیؓ باہر چلے آئے اور پھر تمام عمر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے سامنے نہ جا سکے۔ حضرت وحشیؓ نے حضور سرورِ دو عالم صلعم کے بعد مدّعیٔ نبوّت مسیلمہ کذّاب پر فوج کشی کے دوران اُسے اسی جگہ نیزہ مار کر قتل کیا۔ جہاں اُنہوں نے حضرت حمزہ کو نیزہ مار کر

شہید کیا تھا۔ اور اس طرح حضرت وحشیؓ نے اپنے گناہ کا کفارہ ادا کیا۔

حضرت حمزہؓ کے اخلاق میں سپاہیانہ خصائل نہایت نمایاں تھے۔ شجاعت، جانبازی اور بہادری ان کے مخصوص اوصاف تھے۔

حضرت حمزہؓ نے متعدد شادیاں کیں، اور ہر ایک کے بطن سے اولاد ہوئی۔ لڑکوں کا نام ابویعلیٰ، عامرؓ اور عمارہ تھا۔ آخر الذکر دونوں لاولد فوت ہوئے۔ ابویعلیٰ سے چند اولادیں ہوئیں۔ مگر وہ بچپن میں ہی قضا کر گئیں۔ اس طرح حضرت حمزہؓ کا سلسلہ نسل شروع ہی میں منقطع ہو گیا۔

● حضرت عبداللہؓ بن جحش بن رباب بن یعمر بن صبرہ بن مرّہ

نام عبداللہؓ اور کنیت ابومحمد تھی۔ آپ کی والدہ امیمہ بنتِ عبدالمطلب، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پھوپھی تھیں۔ حضرت عبداللہؓ نے خانۂ ارقم میں دعوتِ اسلام کے آغاز سے پہلے ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔

مشرکینِ مکہ نے اہلِ اسلام پر جب اپنا دستِ تظلّم دراز کیا۔ تو آپ کا خاندان بھی اس سے محفوظ نہ رہا۔ چنانچہ آپ نے دو دفعہ سرزمینِ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ آخری سفر میں تمام خاندان یعنی آپ کے دو بھائی، تین بہنیں اور آپ کے بھائی عبیداللہ کی بیوی حضرت اُمِّ حبیبہؓ بنتِ ابوسفیان بھی ساتھ تھیں۔

عبیداللہ نے حبش میں نصرانیت اختیار کر لی، اور وہیں پیوندِ خاک ہوا۔

حضرت عبداللہؓ اپنے بقیہ خاندان کو پھر مکہ واپس لائے۔ اور یہاں سے اپنے قبیلہ کے تمام افراد کو، جو سب کے سب حلقہ بگوشِ اسلام ہو چکے تھے، ساتھ لے کر مدینہ پہنچے۔ آپ نے اپنے رشتہ داروں سے مکہ اس طرح خالی کر دیا تھا۔ کہ محلہ کا محلہ بے رونق ہو گیا۔

اور بہت سے مکانات مقفل ہو گئے۔

مدینہ میں حضرت عاصمؓ بن ثابت بن ابی افلح نے حضرت عبداللہؓ بن جحش کے تمام قبیلہ کو اپنا مہمان بنایا۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے درمیان رشتۂ اخوت قائم فرما دیا۔

رجب ۲ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عبداللہؓ کو چند مجاہدین کا قائد بنا کر ایک سریہ پر روانہ فرمایا۔ چلتے وقت ایک سربمہر فرمان دے کر کہا۔ کہ دو دن کی مسافت طے کرنے کے بعد پڑھنا اور ہدایت کے مطابق عمل کرنا۔ دو روز کے بعد حسبِ ہدایت جب خط پڑھا، تو ان کو حکم دیا گیا تھا۔ کہ نخلہ چلے جاؤ اور قریش کی نقل و حرکت کی تحقیق کر کے خبر دو۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن جحشؓ حسب الحکم معہ اپنے ساتھیوں کے نخلہ پہنچے۔ شام کو قریش کا ایک تجارتی قافلہ آیا، جس پر مجاہدین نے حملہ کر کے سردارِ قافلہ عمرو الحضرمی کو قتل کیا اور مالِ تجارت پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت تک چونکہ تقسیم غنائم کا کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ اس لئے حضرت عبداللہؓ نے اپنے اجتہاد سے خمس نکال کر باقی مال بہ حصہ مساوی اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا۔ جب قرآن حکیم میں خمس کی آیت نازل ہوئی۔ تو حضرت عبداللہ بن جحشؓ کا اجتہاد صحیح ثابت ہوا۔

حضرت عبداللہ بن جحشؓ غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ غزوۂ احد میں شرکت سے ایک روز قبل آپ نے بارگاہِ رب العزت میں دعا کی :۔

"خدایا! مجھے ایسا مقابل دے، جو نہایت شجاع اور سریع الغضب ہو۔ میں تیری راہ میں اس سے معرکہ آرا ہوں۔ یہانتک کہ وہ مجھے قتل کر کے

میرے کان، ناک کاٹ ڈالے۔ جب میں تجھ سے ملوں گا، اور تو فرمائے گا۔
اے عبداللہ، تیرے ناک، کان کیوں کاٹے گئے؟ تو عرض کروں گا تیرے
لئے اور تیرے رسولؐ کے لئے۔"

چنانچہ ان کی یہ دعا قبول ہوئی۔ لڑائی کے دوران اس جوش سے لڑے کہ تلوار ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو کھجور کی چھڑی مرحمت فرمائی۔ جس نے ان کے ہاتھ میں تلوار کا کام دیا۔ دیر تک لڑتے رہے۔ بالآخر اسی حالت میں ابو الحکم بن اخنس الثقفی کی تلوار سے جامِ شہادت نوش کیا۔ مشرکین نے مثلہ کیا، اور ان کے ناک، کان کاٹ کر دھاگے میں پروئے۔

شہادت کے وقت آپ کی عمر چالیس سے کچھ اوپر تھی۔ حضرت عبداللہؓ اپنے ماموں حضرت امیر حمزہؓ بن عبدالمطلب کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● حضرت شماسؓ بن عثمان بن شرید بن ہرمی بن عامر بن مخزوم القرشی المخزومی

ہشام کلبی کی روایت کے مطابق حضرت شماسؓ کا اصلی نام عثمان تھا۔ مگر اپنے حُسن و جمال کی وجہ سے شماسؓ نام مشہور ہو گیا۔ شماس عربی میں "رُخِ تاباں" کو کہتے ہیں۔

حضرت شماسؓ نے ابتدا ہی میں اپنی والدہ حضرت صفیہؓ بنتِ ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف کے ساتھ اسلام قبول کر لیا تھا۔ مشرکینِ مکہ نے جب اہلِ اسلام پر عرصۂ حیات تنگ کیا۔ تو حضرت شماسؓ نے اپنی والدہ کے ہمراہ حبش کی طرف ہجرت کی۔ وہاں سے واپس آکر پھر مدینہ کی راہ لی۔ اور حضرت مبشرؓ بن المنذر کے مہمان بنے۔ مواخات میں حضرت حنظلہؓ بن ابی عامر انصاری سے رشتۂ اخوت قائم ہوا۔

غزوہ بدر اور غزوہ اُحد میں شریک ہوئے۔ غزوہ اُحد میں جب اچانک جنگ کا پانسہ پلٹ گیا، اور صرف چند جانثار میدان میں رہ گئے۔ تو حضرت شماسؓ بھی اُن پروانوں میں تھے، جو شمعِ رسالتؐ کے اردگرد فدا کاری کے جوہر دکھا رہے تھے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم فرمایا کرتے۔ کہ شماسؓ کے لئے "سپر" کے علاوہ کوئی تشبیہہ نہیں پاتا حضور سرورِ دو عالم صلعم اپنے دائیں بائیں جس طرف بھی نظر ڈالتے، شماسؓ، شماس ہی دیکھتے، جو اپنی تلوار سے مدافعت کر رہے تھے۔

اُس وقت جبکہ رسولِ کریم صلعم پر کفّار زبردست یلغار کر رہے تھے۔ حضرت شماسؓ، آنحضرت صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم اور مشرکین کے درمیان ڈھال بن گئے۔ یہانتک کہ زخموں سے چُور ہو کر گر ے۔ اختتامِ جنگ کے بعد دیکھا گیا تو دمِ واپسیں کے چند انفاس باقی تھے۔ حضورؐ کے حکم سے مدینہ اُٹھا کر لائے گئے۔ حضرت اُمِّ سلمہؓ جو اُن کی چچا زاد بہن تھیں، تیمارداری پر مامور ہوئیں۔ لیکن اس فدائے ملّت کا فرض پُورا ہو چکا تھا۔ اور دربارِ خداوندی سے حصولِ انعام کی دعوت آ چکی تھی۔ چنانچہ ایک شبانہ روز توقّف کے بعد داعئ اجل کو لبیک کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کے حکم سے واپس اُحد لائے گئے، اور اُسی خونی پیراہن کے ساتھ اُحد کے گورِ شہیداں میں دفن کئے گئے۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر تقریباً چونتیس ۳۴ سال تھی۔

● حضرت مصعبؓ بن عُمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار بن قُصیّ القرشی

آپ کا نام مصعبؓ، کنیت ابُو محمّد اور والدہ کا نام حنّاس بنتِ مالک بن المضرب

بن وہب بن عمر و تھا۔ آپ مکہ کے نہایت حسین و خوبرو نوجوان تھے۔ آپ کا گھرانہ چونکہ مکہ کے امیر گھرانوں میں شمار ہوتا تھا۔ اس لئے آپ کی والدہ خناس نے اپنے لختِ جگر کو نہایت ناز و نعم سے پالا تھا حضرت مصعبؓ ہمیشہ عمدہ پوشاک زیب تن رکھتے اور لطیف سے لطیف خوشبو، جو اُس زمانہ میں میسر آسکتی تھی، استعمال کرتے تھے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ان کا تذکرہ کر کے فرماتے "میں نے مکہ میں مصعبؓ بن عمیر سے زیادہ خوبصورت بالوں والا، باریک کپڑے پہننے والا اور پروردۂ نعمت کسی کو نہیں دیکھا"

خدائے پاک نے جس طرح حضرت مصعبؓ کو ظاہری حُسن و جمال بخشا تھا، اسی طرح آئینہ دل بھی نہایت شفاف بنایا تھا۔ قبولِ حق کی اس قدر استعداد رکھتے تھے، کہ جمالِ حقیقت کے ایک ہی عکس نے توحید کا والہ و شیدا بنا دیا۔ اور شرک سے یک قلم متنفر کر دیا۔ چنانچہ آستانۂ نبوتؐ پر حاضر ہو کر توحید پرستوں میں شامل ہو گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ کہ آنحضرت صلعم خانۂ ارقم میں پناہ گزین تھے۔ اور اہلِ اسلام پر سرزمین مکہ تنگ ہو رہی تھی۔ حضرت مصعبؓ نے ایک زمانہ تک اپنی ماں اور دیگر اہلِ خاندان سے اپنا اسلام چھپائے رکھا اور چھپ چھپ کر نبوتؐ کے چشمۂ صافی پر حاضر ہو کر حق پرستی کی پیاس بجھاتے رہے۔ مگر اسلام کے لئے اپنی اس قلبی وارفتگی کو کہاں تک چھپائے رکھتے؟ ایک دن عثمان بن طلحہ نے آپ کو نماز پڑھتے دیکھ کر آپ کے گھر والوں کو اس کی خبر کر دی۔ انہوں نے سُنا تو محبت نفرت میں تبدیل ہو گئی۔ اور پرستارانِ شرک و کفر نے آپ کو گرفتار کر کے قیدِ تنہائی میں ڈال دیا۔

ایک زمانہ تک آپ قید کے مصائب برداشت کرتے رہے۔ ۵ نبوی میں جب راہِ خدا

کے مہاجرین نے پہلی بار ملک حبش کے لئے رختِ سفر باندھا۔ تو آپ ان کے ساتھ ہو لئے اور وہاں دُنیاوی عیش و تنعم اور نشاط افزا عطریات سے بے نیاز ہو کر جلوۂ توحید کے ایک نظارے کے لئے نہایت تنگی و عُسرت کے ساتھ گزر اوقات کرتے رہے۔ ایک مُدت بعد جب آپ حبش سے مکہ آئے تو ہجرت کے مصائب نے ظاہری رنگ و رُوپ کو کافی حد تک متاثر کر دیا تھا۔ والدہ نے اپنے لختِ جگر کی اس پریشان حالی کو دیکھا، تو رحم آ گیا اور مظالم کے اعادہ سے باز آ گئی۔

اس اثناء میں نیرِّ اسلام کی ضیا پاش شعاعیں کوہِ فاران کی چوٹیوں سے گزر کر وادیٔ یثرب تک پہنچ چکی تھیں، اور مدینہ منوّرہ کے ایک معزز طبقہ نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اہلِ مدینہ کی اس درخواست پر، کہ ہماری تعلیم و تلقین کے لئے کسی کو مامور فرمایا جاتے۔ آنحضرت صلعم کی نگاہِ جوہر شناس نے حضرت مصعبؓ بن عمیر کو منتخب کر کے چند زرّیں نصائح کے ساتھ مدینہ منوّرہ روانہ فرمایا۔

حضرت مصعبؓ مدینہ پہنچ کر حضرت اسعدؓ بن زرارہ کے مکان پر فروکش ہوئے اور گھر گھر پھر کر تعلیمِ قرآن اور تبلیغِ اسلام کی خدمت انجام دینے لگے۔ اس طرح رفتہ رفتہ آپ کی شب و روز کی مساعی سے توحید پرستوں کی ایک جماعت پیدا ہو گئی۔ ایک روز آپ حسبِ معمول بنی ظفر کے گھر میں چند مسلمانوں کو تعلیم دے رہے تھے۔ کہ حضرت اُسیدؓ بن حضیر حاضر ہوئے اور حضرت مصعبؓ کو اشاعتِ اسلام سے بزور روکنے لگے۔ مگر جلد ہی حضرت مصعبؓ کی زبان سے اسلام کے عقائد و محاسن سُن کر حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت اُسیدؓ بن حضیر نے قبیلہ عبد الاشہل کے سردار حضرت سعدؓ بن معاذ کو حضرت مصعبؓ کی خدمت میں بھیجا۔ وہ اگرچہ نہایت

غصّہ میں تشریف لائے تھے۔ مگر حضرت مصعبؓ نے انہیں بھی اس نرمی وخوبی سے دعوتِ اسلام دی۔ کہ حضرت سعدؓ کا چہرہ نورِ ایمان سے چمک اٹھا اور اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ حضرت سعدؓ اسلام کی حقانیت سے اس درجہ متأثر ہو گئے تھے کہ اسی جوش میں بھرے ہوئے اپنے قبیلہ والوں کے پاس آئے اور با وازِ بلند اپنے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "اے بنی اشہل! بتاؤ میں تمہارا کون ہوں؟" انہوں نے کہا۔ "تم ہمارے سردار اور ہم سب سے زیادہ عاقل اور عالی نسب ہو۔" بولے۔ "خدا کی قسم، تمہارے مردوں اور عورتوں سے گفتگو کرنا اس وقت تک مجھ پر حرام ہے۔ جب تک کہ تم خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان نہ لے آؤ۔" اس کا اثر یہ ہوا، کہ عبد الاشہل کا تمام قبیلہ اسی وقت اسلام کا حلقہ بگوش ہو گیا۔

حضرت مصعبؓ ایک عرصہ تک حضرت اسعدؓ بن زرارہ کے ہاں مقیم رہے۔ لیکن جب بنی نجار نے ان پر تشدد کیا۔ تو حضرت سعدؓ بن معاذ کے مکان پر اٹھ آئے، اور یہیں سے اسلام کی روشنی پھیلاتے رہے۔ یہاں تک کہ خطمہ، وائل اور واقف کے چند مکانات کے سوا عوالی اور مدینہ کے تمام گھر نورِ اسلام سے منور ہو گئے۔

مدینہ میں جب حق پرستوں کی ایک اچھی خاصی جماعت پیدا ہو گئی۔ تو حضرت مصعبؓ نے دربارِ رسالتؐ سے اجازت لے کر حضرت سعدؓ بن خیثمہ کے مکان میں جماعت کے ساتھ نمازِ جمعہ کی بنا ڈالی۔ آپ نے پہلے کھڑے ہو کر نہایت مؤثر خطبہ دیا۔ پھر نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھائی اور بعد

اَزنماز ایک بکری ذبح کرکے حاضرین کی ضیافت کی۔ اس طرح وہ اسلامی شعار جو عبادتِ الٰہی کے علاوہ ہفتہ میں ایک بار برادرانِ اسلام کو باہم بغلگیر ہونے کا موقعہ دیتا ہے، خاص حضرت مصعبؓ بن عمیر کی تحریک سے قائم ہوا۔

عقبہ کی پہلی بیعت میں صرف بارہ ۱۲ انصار شریک تھے۔ لیکن ایک ہی سال میں حضرت مصعبؓ نے تمام اہلِ یثرب کو اسلام کا اس قدر فدائی بنا دیا کہ بیعتِ عقبہ ثانیہ میں بہتر ۷۲ اکابرینِ یثرب کی ایک جماعت تجدیدِ بیعت اور رسول کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو مدینہ میں مدعو کرنے کے لئے دربارِ نبوّت میں پہنچی۔ اس جماعت کے مُعلّمِ دین حضرت مصعبؓ بھی ان کے ساتھ تھے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت مصعبؓ کی تبلیغی کوششوں کی تفصیلات نہایت دلچسپی سے سُنیں اور ان کی محنت و جانفشانی سے بیحد محظوظ ہوئے۔

حضرت مصعبؓ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کے بعد اپنی والدہ حنّاس کے پاس تشریف لے گئے۔ اور اُسے خیر خواہی و محبّت سے مشورہ دیتے ہوئے عرض کی، کہ وہ گواہی دے کہ اللہ ایک ہے اور محمّد رسولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اُس کے بندہ اور رسولِ برحق ہیں۔ مگر اُس نے بیٹے کے اس مشورہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، اور اپنی شرک و بُت پرستی پر قائم رہی۔

حضرت مصعبؓ مکہ آنے کے بعد صفر ۱۳ھ بعثت تک آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر رہے۔ اور پھر ہجرت کرکے حضورؐ سے بارہ ۱۲ دن پہلے مدینہ پہنچے ۲ھ میں جب حق و باطل کے خُونریز معرکوں کا سلسلہ شروع ہُوا۔ تو حضرت مصعبؓ میدانِ فصاحت کی طرح عرصۂ وغا میں بھی نمایاں رہے۔ غزوہ بدر میں جماعتِ مہاجرین کا

سب سے بڑا عَلَم ان کے ہاتھ میں تھا۔ اور غزوہ اُحد میں بھی علمبرداری کا شرف انہی کو حاصل ہوا۔

غزوہ اُحد میں جب اتفاقی غلطی نے فتح و شکست کا پانسہ پلٹ دیا اور فاتح مسلمان ناگہانی طور پر مغلوب ہو کر منتشر ہو گئے، تو اس وقت بھی حضرت مصعبؓ اسلام کا عَلَم اُٹھائے یکہ و تنہا مشرکین کے نرغہ میں ثابت قدم رہے۔ غرض اسی حالت میں مشرکین کے شہسوار ابنِ قمیّہ نے تلوار کے وار سے آپ کا داہنا ہاتھ شہید کر دیا۔ آپ نے لوائے توحید بائیں ہاتھ میں پکڑ لیا۔ ابنِ قمیّہ نے دوسرے وار سے بایاں ہاتھ بھی شہید کر دیا۔ آپ نے کٹے ہوئے ہاتھوں کے حلقے میں لے کر عَلَم اسلام کو سینہ سے چمٹا لیا۔ ابنِ قمیّہ نے جھنجھلا کر تلوار پھینک دی۔ اور اس زور سے نیزہ مارا کہ اس کی انی ٹوٹ کر سینہ میں رہ گئی۔ جس سے آپ فرشِ زمین پر گر کر جان بحق ہو گئے۔ لوائے اسلام پھر بھی سرنگوں نہ ہوا۔ کیونکہ حضرت مصعبؓ کے گرتے ہی ان کے بھائی ابو الرومؓ بن عمیر نے اس کو سنبھال لیا، اور آخری وقت تک شجاعانہ مدافعت کرتے رہے۔

لڑائی کے خاتمے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مصعبؓ کی لاش کے قریب آئے، اور یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ (سورۃ الاحزاب آیت ۲۳) — مومنین میں چند ایسے ہیں، جنہوں نے خدا سے جو کچھ عہد کیا تھا، اس کو سچا کر دکھایا۔

پھر حضورؐ نے لاش سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

”میں نے تم کو مکہ میں دیکھا تھا۔ جہاں تمہارے جیسا حسین و خوش پوشاک کوئی نہ تھا۔ لیکن آج دیکھتا ہوں کہ تمہارے بال اُلجھے ہوئے

ہیں۔ اور جسم پر صرف ایک چادر ہے۔"

پھر ارشاد فرمایا:۔

"بے شک اللہ کا رسولؐ گواہی دیتا ہے۔ کہ تم لوگ قیامت کے دن بارگاہِ خداوندی میں حاضر رہو گے۔"

پھر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم غازیانِ دین کی طرف متوجّہ ہوئے، اور فرمایا:۔

"لوگو! ان کی زیارت کرو۔ ان کے پاس آؤ، اور انہیں سلام کرو۔ قسم ہے اُس ذات کی، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ روزِ قیامت تک جو کوئی ان پر سلام بھیجے گا، وہ اُس کا جواب دیں گے۔"

اس کے بعد حضرت مصعبؓ کو ایک چادر کا کفن دیا گیا اور آپ کے بھائی حضرت ابوالرومؓ بن عمیر نے حضرت عامرؓ بن ربیعہ اور حضرت سویطؓ بن سعدؓ کی مدد سے آپ کو سپردِ خاک کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

حضرت مصعبؓ کا قد میانہ، چہرہ حسین و نازک اور زلفیں نہایت خوبصورت تھیں۔ آپ کی بیوی کا نام حمنہ بنتِ جحش تھا۔ ایک لڑکی جس کا نام زینب تھا۔ یادگار چھوڑی۔

● حضرت انسؓ بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام

آپ حضرت انسؓ بن مالک کے چچا تھے۔ آنحضرت صلعم کے دادا حضرت عبدالمطلب کی والدہ سلمٰی بنتِ عمرو اسی خاندان سے تھیں۔ اور حضرت انسؓ بن نضر کی پھوپھی ہوتی تھیں۔ حضرت انسؓ اپنے خاندان کے رئیس تھے۔

حضرت انسؓ بن نضر نے بیعت عقبہ ثانیہ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا غزوہ بدر میں کسی وجہ شریک نہ ہو سکے تھے۔ لیکن غزوہ اُحد میں شرکت کی اور عین اُس وقت جب لڑائی کی شدت کا یہ عالم تھا۔ کہ بڑے بڑے جانبازوں کے قدم اُکھڑ گئے تھے اور صرف چند صحابہؓ آنحضرت صلعم کے ساتھ باقی رہ گئے تھے، حضرت انسؓ نے میدان خالی دیکھا، تو خود بڑھے۔ حضرت سعدؓ بن معاذ سے ملاقات ہوئی۔ اِن سے کہا "کہاں جاتے ہو؟ جنّت وُہ ہے۔ خدا کی قسم، مَیں اُحد کی طرف سے جنّت کی خوشبو محسوس کرتا ہوں" یہ کہہ کر نہایت جوش میں میدان کا قصد کیا اور بڑی پامردی سے لڑ کر جان دی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن۔

لڑائی میں حضرت انسؓ کا جسم زخموں سے بالکل چھلنی ہو گیا تھا۔ زخموں کا شمار کیا گیا، تو اسّی سے اُوپر نکلے۔ کفّار نے چونکہ لاش کا مثلہ کر دیا تھا۔ اس لئے شناخت نہ ہو سکی۔ آپ کی بہن ربیعہ بنتِ نضر نے اُنگلی سے اِن کی لاش پہچانی۔

غزوہ اُحد میں جو آیتیں نازل ہوئیں۔ ان میں حضرت انسؓ بن نضر جیسے بزرگوں کی نہایت مدح کی گئی ہے۔ حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں۔ کہ یہ آیت میرے چچا حضرت انسؓ بن نضر کے متعلق نازل ہوئی:-

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا	مومنین میں چند ایسے ہیں، جنھوں نے خدا سے جو
مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ	کچھ عہد کیا تھا، اُس کو سچّا کر دکھایا تو اُن میں بعض
قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا	ایسے ہیں جو اپنی نذر سے فارغ ہو گئے اور بعض
بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۙ	ایسے ہیں کہ انتظار کر رہے ہیں اور اُنھوں نے
(سورۃ الاحزاب۔ آیت ۲۳)	(اپنے قول کو) ذرا بھی نہیں بدلا۔

● حضرت اوسؓ بن ثابت بن منذر بن حرام بن عمرو

آپ حضرت حسانؓ بن ثابت، شاعرِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بھائی اور شدّاد بن اوس کے والد تھے۔ آپ کی والدہ سخطی بنتِ حارثہ بن لوذان بنی ساعدہ میں سے تھیں۔

حضرت اوسؓ اُن بہتّر انصار میں شامل تھے۔ جو بیعتِ عقبہ ثانیہ کے وقت مکہ میں بارگاہِ رسالت مآبؐ میں حاضر ہوئے تھے۔ ہجرت کے بعد آنحضرت صلعم نے حضرت اوسؓ اور حضرت عثمان بن عفّان کے درمیان رشتۂ اخوّت قائم فرمایا۔ آپ کی وفات کے متعلق بعض راویوں نے لکھا ہے۔ کہ آپ نے حضرت عثمانؓ بن عفّان کے دورِ خلافت میں انتقال کیا۔ مگر زیادہ صحیح یہ ہے کہ آپ غزوہ اُحد میں شہید ہوئے۔ (واللّٰہ اعلم)

● حضرت عمروؓ بن ثابت بن وقش بن زغبہ بن زعوراابن عبدالاشہل

آپ انصار کے قبیلہ اوس سے تھے اور لقب اُصیرم تھا۔ آپ کی والدہ لیلیٰ بنتِ یمان، مشہور صحابی حضرت حذیفہؓ بن یمان کی بہن تھیں۔

حضرت عمروؓ کا قبیلہ اگرچہ حضرت سعدؓ بن معاذ کی تبلیغ سے ایک ہی دن میں مسلمان ہو گیا تھا۔ تاہم یہ اپنے قدیم مذہب پر ہی قائم رہے۔ ایّامِ جاہلیت میں سُود کا کاروبار کرتے تھے۔ جب آپ کا قبیلہ اسلام کا حلقہ بگوش ہُوا۔ تو اُس وقت آپ کا کافی روپیہ لوگوں کے ذِمّہ تھا، اور شاید یہی وجہ تھی۔ کہ آپ نے قبولِ اسلام میں تاخیر کی۔ کیونکہ اسلام میں سُود کی قطعی ممانعت تھی۔

اُحد کی روانگی کے وقت تمام صحابہؓ، جن میں آپ کا قبیلہ عبدالاشہل بھی تھا، آنحضرتؐ

صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ تھے۔ جب آپ نے اپنے محلہ میں سناٹا دیکھا تو گھر آکر اس کا سبب پوچھا۔ آپ کو معلوم ہوا۔ کہ سب لوگ اُحد چلے گئے ہیں۔ آپ اگرچہ اس وقت تک اسلام نہ لائے تھے۔ تاہم زرہ اور خود پہن کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور اُحد میں پہنچ گئے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی۔ "لڑوں یا مسلمان ہوں؟" فرمایا۔ "دونوں کام کرو۔ پہلے مسلمان ہو پھر لڑائی میں شرکت کرو۔" عرض کی۔ "یا رسولؐ اللہ! میں نے ایک رکعت نماز بھی نہیں پڑھی۔ ایسی صورت میں اگر مارا گیا۔ تو کیا میرے لیئے بہتر ہو گا؟" حضورؐ نے فرمایا۔ "ہاں"۔ چنانچہ حضرت عمروؓ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ اور پھر تلوار لے کر میدان کی طرف روانہ ہوئے۔ مسلمانوں کو اس کا بالکل علم نہ تھا۔ دیکھ کر کہا۔ "تم یہاں سے واپس جاؤ"۔ جواب دیا۔ "میں مسلمان ہو گیا ہوں"۔

لڑائی شروع ہوئی۔ تو بڑی بہادری سے لڑے اور کفّار کی صفوں میں گھس کر اتنے کاری زخم کھائے۔ کہ اُٹھنے کی سکت نہ رہی۔ لڑائی کے بعد قبیلہ عبدالاشہل کے لوگ شہداء کی تلاش میں نکلے تو ان کو بھی لاشوں میں پڑے ہوئے پایا۔ ابھی دمِ واپسیں کے چند انفاس باقی تھے۔ پوچھا "تم کہاں؟ شاید قومی حمیّت یہاں کھینچ لائی"۔ حضرت عمروؓ بولے۔ "نہیں میں مسلمان ہو کر خدا اور اس کے رسولؐ کی طرف سے شریک ہوا"۔

میدان سے اُٹھا کر گھر لائے گئے۔ تمام خاندان میں آپ کی غزوہ اُحد میں شرکت کی خبر مشہور ہو گئی۔ حضرت سعدؓ بن معاذ نے سُنا۔ تو ان کے گھر تشریف لائے اور ان کی بہن سے واقعہ کی تفصیل دریافت کی۔ ابھی لوگ وہاں ہی موجود تھے۔ کہ روح طہر

جسم سے پرواز کر گئی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو معلوم ہُوا۔ تو فرمایا:۔

"اس نے عمل تھوڑا کیا۔ مگر اجر بہت پایا۔"

بعض روایات میں ہے۔ کہ حضورؐ نے فرمایا "وہ یقیناً جنّتی ہیں"

چونکہ واقعہ کی نوعیت عجیب تھی۔ اس لئے لوگوں نے اسے یاد رکھنے کا خاص اہتمام کیا۔ حضرت ابُو ہریرہؓ شاگردوں سے دریافت فرماتے "کوئی ایسا شخص بتاؤ جس نے ایک نماز بھی نہ پڑھی ہو اور سیدھا جنّت میں داخل ہو گیا ہو" شاگرد جواب میں عرض کرتے "اُصیرمؓ عبدالاشہل"۔ (آپ کا لقب بعض کُتب میں اُصیرم بیان کیا گیا ہے اور بعض میں اُحیرم)۔

● حضرت رفاعہؓ بن وقش بن زغبہ بن زعورا بن عبدالاشہل

آپ حضرت اُصیرمؓ کے چچا تھے۔ غزوہ اُحد میں شرکت کے وقت آپ بہت بُوڑھے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر کرم فرمایا، کہ آپ کو مرتبۂ شہادت سے سرفراز فرمایا۔

● حضرت ثابتؓ بن وقش بن زغبہ بن زعورا بن عبدالاشہل

آپ حضرت رفاعہؓ کے بھائی اور حضرت اُصیرمؓ کے والدِ محترم تھے۔ غزوہ اُحد کے وقت بہت ضعیف تھے۔ چنانچہ اسی بُڑھاپے کے باعث ایک اور بزرگ حضرت حسیلؓ بن جابر بن یمان کے ہمراہ عورتوں اور بچّوں کے ساتھ تھے۔ لیکن اس ضعیف العمری میں بھی جوشِ جہاد نے گوشۂ عافیت میں بیٹھنے نہ دیا۔ جب معرکۂ کارزار گرم ہُوا۔ تو دونوں بزرگ تلواریں لے کر میدان میں پہنچے۔ کہ شاید خُدا خلعتِ شہادت سے سرفراز فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ آرزو پُوری فرمائی۔ اور حضرت ثابتؓ بن وقش

مشرکین کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

● حضرت سلمہؓ ابن ثابت بن وقش بن زغبہ بن زعور ابن عبدالاشہل

آپ حضرت اُصیرمؓ کے حقیقی بھائی تھے۔ آپ نے بھی اپنے باپ اور بھائی کی طرح اسی غزوہ میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

● حضرت ثابتؓ بن عمرو بن زید بن عدی

غزوہ بدر میں آپ کی شرکت کے متعلق اختلاف ہے۔ البتہ غزوہ اُحد میں آپ کی شرکت اور شہادت متفق علیہ ہے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

● حضرت ثابتؓ بن دحداح بن نعیم بن غنم بن ایاس۔

آپ کی کنیت ابو دحداح تھی۔ آپ عمرو بن عوف کے حلیف اور قبیلہ بلّی کے خاندان انیف یا عجلان سے تھے۔ آپ ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے اور غزوہ اُحد میں نمایاں حصّہ لیا۔ جنگ کی شدّت سے جب مسلمانوں کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ تو آپ نے آگے بڑھ کر انصار کو آواز دی:۔

"اِدھر! اِدھر! ثابت بن دحداح میں ہوں۔ اگر محمّد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) قتل ہوئے، تو خدا موجود ہے۔ تم کو اپنے دین کے لئے لڑنا چاہیئے۔ خدا فتح و نصرت عطا فرمائے گا"۔

اس دعوتِ حق کے خیر مقدم کے لئے چند انصاری جانباز آگے بڑھے۔ قریشِ مکّہ کی ایک زبردست جماعت پاس کھڑی تھی جس میں خالد بن ولید، عمرو بن العاص، عکرمہ بن ابو جہل اور دیگر رؤسائے قریش شامل تھے۔ حضرت ثابتؓ نے اپنے انصاری نوجوانوں کے ساتھ اس جماعت پر حملہ کیا۔ خالد بن ولید نے بڑھ کر

نیزہ مارا جس سے ابُو دحداحؓ زخمی ہو کر زمین پر گر پڑے۔ لوگ اُٹھا کر گھر لائے۔ علاج سے خُون بند ہو گیا لیکن غزوہ حدیبیہ (ذُو الحجہ ۶ھ) کے بعد یکایک زخم پھر کھل گیا جس کے صدمہ سے آپ نے وفات پائی۔ حضرت ثابتؓ غزوہ اُحد کے سب سے آخری شہید ہیں۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنے اصحابؓ کے ساتھ جنازہ میں شرکت کے لئے تشریف لائے اور دفن کے بعد گھوڑا منگا کر سوار ہوئے۔ اس موقع پر حضورؐ نے فرمایا:۔

"جنّت میں چھوہارے کی کتنی شاخیں ہیں، جو ابو دحداح کے واسطے لٹکائی گئی ہیں"

حضرت ثابتؓ کے جوشِ ایمانی کا یہ عالم تھا۔ کہ جب آیت "مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ" نازل ہوئی۔ تو آپ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے عرض کی "خدا ہم سے قرض مانگتا ہے"۔ ارشاد ہُوا "ہاں"۔ چنانچہ حضرت ابُو دحداحؓ نے اپنا تمام مال صدقہ کر دیا۔

آپ کے پختگیٔ ایمان کا ایک اور واقعہ کتابوں میں درج ملتا ہے۔ وہ یہ کہ ایک شخص اپنے باغ کی دیوار اُٹھانا چاہتا تھا لیکن بیچ میں کسی دُوسرے کا درخت پڑتا تھا۔ اُس نے دربارِ رسالت مآبؐ میں آ کر درخواست کی۔ کہ یہ درخت مجھے لوا دیجئے۔ آنحضرت صلعم نے درخت والے کو بُلا کر فہمائش کی۔ مگر وہ کسی وجہ سے راضی نہ ہُوا۔ جب حضرت ابو دحداحؓ کو علم ہُوا۔ تو اپنی دیوار دے کر درخت حاصل کیا، اور بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہو کر اس واقعہ کی اطلاع دی۔ آنحضرت صلعم یہ سُن کر نہایت

خوش ہوئے، اور فرمایا:۔

"ابو دحداح کے لئے جنت میں کتنے درخت ہیں"

حضرت ابو دحداحؓ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پاس سے اُٹھ کر باغ میں آئے۔ اور بیوی سے کہا: "یہاں سے نکل جاؤ، میں نے یہ باغ جنت کے ایک درخت کے معاوضہ میں فروخت کر دیا ہے" شوہر کی طرح بیوی بھی جوشِ ایمانی سے لبریز تھیں۔ اُنہوں نے بڑی خوشی سے اس واقعہ کو سُنا، اور کہا: "یہ نہایت نفع کا سودا ہے"

حضرت ابو دحداحؓ کی زوجہ محترمہ کا نام اُمّ دحداحؓ تھا۔ آپ نے کوئی اولاد یادگار نہیں چھوڑی۔

● حضرت ثعلبہؓ بن سعد بن مالک ساعدی

آپ مشہور صحابی حضرت ابو حمیدؓ ساعدی کے چچا ہیں۔ آپ اسی غزوہ میں شہید ہو کر جنت کو سدھارے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● حضرت ثقبؓ (یا ثقیب) بن فردہ بن بدان ساعدی

آپ انساب انصار کے بڑے عالم تھے۔ غزوہ اُحد میں شریک ہو کر رتبۂ شہادت حاصل کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● حضرت حارثؓ بن اوس بن معاذ بن نعمان اشہلی

آپ کی والدہ ہند بنتِ سماک بن عتیک بن امراۃ القیس حضرت اُسیدؓ بن حضیر کی پھوپھی اور آپ قبیلہ عبدالاشہل کے سردار حضرت سعدؓ بن معاذ کے بھتیجے تھے۔

مواخاتِ مدینہ میں حضرت حارثؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عامرؓ بن فہیرہ کا بھائی بنایا تھا۔ حضرت حارثؓ بدر میں حاضر تھے۔ پھر انہوں نے کعب بن اشرف یہودی کے قتل میں نمایاں حصہ لیا۔ غزوہ احد میں شریک ہو کر آپ خلعتِ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر تقریباً اٹھائیس ۲۸ سال تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● حضرت عمروؓ بن معاذ بن نعمان اشہلی

آپ حضرت سعدؓ بن معاذ کے چھوٹے بھائی تھے۔ آپ کی والدہ کا نام کبشہ بنتِ رافع بن معاویہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمروؓ اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے برادرِ خورد حضرت عمیرؓ بن ابی وقاص کے درمیان رشتۂ اخوت قائم فرمایا تھا۔

حضرت عمروؓ نے غزوہ بدر و احد میں شرکت کی۔ آخری معرکہ میں ضرار بن الخطاب الفہری کی تلوار سے شہید ہوئے۔ شہادت کے وقت آپ تیس ۳۰ سال کے تھے۔ آپ کے دینی بھائی حضرت عمیرؓ بن ابی وقاص اس سے پہلے غزوہ بدر میں مرتبۂ شہادت حاصل کر چکے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● حضرت حارثؓ بن انس بن رافع اشہلی

آپ کی والدہ امّ شریک بنتِ خالد بن خنیس بن لوذان، قبیلہ خزرج سے تھیں۔ حضرت حارثؓ غزوہ بدر و احد میں حاضر تھے۔ آخری غزوہ میں شرفِ شہادت حاصل کیا۔

آپ کے والد حضرت انسؓ بن رافع وہی بزرگ ہیں۔ جن کا لقب ابوالخیر تھا

اور بعثت کے دسویں یا گیارہویں سال ایک وفد لے کر مکہ آئے تھے۔ تاکہ قبیلہ اوس سے نبرد آزما ہونے کے لئے قریش کو اپنے قبیلہ خزرج کا حلیف بنائیں۔ اس وفد میں ایک نوجوان حضرت ایاسؓ بن معاذ بھی شامل تھے۔ آنحضرت صلعم کو جب اس وفد کی آمد کا علم ہوا۔ تو حضورؐ ان لوگوں کے پاس تشریف لے گئے۔ قرآنِ حکیم کا کچھ حصّہ تلاوت فرمایا، اور دعوتِ اسلام دی۔ حضرت ایاسؓ قرآنِ حکیم سن کر حیران رہ گئے۔ اور اپنی قوم سے کہا "برادرانِ قوم، جس مقصد کے لئے تم یہاں پہنچے ہو، بخدا! اس کے مقابلہ میں یہ چیز زیادہ بہتر ہے۔" لیکن چونکہ ان لوگوں پر دوسری فکر غالب تھی۔ اس لئے اِدھر کوئی توجّہ نہ دے سکے۔ بہرحال اس وفد کے اراکین میں سے حضرت ایاسؓ تو پوری طرح دولتِ ایمان لے کر واپس لوٹے اور دوسروں کے دلوں میں بھی کچھ نہ کچھ اثر ضرور باقی رہ گیا تھا۔ اس وفد سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ملاقات ذی المجاز میں ہوئی تھی۔

● حضرت حنظلہؓ بن (ابی عامر) عمرو بن صیفی بن مالک بن عوف۔

حنظلہؓ نام، غسیل الملائکہ اور التقی لقب تھا۔ آپ قبیلہ اوس سے تھے۔

آپ کی والدہ قبیلہ خزرج کے رئیس عبداللہ بن اُبی کی بہن تھیں۔

آپ کا والد ابو عامر، قبیلہ اوس میں نہایت شریف اور ذی اثر آدمی تھا۔ بعثتِ نبوی کا قائل تھا۔ اور اسی جذبہ نے اسے رہبانیت کی طرف مائل کیا۔ چنانچہ دنیوی معاملات سے کنارہ کش ہو کر گوشۂ عزلت میں جا بیٹھا جس کے باعث راہب لقب پڑا۔

لیکن جب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مبعوث ہوئے اور مدینہ میں خلافتِ الٰہیہ

کی بنیاد ڈالی گئی۔ تو ابو عامر اور عبداللہ بن اُبی، دونوں کی سیادت میں رخنہ پڑا۔ ابن اُبی نے تو منافقانہ طرزِ عمل اختیار کیا اور مدینہ میں ہی مقیم رہا۔ مگر ابو عامر کا پیمانۂ حسد و بغض زیادہ لبریز تھا۔ اس لئے مدینہ سے ترکِ سکونت کر کے مکہ چلا آیا۔

غزوہ اُحد میں جب قریشِ مکہ مسلمانوں کے استیصال کے لئے گھٹا بن کر اُمڈے، تو ابو عامر بھی جوشِ حسد میں اِن کے ساتھ آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لئے فاسق کا لقب تجویز فرمایا۔ جو تاریخِ اسلام میں اس کے نام ایک لازمی جُزو بن گیا۔ اُحد کے بعد پھر مکہ لوٹ گیا، اور وہیں مقیم رہا۔ ۸ھ میں جب فضائے بطحا پر علمِ توحید لہرایا۔ تو اس پر یہ زمین بھی تنگ ہو گی۔ چنانچہ اپنے اسی جوشِ حسد میں مکہ سے نکل کر روم پہنچا۔ اور ہرقل کے دامن میں پناہ لی۔ وہیں ۹ھ یا ۱۰ھ میں انتقال کیا۔

لیکن ابو عامر کی شدتِ کفر اور جوشِ حسد کے مقابلہ پر اُس کے بیٹے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی حرارتِ ایمانی کا یہ حال تھا۔ کہ جب انہوں نے اسلام قبول کیا۔ تو آنحضرت صلعم سے اپنے فاسق باپ کے قتل کی اجازت چاہی۔ لیکن رحمۃ للعالمین نے اُن کی یہ درخواست قبول نہ فرمائی۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کسی وجہ سے غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے۔ اُحد میں شرکت کی، جو ان کا پہلا اور آخری غزوہ ثابت ہُوا۔

کہتے ہیں۔ کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ بیوی سے ہم بستر تھے۔ کہ نفیرِ عام سُنی۔ اُسی وقت اُٹھے اور نہائے بغیر شمشیر بکف میدانِ جہاد میں پہنچے۔ ابو سفیان بن حرب رئیسِ کفر سے

مقابلہ ہوا۔ اس کو اٹھا کر دے مارنا چاہتے تھے۔ کہ شداد بن اسود لیثی نے دیکھ لیا۔ جھپٹ کر ایسا وار کیا۔ کہ حضرت حنظلہؓ کا سر تن سے جدا ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

حضرت حنظلہؓ چونکہ حالتِ جنابت میں شہید ہوئے تھے۔ اس لئے فرشتوں نے آپ کو غسل دیا۔ آنحضرت صلعم نے جب یہ حالت دیکھی۔ تو فرمایا "ان کی بیوی سے دریافت کرو۔ کہ کیا بات تھی"؟ حضرت حنظلہؓ کی بیوی نے واقعہ بیان کیا۔ ارشاد فرمایا "اسی وجہ سے ملائکہ غسل دے رہے تھے"۔

حضرت حنظلہؓ نے ایک فرزند حضرت عبداللہ یادگار چھوڑے، جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کے وقت سات سال کے تھے۔ سنِ شعور کو پہنچ کر باپ کے صحیح جانشین ثابت ہوئے۔ اور ۶۳ھ میں انتقال کیا۔

● حضرت خارجہؓ بن زید بن ابی زہیر بن مالک خزرجی

حضرت خارجہؓ رئیسِ قبیلہ اور کبار صحابہؓ میں سے تھے۔ آپ کی والدہ السیدہ بنتِ عامر بن علید قبیلہ اوس سے تھیں۔ آپ نے عقبہ میں بیعتِ اسلام کی۔ ہجرت کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مدینہ آکر انہی کے گھر قیام کیا۔ اور انہی سے مواخات ہوئی۔

غزوہ بدر میں شریک تھے۔ آپ نے چونکہ کئی آدمیوں کے ساتھ مل کر اُمیہ بن خلف کو قتل کیا تھا۔ اس لئے اُمیہ کے بیٹے صفوان نے باپ کے قاتلوں کو پہچان لیا تھا۔ چنانچہ دوسرے سال جب معرکۂ اُحد پیش آیا۔ تو صفوان کو اپنے باپ کا انتقام لینے کے لئے ان لوگوں کے قتل کی فکر ہوئی۔

غزوہ اُحد میں حضرت خارجہؓ نہایت پامردی سے لڑے۔ بالآخر نیزوں کی گرفت میں آگئے، اور دس سے زائد زخم کھاکر زمین پر گر گئے۔ صفوان نے شناخت کرکے اِن کے کان، ناک اور دیگر اعضا کاٹے اور کہا "اب میرا کلیجہ ٹھنڈا ہوا، میرے باپ کے عوض محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بڑے بڑے بہادر کام آئے۔"

حضرت خارجہؓ اپنے ابنِ عم حضرت سعدؓ بن ربیع کے ساتھ جو اسی غزوہ میں شہید ہوئے تھے۔ ایک ہی قبر میں دفن کیے گئے۔ آپ نے دو اولادیں یادگار چھوڑیں ایک کا نام زیدؓ تھا جنہوں نے حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں انتقال کیا۔ دوسری حضرت حبیبہؓ جو حضرت ابوبکر صدیقؓ سے منسوب تھیں حضرت امِ کلثومؓ بنتِ حضرت ابوبکر صدیقؓ انہی کے بطن سے تولد ہوئیں۔ اس بناء پر حضرت خارجہؓ، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دینی بھائی ہونے کے علاوہ خسر بھی تھے۔

● — حضرت سعدؓ بن ربیع بن عمرو بن ابی زہیر بن مالک خزرجی

آپ کی والدہ کا نام ہزیلہ بنتِ عتبہ بن عمرو بن خدیج تھا۔ جو انصار کے قبیلہ خزرج سے تھیں۔

تمام راوی متفق ہیں۔ کہ حضرت سعدؓ عقبہ اُولیٰ میں اسلام لائے۔ دوسری بیعت میں شریک ہوئے اور اپنے قبیلہ کے نقیب بنائے گئے۔ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ بھی اسی قبیلہ کے نقیب تھے۔ حضرت سعدؓ زمانہ جاہلیت میں بھی لکھنا جانتے تھے۔ حالانکہ اُس وقت کتابت عرب میں شاذ و نادر ہی تھی۔

مواخات میں حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے، کہ عشرہ مبشرہ میں تھے، رشتۂ اُخوت قائم ہوا۔ حضرت سعدؓ نے اپنے دینی بھائی کے ساتھ جس غیر معمولی

محبت اور خلوص کا اظہار کیا۔ اس کی نظیر تاریخِ عالم کے کسی باب میں نہیں ملتی۔ رشتۂ بھائی چارہ میں جہاں تمام انصار نے زمین، جائیداد اور دیگر مال و منال کا نصف نصف اپنے مہاجر بھائیوں کی نذر کیا تھا۔ وہاں حضرت سعدؓ نے ان چیزوں کے علاوہ اپنی ایک بیوی بھی اپنے دینی بھائی کو پیش کی اور کہا "میری دو بیویاں ہیں۔ اِن میں سے ایک کو مَیں طلاق دیتا ہُوں۔ تاکہ تم نکاح کر لو" حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف اگرچہ اس وقت مفلوک الحال تھے۔ تاہم دل کے غنی تھے۔ اس پیش کش کو سُن کر بولے:۔

"خدا تمہارے بال بچّوں اور مال و دولت میں برکت دے۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ تم مُجھ کو بازار دکھلا دو"

غزوہ بدر میں شرکت کے متعلق تذکرے خاموش ہیں۔ البتّہ غزوہ اُحد میں شریک ہُوئے، اور نہایت بہادری سے لڑ کر شرفِ شہادت حاصل کیا۔ جسم پر بارہ ۱۲ زخم تھے۔

یحیٰی بن سعید سے مروی ہے۔ کہ جب یوم اُحد ہُوا۔ تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا "کوئی سعدؓ بن ربیع کی خبر لاتا" ایک شخص نے کہا کہ مَیں جاتا ہُوں۔ چنانچہ اُنہوں نے جاکر میدانِ قتال کا، جس میں ہر طرف لاشیں پڑی تھیں، گشت لگایا اور ان کا نام لے کر آواز دی۔ مگر شہر خموشاں کے سناٹے سے کوئی آواز نہ اُبھری۔ لیکن جب یہ کہا۔ کہ مجھے رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے بھیجا ہے۔ تو ایک خفیف سی آواز "کہ مَیں مُردوں میں ہُوں" اِن کے کان میں پہنچی۔ یہ حضرت سعدؓ کا آخری وقت تھا۔ دم توڑ رہے تھے اور زبان پر اختیار نہ رہا تھا۔ تاہم ان سے کہا:۔

"رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے میرا سلام عرض کرنا اور انصار سے کہنا، کہ اگر خدا نخواستہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم قتل ہو گئے۔ اور تم میں سے ایک بھی زندہ بچ گیا، تو خدا کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہو گے۔ کیونکہ تم نے لیلۃ العقبہ میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر فدا ہونے کی بیعت کی تھی۔"

یہ بزرگ، جن کا نام بعض روائتوں میں ابیؓ بن کعب آیا ہے۔ ابھی وہاں ہی کھڑے تھے کہ حضرت سعدؓ کی رُوح جسدِ مبارک سے پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

آپ کو حضرت خارجہؓ بن زید کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔

حضرت خیثمہؓ بن حارث بن مالک بن کعب

آپ حضرت سعدؓ بن خیثمہ شہیدِ بدر کے والدِ ماجد ہیں۔ شہیدِ بدر حضرت سعدؓ کے حالات میں یہ بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ بدر میں شرکت کے لئے کس طرح باپ اور بیٹے نے قرعہ ڈالا اور فیصلہ حضرت سعدؓ کے حق میں ہونے کے باعث حضرت خیثمہؓ بن حارث بدر میں شرکت سے رہ گئے تھے۔ لیکن غزوہ اُحد میں کوئی اَمر مانع نہیں تھا۔ اس لئے مجاہدانہ جوش و خروش کے ساتھ غزوہ اُحد میں شریک ہو کر جنّت میں اپنے شہید بیٹے سے جا ملے۔ آپ خود بھی شہید ہوئے اور شہید بیٹے کا باپ ہونے کا فخر بھی حاصل ہوا۔

یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

ہر مدّعی کے واسطے دار و رسن کہاں؟

● حضرت ذکوانؓ بن عبد قیس بن خلدہ مخلّد

آپ کی کنیت ابو سبع تھی، اور آپ کی والدہ اشجع میں سے تھیں۔
کہا جاتا ہے۔ کہ آپ سب سے پہلے انصار ہیں۔ جو اسلام لائے۔ مورّخین کے بیان کے مطابق آپ اور حضرت اسعدؓ بن زرارہ مِل کر مکّہ جا رہے تھے۔ کہ دونوں نے نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے متعلق سُنا۔ چنانچہ آستانۂ نبوّت ؐ پر حاضر ہو کر مسلمان ہوئے اور مدینہ واپس چلے آئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ دونوں عقبہ میں میں حاضر ہوئے تھے۔ مگر واپس آنے کی بجائے آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر رہنے کے لئے مکّہ میں ہی رہ گئے۔ یہاں تک کہ آخری دنوں میں جب ہجرت کا حکم ہوا۔ تو مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ اس لئے ان کو مہاجری انصار کہا جاتا ہے۔
حضرت ذکوانؓ غزوہ بدر و اُحد میں شریک تھے۔ آخری غزوہ میں ابو الحکم بن الاخنس ثقفی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ حضرت علیؓ نے ان کے شہید ہوتے ہی ابو الحکم پر حملہ کیا۔ وہ گھوڑے پر سوار تھا۔ حضرت علیؓ نے تلوار مار کر اُس کی آدھی ران کاٹ ڈالی۔ پھر گھوڑے سے گرا کر تہہ تیغ کر دیا۔ اس طرح حضرت ذکوانؓ کا قاتل اپنے انجام کو پہنچا۔

● حضرت رافعؓ بن مالک بن عجلان بن عمرو بن زریق

حضرت رافعؓ کی کنیت ابو مالک اور ابو رفاعہ تھی۔ والدہ کا نام معاویہ بنتِ عجلان بن زید بن غنم اور نسبی تعلق انصار کے قبیلہ خزرج سے تھا۔
انصارِ مدینہ یوں تو بڑے خوش نصیب تھے کہ بہت ہی قلیل عرصے میں وہ ستّر، بہتّر کی تعداد تک دولتِ ایمان سے بہرہ ور ہوئے۔ تاہم ترتیب اور اختلافِ

مدارج کے لحاظ سے انصارِ مدینہ میں بنو نجار اور قبیلہ خزرج سبقتِ ایمانی میں پیش پیش تھے۔ اور ان کا یہ شرف، تقدس اور فضیلت صرف دو ہستیوں، یعنی حضرت معاذؓ بن عفرا اور حضرت رافعؓ بن مالک کے شرف و عظمت پر منحصر ہے۔ طبقات ابنِ سعد کے مطابق ان دونوں نے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر قبولِ اسلام کا شرف حاصل کیا۔ اسد الغابہ کی روایت کے مطابق نبوت کے گیارہویں سال موسم حج پر قبیلہ خزرج کے جو چھ آدمی مکہ آئے۔ ان میں یہ دونوں بزرگ بھی تھے۔ یہ سب حضرات مکہ سے چند میل دور عقبہ پر قیام پذیر تھے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کے وقت ان کو باتیں کرتے سنا۔ حضورؐ ان دنوں قبائل میں تبلیغِ اسلام کے لئے جایا کرتے تھے۔ آنحضرت صلعم ان لوگوں کی قیام گاہ پر تشریف لائے، اور اسلام کی تبلیغ کی۔ تو سب سے پہلے انہی دونوں نے دعوتِ اسلام پر لبیک کہا۔ بہر حال قبولِ اسلام کے بعد جب مدینہ پلٹے۔ تو نہایت سرگرمی سے اشاعتِ اسلام کی خدمت انجام دی۔ مصنف اسد الغابہ لکھتے ہیں:۔

"یعنی جب یہ لوگ مدینہ آئے اور اپنی قوم میں اسلام کا چرچا کیا، اور اس کی دعوت دی۔ تو اسلام تمام انصار میں پھیل گیا۔ اب کوئی گھر (ایسا) نہ تھا۔ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر نہ ہوتا تھا۔"

دوسرے سال حضرت رافعؓ بارہ ۱۲ اور تیسرے سال بہتر ۷۲ آدمیوں کے ساتھ مکہ آئے۔ اور اس آخری بیعت میں بنو زریق کے نقیب مقرر ہوئے۔

حضرت رافعؓ کی اسلامی زندگی میں صرف دو ۲ لڑائیاں پیش آئیں یعنی غزوہ بدر

اور غزوہ اُحد۔ غزوہ بدر میں ان کی شرکت مشکوک ہے۔ البتہ غزوہ اُحد میں شریک ہوئے۔ اور اسی میں شرفِ شہادت حاصل کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

حضرت رافعؓ نے تبلیغ اسلام کے علاوہ اور بھی متعدد مذہبی خدمات سرانجام دیں۔ سُورۃ یُوسفؑ، مدینہ میں سب سے پہلے اُنہوں نے ہی پہنچائی۔ مدینہ منورہ کی تمام مساجد سے قبل مسجد بنی زریق میں آپ نے قرآن پڑھا، اور بیعت سے واپسی کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جس قدر قرآن نازل ہو چکا تھا، لکھ کر ساتھ لائے اور اپنی قوم کو جمع کر کے سُنایا۔ الغرض یہ عظیم الشان کارنامے انصار کے اس جلیل القدر بُزرگ کے ہیں، جس نے سب سے پہلے اپنے سینہ کو نُورِ اسلام سے روشن کیا، اور دولت ایمان کے لازوال خزانے اپنی آغوش میں سمیٹے۔

خُدا رحمت کُند ایں عاشقانِ پاک طینت را

● حضرت سہلؓ بن قیس بن ابی کعب بن قین

آپ کی والدہ نائیلہ بنتِ سلامہ بن وقش بن زغبہ قبیلہ اوس سے تعلق رکھتی تھیں۔ حضرت سہلؓ نے غزوہ بدر و اُحد میں شرکت کی۔ آخری غزوہ میں شہادت کا شرف حاصل کیا۔

آپ کی اولاد میں ایک مرد اور ایک خاتون باقی تھیں۔

● حضرت عبداللہؓ بن جبیر بن نعمان بن اُمیہ بن البرک

حضرت عبداللہؓ کی والدہ بنی عبداللہ بن غطفان سے تھیں۔ آپ بیعت عقبہ ثانیہ میں بہتّر۷۲ انصار کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ غزوہ بدر میں شرکت کی۔ غزوہ اُحد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ان کو

پچاس تیر اندازوں کا امیر بنا کر ایک درّے کی نگہبانی پر مامور فرمایا، اور ہدایت کی۔ کہ جیسے کیسے حالات ہوں۔ وہ درّہ خالی نہ چھوڑیں۔

عین معرکہ جنگ میں جب مجاہدینِ اسلام کی زبردست یلغار سے مشرکین میدان چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ تو مسلمان بجائے اس کے کہ بھاگتے ہوئے کفّار کو کیفرِ کردار تک پہنچا کر دم لیتے۔ اپنے فرض سے توجّہ ہٹا کر مالِ غنیمت سمیٹنے میں مشغول ہو گئے۔ ایسی حالت میں حضرت عبداللہؓ بن جبیر کے تیر اندازوں نے بھی مالِ غنیمت سمیٹنے کا ارادہ کیا۔ حضرت عبداللہؓ نے انہیں رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا فرمان مُبارک یاد دلا کر اس ارادہ سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ مگر تیر اندازوں نے دشمن کی شکست یقینی سمجھتے ہوئے درّہ چھوڑ دیا، اور مالِ غنیمت جمع کرنے میں دیگر مجاہدین کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اب صرف دسؓ تیر انداز حضرت عبداللہؓ کے ہمراہ درّہ کی نگہبانی کے لئے رہ گئے تھے۔ مسلمانوں کی اس کمزوری سے فائدہ اُٹھانے کے لئے خالد بن ولید نے درّہ کا رُخ کیا، اور حضرت عبداللہؓ بن جبیر سمیت سب تیر اندازوں کو شہید کر کے مسلمانوں پر عقب سے حملہ کر دیا۔ جس کی وجہ سے فتح و شکست کا پانسہ پلٹ گیا۔

مشرکین نے دیگر شہداء کی طرح حضرت عبداللہؓ کا ناک اور کان کاٹ کر ان کا پیٹ چاک کیا۔ غرضیکہ مشرکین نے ان کی لاش بگاڑنے کے لئے کسی درندگی و سفاکی سے قطعی دریغ نہ کیا۔

مؤرخین کے مطابق عبداللہؓ بن جبیر کو عکرمہ بن ابوجہل نے شہید کیا تھا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت عبداللہ ؓ (مجذر) بن زیاد بن عمرو بن اخرم بن عمرو

آپ کا نام عبداللہ ؓ اور لقب مجذر ہے۔ آپ کا تعلق قبیلہ بَلی سے تھا۔ قبولِ اسلام کا زمانہ متعین نہیں، اتنا ضرور ہے کہ ہجرت سے قبل ایمان لا چکے تھے۔ غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ اس غزوہ میں شریک صحابہ ؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تاکید فرما دی تھی۔ کہ ابوالبختری کو اس کی شریف النفسی کی بناء پر قتل نہ کیا جائے۔ کیونکہ مکہ کی زندگی میں جب قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کو اذیت پہنچانے کا ارادہ کرتے تو ابوالبختری آنحضرت صلعم کی حمایت میں اُن کے سامنے سینہ سپر ہو جاتا۔ بنو ہاشم کے مقاطعہ کا جو عہدنامہ لکھ کر کعبہ میں آویزاں کیا گیا تھا۔ اس کے اُتروانے میں بھی ابوالبختری نے خاص حصّہ لیا تھا۔ چنانچہ اسی بناء پر آنحضرت صلعم نے صحابہ ؓ کو اس کے قتل سے منع کر دیا تھا۔ اتفاق سے جب حضرت مجذر ؓ میدان میں آئے۔ تو ابوالبختری سے ان کا آمنا سامنا ہو گیا۔ وہ اونٹ پر سوار تھا، اور پیچھے ایک اور شخص بیٹھا تھا، جو اس کے مال و متاع کا نگران تھا۔

حضرت مجذر ؓ نے ابوالبختری سے کہا۔ کہ تمہارے قتل کی رسولِ خدا صلعم نے ممانعت فرمائی ہے۔ لیکن دوسرے شخص کے متعلق کوئی ہدایت نہیں فرمائی۔ اس لئے اسے تو کسی حالت میں نہ چھوڑوں گا۔ ابوالبختری بولا "یہ تو میرے لئے بڑے شرم کی بات ہوگی کہ خود زندہ رہوں، اور اس کو قتل کرا دوں۔ یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ قریش کی عورتیں طعنہ دیں گی کہ جینے کی ہوس میں ساتھی کو قتل کرا دیا۔" غرض اونٹ سے اُترا، اور دادِ شجاعت دیتے ہوئے جان دی۔ اس کے قتل کے بعد حضرت مجذر ؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور

قسم کھا کر کہا، کہ میں اُسے لانا چاہتا تھا۔ مگر وہ لڑائی کے سوا کسی چیز پر راضی نہ ہُوا۔

غزوہ بدر کے بعد حضرت مجذرؓ غزوہ اُحد میں شریک ہُوئے، اور جامِ شہادت نوش کیا۔ ان کی شہادت کسی مشرک کے ہاتھ سے نہیں، بلکہ حارث بن سوید کی تلوار سے ہُوئی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی، کہ ایّامِ جاہلیت میں حضرت مجذرؓ نے حارث کے والد سوید بن صامت کو قتل کر دیا تھا۔ حارث بن سوید اگرچہ اسلام لے آیا تھا۔ تاہم اپنے والد کے قتل کے انتقام میں حضرت مجذرؓ کی غفلت کی تلاش میں تھا۔ چنانچہ جب جنگ اپنے عرُوج پر تھی تو اس نے موقعہ پاکر حضرت مجذرؓ کو شہید کر دیا، اور مرتد ہو کر مکّہ چلا گیا۔ ۸ھ میں جب مکّہ فتح ہُوا، تو دوبارہ مسلمان ہو کر آنحضرت صلعم کے پاس آیا۔ آنحضرت صلعم نے حضرت مجذرؓ کے قصاص میں اس کے قتل کا حکم دیا۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں مسجد قبا کے دروازے پر حضرت عویمؓ بن ساعدہ نے حارث بن سوید کی گردن مار دی۔

حضرت مجذرؓ کو حضرت نعمانؓ بن عبد عمرو اور حضرت عبادہؓ بن خشخاش کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● حضرت عبادہؓ بن خشخاس بن عمرو بن زمزمہ بن عمرو

آپ حضرت مجذرؓ بن زیاد کے چچا زاد بھائی تھے۔ غزوہ بدر و اُحد میں شرکت کی۔ آخری غزوہ میں شہید ہُوئے، اور اپنے چچا زاد بھائی حضرت مجذرؓ کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن ہُوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● حضرت نعمانؓ بن عبد عمرو بن مسعود بن عبد الاشہل

آپ کی والدہ کا نام سُمیراء بنتِ قیس بن مالک بن کعب تھا۔

پہلے غزوہ بدر میں شرکت کا شرف حاصل کیا۔ پھر غزوہ احد میں شریک ہوئے، اور اسی غزوہ میں شہادت پائی۔ آپ حضرت مجذرؓ اور حضرت عبادہؓ بن خشخاش کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● حضرت عامرؓ بن اُمیہ بن زید بن خشخاش نجّاری

آپ غزوہ بدر، اُحد میں شریک تھے۔ غزوہ اُحد میں شرف شہادت حاصل کیا۔ آپ کی اولاد میں حضرت ہشامؓ بن عامر تھے۔ جنہوں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی صُحبت پائی تھی۔ اور بصرے میں مقیم ہو گئے تھے۔

● حضرت عبیدؓ بن معلی بن لوذان بن حارثہ بن زید

آپ حضرت رافعؓ بن معلی شہید بدر کے بھائی ہیں۔ غزوہ اُحد میں شریک ہوئے، اور شہادت پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● حضرت عباسؓ بن عبادہ بن نضلہ بن مالک بن عجلان

آپ بیعت عقبہ میں شریک تھے۔ جب انصار بیعت کے لئے جمع ہوئے۔ تو حضرت عباسؓ نے کہا:۔

"بھائیو جانتے ہو! تم رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے کس چیز پر بیعت کر رہے ہو؟ یہ عرب و عجم سے اعلانِ جنگ ہے۔ اس میں تمہیں بہت سے خطروں کا سامنا ہوگا۔ ذی اثر لوگ مارے جائیں گے اور مال تلف ہوگا۔ پس اگر ان مشکلات کا مقابلہ کر سکو۔ تو بسم اللہ، بیعت کر لو۔ ورنہ بیکار دین و دُنیا کی ندامت سر پر لینے سے کیا فائدہ؟"

انصار نے حضرت عباسؓ کی یہ تقریر سن کر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے

عرض کیا" یارسولؐ اللہ! بیعت کرکے اگر ہم وعدہ وفا کریں، تو کیا اجر ملے گا؟"
ارشادِ نبوتؐ ہوا۔ جنّت۔ سب نے کہا" تو پھر ہاتھ بڑھائیے"۔ جب بیعت ختم
ہوئی، تو حضرت عباسؓ نے دربارِ رسالتؐ میں عرض کیا:۔

"آپ پسند فرمائیں تو ہم یہیں میدانِ کارزار گرم کردیں"

آنحضرت صلعم نے فرمایا" ابھی اس کی اجازت نہیں"

حضرت عباسؓ بیعتِ اسلام کرکے مکّہ میں مقیم ہوگئے۔ جب ہجرت کا حکم
ہوا۔ تو مہاجرینِ مکّہ کے ہمراہ مدینہ آئے۔ اس بناء پر آپ مہاجری انصاری ہیں۔
مدینہ میں حضرت عثمانؓ بن مظعون سے جو اکابر صحابہؓ سے تھے۔ رشتۂ اخوت
قائم ہوا۔ غزوہ بدر میں کسی وجہ سے شریک نہ ہوسکے۔ غزوہ اُحد میں شریک ہوئے،
اور بڑی بہادری سے لڑکر شہادت پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● ـــــ حضرت عامرؓ بن مخلد (یا مخلاّ) بن حارث بن سواد

آپ کی والدہ عمارہ بنتِ خنسا بن عبیرہ بن عبد ـــــ بنو نجار سے تھیں۔
حضرت عامرؓ غزوہ بدر و اُحد میں شریک ہوئے۔ آخری معرکہ میں شہادت
پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● ـــــ حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن حرام بن ثعلبہ بن حرام

آپ کی کنیت ابوجابر تھی۔ اور آپ قبیلہ سلمہ میں نہایت ممتاز شخصیت
کے مالک تھے۔ آپ کی والدہ کا نام الرّباب بنتِ قیس تھا۔ بعثتِ نبویؐ کے
تیرہویں [۱۳] سال ایامِ حج میں جب اہلِ مدینہ کا ایک قافلہ، جو پانچسو [۵۰۰] افراد پر مشتمل تھا،
مکّہ کے لئے روانہ ہوا۔ تو حضرت عبداللہؓ بھی اس میں شریک ہوگئے۔ انہی لوگوں میں

قبیلہ اوس اور خزرج کے وہ حضرات بھی شامل تھے، جو حضرت مصعبؓ بن عمیر کے ہاتھ پر خُفیہ طور پر بیعتِ اسلام کر چکے تھے۔ ان میں سے کسی نے حضرت عبداللہؓ سے کہا، کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے بیعت کرنے جا رہے ہیں۔ آپ چونکہ ہمارے سردار اور نہایت معزز آدمی ہیں، اور ہم نہیں چاہتے، کہ آپ جیسا عالی مرتبت آدمی جہنّم کا ایندھن بنے، اس لئے بہتر ہے کہ آپ بھی ہمارا ساتھ دیں۔ حضرت عبداللہؓ پر ان باتوں کا بڑا اثر ہُوا۔ چنانچہ خلوصِ نیّت سے قبولِ اسلام پر آمادہ ہو گئے۔

انہی ایّام میں بیعتِ عقبہ ہُوئی۔ حضرت عبداللہؓ بھی شریک ہُوئے، اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دستِ مُبارک پر بیعت کرنے کا شرف حاصل کیا۔ حضورؐ نے ان کو بنو سلمہ کا نقیب مقرّر فرمایا۔

غزوہ بدر میں شرکت کا شرف حاصل کرنے کے بعد غزوہ اُحد میں شریک ہُوئے۔ کہتے ہیں کہ جب غزوہ اُحد کا وقت آیا۔ تو ایک رات اپنے بیٹے حضرت جابرؓ کو بُلا کر کہا:۔

"میرا دل گواہی دیتا ہے، کہ مَیں اس غزوہ میں سب سے پہلے شہید ہُوں گا۔ اور چونکہ میرے بعد رسولِ خدا صلعم کے نزدیک تم سب سے عزیز ہو، اس لئے تم کو مَیں گھر پر چھوڑتا ہُوں، اور وصیّت کرتا ہُوں کہ اپنی بہنوں سے اچھا برتاؤ کرنا اور میرے اُوپر جو کچھ قرض ہے اس کو ادا کرنا"

دن کو جب معرکہ کارزار گرم ہُوا، تو حضرت عبداللہؓ نے دادِ شجاعت دیتے ہُوئے مرتبہ شہادت حاصل کیا۔ آپ صحابہؓ میں سب سے پہلے شہید ہُوئے۔ آپ کو اسامہ بن اعور بن علبید نے شہید کیا، اور مشرکین نے نعش کا مثلہ کر کے اپنی روایتی سفّاکی کا

ثبوت دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

جب صحابہؓ آپ کی لاش دفن کرنے کو لے کر چلے، تو آپ کی بہن فاطمہ نے رونا شروع کیا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ آہ وزاری دیکھ کر فرمایا "تم روؤ یا نہ روؤ جب تک جنازہ رکھا رہا، فرشتے پروں سے سایہ کیے تھے"

آپ کو اپنے بہنوئی حضرت عمروؓ بن جموع کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ چھ[۶] ماہ کے بعد حضرت جابرؓ نے آپ کی نعش کو اس قبر سے نکال کر دوسری قبر میں دفن کیا۔ کان کے سوا سب جسم صحیح وسالم تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا، کہ گویا ابھی دفن ہوئے ہیں۔ موطا کی روایت کے مطابق اس واقعہ کے چھیالیس[۴۶] برس بعد ایک سیلاب آیا۔ جس نے قبر کھول دی۔ لاش بجنسہٖ باقی تھی۔

حضرت عبداللہؓ نے مرتے وقت حضرت جابرؓ کے علاوہ نو[۹] لڑکیاں یادگار چھوڑیں جن میں چھ[۶] نہایت خورد سال تھیں اور آپ پر قرض بھی بہت زیادہ تھا جسے آپ کی وصیّت کے مطابق حضرت جابرؓ نے ادا کیا

مکارم ومحاسن کے لحاظ سے حضرت عبداللہؓ جلیل القدر صحابہؓ میں داخل ہیں۔ بنو سلمہ میں اشاعتِ اسلام کی جو کوشش وسرگرمی حضرت عبداللہؓ نے دکھائی، اور پھر راہِ خدا میں جس طرح اپنے آپ کو قربان کیا، اُس کا اعتراف خود آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو تھا۔

جامع ترمذی کی ایک روایت کے مطابق واقعہ اُحد کے بعد آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت جابرؓ کو زار وخستہ دیکھ کر پوچھا "کیا بات ہے؟" عرض کی۔ "باپ قتل ہوتے اور بہت سے بچے پیچھے چھوڑ گئے، انہی کی فکر دامنگیر ہے" حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

"ایک خوشخبری سنو، خدا کسی سے بے پردہ گفتگو نہیں کرتا۔ لیکن تمہارے باپ سے بالمشافہ گفتگو کی، اور فرمایا جو مانگو دیا جائے گا۔ انہوں نے کہا، میری تمنّا یہ ہے۔ کہ ایک مرتبہ دُنیا میں جا کر پھر شہید ہوں۔ ارشادِ ربّانی ہوا کہ یہ کہاں ہو سکتا ہے؟ جو دُنیا سے آتا ہے، وہ واپس نہیں جا سکتا۔ عرض کی، کہ میری نسبت کچھ وحی بھیج دیجئے۔"

اس وقت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر یہ آیت نازل ہوئی:۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا	جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے اُن کو مرے ہوئے
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ط بَلْ	نہ سمجھنا (وہ مرے ہوئے نہیں ہیں) بلکہ خدا کے نزدیک
اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۙ	زندہ ہیں اور اُن کو رزق مل رہا ہے۔ (آلِ عمران آیت ۱۶۹)

حضرت عبداللہؓ کے لئے اور کیا چیز قابلِ فخر ہو سکتی ہے۔ کہ آپ کی وفات کو صدیاں گزر چکی ہیں۔ مگر آپ کا نام آج بھی زندہ ہے اور تا ابد زندہ رہے گا ؎

کُشتگانِ خنجرِ تسلیم را | ہر زماں از غیب جانے دیگر است

● حضرت عمروؓ بن جموع بن زید بن حرام بن کعب

آپ بنو سلمہ کے رئیس اور بُت خانے کے متولّی تھے۔ لکڑی کا ایک بُت، جس کا نام مناف تھا، بنا کر گھر میں رکھ لیا تھا۔ آپ اس کی بیحد تعظیم کرتے تھے۔ اس زمانہ میں سرزمینِ مکّہ سے اسلام کا غلغلہ بلند ہوا۔ تو مدینہ کے کچھ لوگ، جن میں حضرت عمروؓ کے ایک لڑکے معاذؓ بھی تھے۔ اس کو لبّیک کہنے کے لئے مکّہ پہنچے اور عقبۂ ثانیہ میں اسلام قبول کر کے واپس آئے، یہ لوگ جب مکّہ سے واپس پھرے۔ تو مدینہ کے گلی کوچے تکبیر کے نعروں سے

گونج اُٹھے۔ بنو سلمہ کے چند نوجوانوں نے، جو مسلمان ہو چکے تھے، باہم مشورہ سے یہ طے کیا کہ کسی صُورت حضرت عمروؓ کو بھی مسلمان بنایا جائے۔ اس مشورہ میں آپ کے بیٹے حضرت معاذؓ بھی شامل تھے۔ غرض یہ نوجوان رات کے وقت حضرت عمروؓ کے مکان میں داخل ہوتے اور گھر والوں کو سوتا پا کر بُت اُٹھا لاتے اور باہر کسی گڑھے میں پھینک دیتے۔ صُبح اُٹھ کر حضرت عمروؓ سخت برہم ہوتے، بُت کو اُٹھا کر اندر لے جاتے، اُسے نہلاتے اور خوشبو مل کر پھر وہیں رکھ دیتے۔ چونکہ نوجوانوں نے یہ روز کا شغل بنا لیا تھا، اس لئے ایک دن حضرت عمروؓ نے عاجز آ کر بُت کی گردن میں تلوار لٹکائی اور کہا "مجھے تو پتہ نہیں چلتا، ورنہ ان لوگوں کی خود خبر لیتا۔ اب اگر تم کچھ کر سکتے ہو، تو تلوار موجود ہے"۔ اب لڑکوں کو ایک اور نئی چال سُوجھی۔ اُنہوں نے بُت کی گردن سے تلوار علیحدہ کر کے اُس کی جگہ کُتّا باندھا، اور بُت کو کنوئیں پر لٹکا دیا۔ حضرت عمروؓ نے صُبح اُٹھ کر جو یہ کیفیت دیکھی تو بجائے برہم ہونے کے راہِ راست پر آگئے اور اُسی وقت اسلام قبول کر لیا۔
غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ کیونکہ پیر میں چوٹ آنے کے سبب لنگڑا کر چلتے تھے اور حضورؐ نے ان کے لڑکوں کی درخواست پر انہیں غزوہ میں شرکت سے منع فرما دیا تھا۔

غزوہ اُحد میں بھی یہی واقعہ پیش آیا۔ تاہم بیٹوں سے کہنے لگے کہ تم لوگوں نے مجھے بدر میں شرکت سے روکا، اور اب پھر روک رہے ہو، لیکن مَیں ضرور جاؤں گا۔ لڑکوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی۔ حضورؐ نے انہیں بُلا کر سمجھایا۔ کہ تم معذور ہو، اس لئے سرے سے مکلف ہی نہیں۔ لیکن حضرت عمروؓ

پر جہاد کا جنون سوار تھا، عرض کی "یا رسول اللہ! یہ لڑکے مجھے آپؐ کے ساتھ چلنے سے روک رہے ہیں۔ لیکن مجھے اُمید ہے۔ کہ مَیں اس لنگڑے پیر سے جنّت میں گھسٹتا ہُوا پہنچوں گا۔" آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے یہ سُن کر زیادہ زور دینا مناسب نہ سمجھا اور لڑکوں کو سمجھایا، کہ اب اصرار نہ کرو۔ شاید ان کی قسمت میں شہادت لکھی ہو۔

اس ارشادِ نبوّتؐ کے بعد حضرت عمروؓ نے ہتھیار لے کر میدانِ جنگ کا رُخ کیا، اور کہا "الٰہی! مجھے شہادت نصیب کر اور اب زندہ گھر واپس نہ لا۔" دُعا میں چونکہ خلوص تھا، اس لئے قبول ہُوئی۔ لڑائی کی شدّت کے وقت جب مسلمان منتشر ہونے لگے، آپ نے اپنے بیٹے حضرت خلادؓ کو لے کر مشرکین پر زوردار حملہ کیا۔ دونوں نے شہادت پائی، اور واقعی حضرت عمروؓ اپنے لنگڑے پیر کے ساتھ جنّت میں لنگڑاتے ہُوئے پہنچ گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ان کی طرف سے گزرے، تو دیکھا، کہ شہید پڑے ہیں، فرمایا:۔

"خدا اپنے بندوں کی قسم پُوری کرتا ہے۔ عمروؓ بھی انہی میں سے ہیں اور مَیں ان کو جنّت میں اسی لنگڑے پیر سے چلتا ہُوا دیکھ رہا ہُوں۔"

حضرت عمروؓ کو حضرت عبداللہؓ بن عمرو کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کر دیا گیا۔

حضرت عمروؓ کی بیوی کا نام ہند بنتِ عمرو تھا۔ جو بنو سلمہ کے سردار حضرت عبداللہؓ بن عمرو کی بہن اور مشہور صحابی حضرت جابرؓ کی حقیقی پھوپھی تھیں۔

مؤرخین کے بیان کے مطابق ایک دفعہ خاندانِ سلمہ کے کچھ لوگ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے ان سے دریافت فرمایا، کہ

تمہارا سردار کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا۔"جدبن قیس، ایک بخیل شخص ہمارا سردار ہے" آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا۔"بخل سے بدتر کوئی چیز نہیں۔اس لئے تمہارا سردار عمروؓ بن جموح کو بناتا ہوں"

حضرت عمروؓ حد درجہ فیاض تھے۔آپ کی اس صفت کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے۔کہ آنحضرت صلعم نے آپ کو اسی وجہ سے بنو سلمہ کا سردار بنایا تھا۔

● —— حضرت خلادؓ بن عمرو بن جموح بن زید بن حرام

آپ کی والدہ کا نام ہند بنتِ عمرو تھا۔آپنے غزوہ اُحد میں شرکت کی، اور اپنے باپ حضرت عمروؓ بن جموح کے ساتھ مل کر مشرکین پر حملہ کیا، اور باپ کے ساتھ ہی شہادت کا فخر حاصل کیا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ۔

● —— حضرت عمروؓ بن قیس بن زید بن سواد بن مالک

غزوہ بدر میں آپ کی شرکت مشکوک ہے۔مگر غزوہ اُحد میں حاضر تھے، اور اسی غزوہ میں شہید ہوئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ۔

● —— حضرت قیسؓ بن عمرو بن قیس بن زید بن سواد

آپ کی والدہ کا نام اُمِّ حرام بنتِ ملحان بن خالد بن زید ہے۔آپ اپنے والد ماجد حضرت عمروؓ بن قیس کے ساتھ غزوہ اُحد میں شریک ہوئے اور شرفِ شہادت سے سرفراز ہوئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ۔

● —— حضرت قیسؓ بن مخلّد بن ثعلبہ بن صخر

آپ کی والدہ غیطلہ بنتِ مالک بن صرمہ، بنی نجار سے تھیں۔حضرت قیسؓ نے غزوہ اُحد میں شرکت کی اور اسی معرکہ میں شرفِ شہادت حاصل کیا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ

حضرت وہبؓ بن قابوس المزنی

حضرت حارثؓ بن عقبہ بن قابوس المزنی

حضرت وہبؓ چچا اور حضرت حارثؓ بھتیجا ہیں۔ جبلِ مزینہ سے بکریاں فروخت کرنے کے لئے مدینہ آتے۔ جب شہر کو لوگوں سے خالی پایا، تو وجہ پوچھی۔ انہیں معلوم ہوا، کہ سب میدانِ اُحد میں مصروفِ کارزار ہیں۔ فوراً اُحد پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اسلام لاتے اور لڑائی میں شریک ہو گئے۔ کہتے ہیں۔ کہ جب مسلمان فتح کی خوشی میں مالِ غنیمت سمیٹنے میں مشغول ہوئے۔ اور درّہ خالی رہ گیا۔ تو خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابوجہل نے اس موقعہ سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے درّہ کی طرف لشکر بڑھایا۔ لیکن حضرت وہبؓ اور حضرت حارثؓ اس شدّت سے مزاحم ہوئے، کہ مشرکین کا ایک گروہ پیچھے ہٹ گیا۔ جب رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرے گروہ کو بڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا۔ "اس گروہ کو کون ہٹائے گا؟" حضرت وہبؓ بن قابوس نے عرض کیا۔ "یا رسولؐ اللہ! میں ہٹاؤں گا۔" چنانچہ کھڑے ہوتے اور کفار پر اتنے تیر برسائے، کہ سب واپس ہو گئے۔ جب وہبؓ ادھر سے فارغ ہوئے، تو ایک گروہ اور آگیا۔ حضور سرورِ دو عالم صلعم نے فرمایا۔ "اس گروہ کو کون ہٹائے گا؟" المزنیؓ نے عرض کی۔ "یا رسولؐ اللہ! میں ہٹاؤں گا۔" پھر کھڑے ہوئے اور لشکر کو تلوار سے دفع کیا۔ اتنے میں ایک اور لشکر نمودار ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی ارشاد فرمایا۔ کہ ان لوگوں کو کون ہٹائے گا؟ المزنیؓ نے عرض کی۔ "یا رسولؐ اللہ! میں"، فرمایا، "اٹھو تمہیں جنّت کی خوشخبری ہے۔" حضرت وہبؓ المزنی خوشی خوشی یہ کہتے ہوئے اٹھے

"واللہ نہ میں قیلولہ کروں گا نہ جہاد سے معافی چاہوں گا" اور پھر گروہِ کفار میں گھس کر تلوار کے جوہر دکھانے لگے۔

حضرت وہبؓ المزنی برابر لڑتے رہے۔ لوگ انہیں گھیرے ہوئے تھے، کہ یک لخت ان پر تلواریں اور نیزے پڑنے لگے جس کے باعث آخر کفار کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ اس روز ان کے جسم پر بیسؔ زخم پائے گئے۔ جو سب کے سب نیزوں کے تھے۔ ان کی شہادت کے بعد ان کے بھتیجے حضرت حارثؓ نے اپنے شہید چچا کی طرح نہایت بہادری سے قتال کیا، اور شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت وہبؓ المزنی کی لاش کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا:۔

"اللہ تم سے راضی ہے، کیونکہ میں تم سے راضی ہوں"۔

مشرکوں نے حضرت وہبؓ المزنی کی لاش کا اس بری طرح مثلہ کیا۔ کہ قریب جا کر نظر ڈالنے کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے گئے، اور دفن تک پائنتی کی طرف کھڑے رہے۔ قبر میں رکھنے کے بعد سرخ بوٹوں کی چادر اوڑھائی اور اپنے دستِ مبارک سے سپردِ خاک کر کے واپس آئے۔

حضرت وہبؓ کی شہادت بڑی قابلِ رشک تھی۔ کہ قبولِ اسلام کے بعد ان کا ایک لمحہ بھی دنیا سے ملوث نہ ہوا، اور سیدھے جنّت الفردوس کو سدھارے۔ ان کی پاکیزہ زندگی اور شہادت پر بڑے بڑے صحابہؓ رشک کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت سعدؓ کہتے تھے:۔

"کاش! مزنیؓ کی شہادت ہم کو نصیب ہوئی ہوتی"۔

● حضرت ابو ایمنؓ

آپ حضرت عمروؓ بن جموح کے آزاد کردہ غلام تھے۔ غزوہ اُحد میں شریک ہوئے، اور شرفِ شہادت حاصل کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● حضرت عبیدؓ (تہیک) بن تیہان بن مالک

آپ کی والدہ کا نام لیلیٰ بنتِ عتیک بن عمرو بن عبدالاعلم تھا۔ آپ اُن بہتّر انصار میں شامل تھے۔ جو بیعتِ عقبہ میں حاضر ہوئے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عبیدؓ اور حضرت مسعود الربیعؓ کے درمیان عقدِ مواخات کیا تھا۔ حضرت عبیدؓ غزوہ بدر و اُحد میں شریک ہوئے، اور یوم اُحد میں عکرمہ بن ابو جہل کی تلوار سے مرتبۂ شہادت کو پہنچے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● حضرت زیادؓ بن سکن بن رافع (حضرت عمارہؓ بن زیاد بن سکن بن رافع)

مؤلف سیرت النبیؐ غزوہ اُحد کے حالات میں حضرت زیادؓ بن سکن کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:۔

"ایک دفعہ ہجوم ہوا، تو آنحضرت صلعم نے فرمایا" کون مجھ پر جان دیتا ہے" (حضرت) زیادؓ بن سکن پانچ انصاری لے کر اس خدمت کے ادا کرنے کے لئے بڑھے، اور ایک ایک نے جانبازی سے لڑ کر جانیں فدا کر دیں۔ زیادؓ کو یہ شرف حاصل ہوا، کہ آنحضرت صلعم نے حکم دیا، کہ ان کا لاشہ قریب لاؤ، لوگ اٹھا کر لائے، کچھ کچھ جان باقی تھی، قدموں پر منہ رکھ دیا، اور اسی حالت میں جان دی"

مؤلف "رحمۃ للعالمین" نے آنحضرت صلعم کے مبارک قدموں پر جان دینے کا شرف حضرت عمارہؓ بن زیاد سے منسوب کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں :۔

"اسی جنگ میں عمارہؓ بن زیاد شہید ہوئے۔ جنہوں نے جان دیتے ہوئے اپنے رخسارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تلوؤں سے لگا دیئے تھے۔"

"اصابہ" کے بیان کے مطابق، بعض مورخین کے نزدیک زیاد بن سکن اور عمارہؓ بن زیاد بن سکن ایک ہی بزرگ ہیں جنہیں تذکروں میں دو مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

● حضرت نوفلؓ بن عبداللہ بن نضلہ بن مالک بن عجلان

آپ کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا۔ آپ کے پڑدادا مالک بن عجلان اپنے زمانہ میں الخزرج کے سردار تھے۔

حضرت نوفلؓ نے غزوہ بدر میں شرکت کا شرف حاصل کیا۔ پھر غزوہ اُحد میں شریک ہوئے اور شہادت پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

● حضرت یزیدؓ بن سکن بن رافع

آپ کی کنیت ابو اسمار تھی۔ آپ نے بھی اپنے بھائی حضرت زیادؓ بن سکن کی طرح غزوہ اُحد میں شرفِ شہادت حاصل کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

● حضرت ضمرہؓ بن عمرو بن عمرو بن کعب

پہلے آپ نے غزوہ بدر میں شرکت کی۔ پھر شوال ۳ھ میں غزوہ اُحد میں شریک ہوئے، اور شہادت پائی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

● حضرت یسارؓ

آپ حضرت عبیدؓ (عتیک) بن تیہان بن مالک کے آزاد کردہ غلام تھے۔
غزوہ اُحد میں شریک ہوئے، اور شہادت پائی۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

● حضرت عبداللہؓ بن سلمہ بن مالک بن حارثہ بن عدی

آپ قبیلہ بلّی سے تھے، اور کنیت ابو محمدؐ تھی۔ ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے،
اور غزوہ بدر میں شرکت کا شرف حاصل کیا۔

شوال ۳ھ میں غزوہ اُحد میں ابن الزبعری کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ جب
شہداء کی تدفین کا یہ انتظام ہوا کہ دو دو، تین تین، اشخاص ایک قبر میں رکھے جائیں،
تو حضرت عبداللہؓ کی والدہ انیسہ بنت عدی نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں عرض
کی، کہ میری خواہش ہے کہ اپنے بیٹے کو اپنے مکان کے قریب دفن کروں۔ تاکہ مجھے
اطمینان رہے۔ حضورؐ نے اجازت فرما دی۔ چنانچہ حضرت عبداللہؓ اور حضرت
مجذرؓ بن زیاد کی لاشیں ایک اونٹ پر رکھی گئیں، اور دونوں کو ایک ہی کمبل
میں لپیٹ کر مدینہ بھیجا گیا۔ حضرت عبداللہؓ لحیم و شحیم اور حضرت مجذرؓ دبلے پتلے
آدمی تھے۔ مگر اونٹ پر برابر اترے۔ اس پر سب کو تعجب ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کہ یہ ان کے اعمال کا کرشمہ ہے۔

● حضرت عبادؓ بن سہل بن مخرمہ بن قلع بن حریش

آپ کا تعلق بنو عبدالاشہل سے تھا۔ آپ غزوہ اُحد میں صفوان بن اُمیہ
کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔

اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

● حضرت عقبہؓ بن ربیع بن رافع بن معاویہ بن عبید — خدری

آپ انصار کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ غزوہ اُحد میں شہید ہوئے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

● حضرت سویبقؓ بن حاطب بن حرث بن ہیشتہ الانصاری

آپ کا تعلق انصار کے قبیلہ اوس سے تھا۔ غزوہ اُحد میں ضرار بن الخطاب کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

● حضرت سبیعؓ بن حاطب بن قیس بن ہیشہ

آپ انصارِ مدینہ کے قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے تھے۔ موسیٰ بن عقبہ اور ابن اسحاق کی روایت کے مطابق آپ نے غزوہ اُحد میں شرکت کی، اور اسی روز شرفِ شہادت حاصل کیا۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

● حضرت ابوہبیرہؓ بن حارث بن علقمہ

آپ قبیلہ خزرج کے خاندانِ نجّار سے تھے۔ غزوہ اُحد میں شرکت کا شرف حاصل کیا، اور اسی روز شہید ہوئے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

● حضرت اوسؓ بن ارقم بن زید بن قیس خزرجی

آپ اکابر صحابہؓ میں سے تھے۔ غزوہ اُحد میں شریک ہوئے، اور اسی معرکہ میں جامِ شہادت نوش کیا۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

● حضرت ایاسؓ بن اوس بن عتیک اشہلی

آپ غزوہ اُحد میں حاضر تھے۔ اسی جنگ میں شہید ہوئے۔

اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

● حضرت حارث رضؓ بن عبداللہ بن سعد بن عمرو خزرجی

غزوہ اُحد میں شریک ہوئے، اور اسی روز جامِ شہادت نوش کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

● حضرت حارث رضؓ بن ثابت بن عبداللہ بن سعد بن عمرو۔ خزرجی

جیسا کہ نسب سے ظاہر ہے۔ آپ حضرت حارث رضؓ بن عبداللہ کے بھتیجے تھے۔ آپ نے غزوہ اُحد میں شرکت کی، اور اسی روز شہید ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

● حضرت حارثہ رضؓ بن عمرو انصاری

آپ انصارِ مدینہ کے قبیلہ سعد سے تھے۔ آپ غزوہ اُحد میں حاضر ہوئے، اور اسی روز جامِ شہادت نوش کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

● حضرت حبیب رضؓ بن زید بن تمیم بن اُسید انصاری

آپ کا تعلق قبیلہ بیاض سے تھا۔ غزوہ اُحد میں شریک ہوئے، اور اسی روز مرتبہ شہادت کو پہنچے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

● حضرت حباب رضؓ بن قیظی بن عمرو بن سہل اشہلی

بعض مؤرخین نے آپ کو شہدائے غزوہ بدر میں شمار کیا ہے لیکن مؤلف "رحمۃ للعالمینؐ" کے نزدیک آپ غزوہ اُحد میں شہید ہوئے۔ واللہ اعلم۔

● حضرت صیفی رضؓ بن قیظی بن عمرو بن سہل اشہلی

آپ حضرت حباب رضؓ بن قیظی کے حقیقی بھائی اور حضرت عبید رضؓ بن تیہان کے بھانجے تھے۔ اصابہ کے بیان کے مطابق آپ نے غزوہ اُحد میں شرکت کی، اور اسی روز جامِ شہادت نوش کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

● حضرت رافعؓ مولیٰ غزیہ بن عمرو

آپ غزوہ اُحد میں شریک ہوئے، اور اسی غزوہ میں شہادت پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● حضرت رفاعہؓ بن عمرو بن زید خزرجی

آپ کی کنیت ابُو الولید تھی۔ آپ نے غزوہ بدر و اُحد میں شرکت کی۔ آخری غزوہ میں جامِ شہادت نوش کیا۔ بعض مورخین نے آپ کا ذکر شہدائے بدر میں کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

● حضرت سعدؓ بن سوید بن قیس

آپ کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا۔ غزوہ اُحد میں شریک ہوئے، اور اسی جنگ میں شہادت پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● حضرت سہلؓ بن عدی بن زید بن عامر

آپ انصارِ مدینہ کے قبیلہ خزرج سے تھے۔ غزوہ اُحد میں شہادت کا شرف حاصل ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● حضرت عمروؓ بن ایاس

آپ انصار کے قبیلہ بنی سالم میں سے تھے۔ غزوہ اُحد میں حاضر ہوئے، اور اسی میں شرفِ شہادت حاصل ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● حضرت عمروؓ بن مطرف بن عمرو

آپ غزوہ اُحد میں شریک ہوئے اور اسی معرکہ میں شہادت پائی۔

ابنِ اسحاق کی روایت کے مطابق آپ کا نام موسیٰ بن عقبہ تھا، جو علقمہ کے

نسب سے تھے۔ واللہ اعلم۔

● حضرت مالکؓ بن سنان بن عبید بن ثعلبہ انصاری خدری

آپ ابوسعیدؓ خدری کے والد ماجد ہیں۔ آپ غزوہ اُحد میں آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے۔ اور اسی غزوہ میں شہادت پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ ایک روایت کے مطابق جب آنحضرت صلعم کا چہرۂ اقدس زخمی ہوا۔ تو حضرت مالکؓ بن سنان نے آنحضرت صلعم کے خون کے مقدس قطرات چوس لئے۔ آنحضرت صلعم نے اس پر ارشاد فرمایا:۔

"جو شخص اُس آدمی کو دیکھنا چاہے، جس میں میرا خون شامل ہوا، وہ مالکؓ بن سنان کو دیکھ لے"

● حضرت یزیدؓ بن حاطب بن عمرو اشہلی

آپ نے غزوہ اُحد میں شرکت فرمائی، اور اسی روز خلعتِ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● حضرت انیسؓ بن قتادہ بن ربیعہ بن خالد بن حارث

بعض مورخین کے نزدیک آپ کا نام الیاس اور ابو معشر انس بھی ہے۔ آپ کی زوجہ کا نام خنساء بنتِ خذام الاسدیہ تھا۔ غزوہ بدر و اُحد میں شرکت کا شرف حاصل کیا۔ آخری غزوہ میں ابوالحکم بن الاخنس ثقفی کی تلوار سے مرتبہ شہادت کو پہنچے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

ذیل میں مختصراً حضرت حسیلؓ بن جابر کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جو یومِ اُحد کو کسی مشرک کے ہاتھ سے نہیں۔ بلکہ بوجہ اشتباہ مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے۔

یہی وجہ ہے، کہ اصحابِ سیرؒ نے ان کا شمار شہدائے اُحد سے علیحدہ کیا ہے :-

حضرت حسیلؓ بن جابر بن یمان بن حارث

حضرت حسیلؓ اپنے دادا یمان کے نام سے مشہور ہیں۔ یمان ان کے دادا کا عُرفی نام تھا۔ اصل نام جروہ تھا۔ مورّخین کے مطابق یمان کی شہرت کا سبب یہ ہُوا۔ کہ وہ اپنے قبیلہ میں ایک خُون کر کے مدینہ بھاگ آئے تھے اور یہاں بنی عبد الاشہل کے حلیف ہو گئے تھے۔ چونکہ یمنی تھے۔ اس لئے اُن کے حلیف انہیں یمانی کہنے لگے۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد حضرت حسیلؓ مسلمان ہُوئے، اور بدر کے موقع پر اپنے صاحبزادے حضرت حذیفہؓ کے ساتھ اس میں شرکت کے لئے آ رہے تھے، کہ راستے میں مُشرکینِ قُریش کے ہتھے چڑھ گئے۔ ان لوگوں نے باپ بیٹے سے کہا۔ کہ تم دونوں محمّد (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کے پاس جا رہے ہو۔ حضرت حسیلؓ نے کہا، کہ ہم مدینہ جا رہے ہیں۔ کفّارِ قُریش نے کہا، کہ اچھا خدا کی قسم کھا کر عہد کرو، کہ جنگ میں شریک نہ ہو گے، اور مدینہ جا کر لوٹ آؤ گے۔ چونکہ حضرت حسیلؓ کفّار کے پنجہ میں تھے۔ اس لئے عہد کر لیا، اور مدینہ آ کر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں یہ تمام واقعہ عرض کیا۔ حضورؐ نے سُن کر ارشاد فرمایا "لوٹ جاؤ، اور عہد پُورا کرو"۔

غزوہ بدر کے بعد حضرت حسیلؓ غزوہ اُحد میں شریک ہُوئے۔ مگر ضعیفی کے سبب لڑنے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ اس لئے ایک اور بزرگ حضرت ثابتؓ بن وقش کے ساتھ بچّوں اور عورتوں کے ساتھ تھے۔ لیکن شوقِ شہادت نے گوشۂ عافیت میں بیٹھنے نہ دیا۔ چنانچہ تلواریں لے کر دونوں میدانِ کارزار میں پہنچ گئے۔

حضرت ثابتؓ کو تو مشرکین نے شہید کر دیا، لیکن حضرت حسیلؓ عدم شناخت کی بنا پر مسلمانوں کے نرغے میں آگئے۔ وہ تلواریں لے کر ان پر ٹوٹ پڑے۔ ان کے فرزند حضرت حذیفہؓ نے انہیں پہچان کر "میرے والد، میرے والد" کی آواز بلند کی۔ مگر اس سے پیشتر حضرت حسیلؓ کا کام تمام ہو چکا تھا۔ اس طرح ان کی تمنائے شہادت پوری ہوئی۔

حضرت حذیفہؓ نے اپنے والد کو غلطی سے شہید کرنے والوں کے حق میں دعا کی۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کی غلطی معاف فرمائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت دینی چاہی، لیکن حضرت حذیفہؓ کی حمیت نے اسے لینا گوارا نہ کیا، اور مسلمانوں پر صدقہ کر دیا ——— "خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را"۔

ذیل میں مخیرق (یہودی) کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جو یوم اُحد کو مسلمانوں کی طرف سے لڑے اور وصیت کی کہ میری موت کے بعد میرا تمام مال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دیا جائے۔

● ——— مخیرق

آپ یہودیوں کے قبیلہ بنو نضیر کے عالم اور نہایت دولتمند آدمی تھے۔ آپ واحد یہودی ہیں۔ جنہوں نے غزوہ اُحد میں مسلمانوں کا ساتھ دیا، اور اسلام کی فتح کے لئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا۔

مورخین کے مطابق آپ بنو ثعلبہ بن فیطون میں سے تھے۔ جنگ اُحد کے موقعہ پر آپ نے اپنی قوم سے کہا "اے گروہ یہود! واللہ تمہیں معلوم ہے۔ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد کرنا تم پر واجب ہے"۔ یہودیوں نے جواب دیا "آج تو یوم سبت (ہفتہ) ہے"۔ مخیرق بولے "میں سنیچر کی کچھ پروا نہیں کرتا"۔ پھر اپنی تلوار اور دوسرے

ہتھیار لے کر کہا" اگر میں مارا گیا، تو میرا مال محمّد (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کا ہے۔ وہ جس طرح چاہیں کام میں لائیں۔"

اس کے بعد مخیریق آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں پہنچے۔ اور حضورؐ کے ساتھ ہو کر کفّار سے جنگ کی۔ تا آنکہ قتل ہو گئے۔ ان کے بارے میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا" مخیریق بہت اچھا یہودی تھا۔"

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مخیریق کی وصیّت کے مطابق ان کے اموال پر قبضہ کر کے سب کو مستحقین میں خیرات فرما دیا۔

ابنِ ہشام اور طبری نے مخیریق کے قبولِ اسلام کا ذکر نہیں کیا۔ صرف غزوہ میں شرکت کا تذکرہ کیا ہے۔ مگر اصابہ کی تصریح کے مطابق واقدی نے اِن کی شہادت کے ساتھ قبولِ اسلام کا ذکر بھی کیا ہے۔

مؤلّف "رحمۃ للعالمین" مخیریق کے متعلّق لکھتے ہیں:۔

"یہودی عالم از بنو نضیر تھے۔ بروز جنگِ اُحد ایمان لائے، اور سیدھے میدان جنگ میں پہنچ گئے تھے، اپنے مال کی وصیّت نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے لئے کر گئے تھے۔"

○
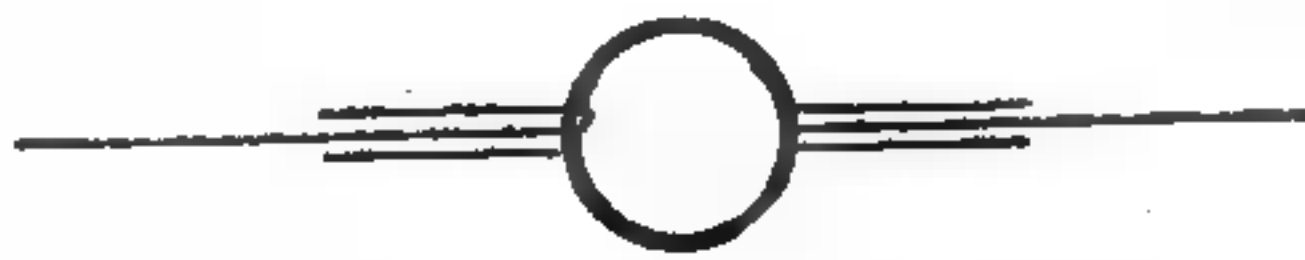
وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّيَكُونَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۭ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ○ (سورۃ الانفال - آیت ۳۹ - ۴۰)

اور اُن لوگوں سے لڑتے رہو، یہاں تک کہ فتنہ (یعنی کفر کا فساد) باقی نہ رہے، اور دین سب خدا ہی کا ہو جائے، اور اگر باز آجائیں تو خدا اُن کے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

اور اگر رُوگردانی کریں، تو جان رکھو کہ خدا تمہارا حمایتی ہے (اور) وہ خوب حمایتی اور خوب مددگار ہے۔

○

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بابِ پنجم

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

کا

دس سالہ مدنی دَور

اہلِ اسلام کے استیصال کے لئے

کفّار کی سازشیں

تبلیغِ حق اور اشاعتِ دین کے لئے

مسلمانوں کی عظیم قربانیاں

سریہ رجیع اور سریہ بیرمعونہ

کے شہدائے کرام — کا — مبارک ذکر

	تاریخ وقوع	تعدادِ شہداء
سریہ رجیع	صفر ۴ھ مطابق جولائی۔ اگست ۶۲۵ء	علمائے سیرؒ نے سریہ رجیع کے شہداء کی تعداد چھ[۶] لکھی ہے۔ صحیح بخاری میں ان کی تعداد دس[۱۰] بتائی گئی ہے۔ ان میں سے آٹھ[۸] کے نام ملتے ہیں۔ (بحوالہ رحمۃ للعالمین)
سریہ بیر معونہ	؍؍ ؍؍	حضرت انسؓ بن مالک کی روایت کے مطابق سریہ بیر معونہ کے شہداء کی تعداد ستر[۷۰] ہے۔ لیکن ان میں سے صرف چھبیس[۲۶] شہداء کا نام ملتا ہے۔ (بحوالہ رحمۃ للعالمین)

سریہ رجیع تک

قریشِ مکہ جب اُحد سے واپس ہو کر روحا کے مقام پر پہنچے، تو انہیں خیال آیا، کہ مسلمانوں کی خستہ حالی سے فائدہ اٹھانے کے لئے واپس مدینہ لوٹ کر اچانک حملہ کر دینا چاہیئے۔ یہ ابھی اسی سوچ میں تھے، کہ آنحضرت صلعم قریش کے ارادے سے باخبر ہو گئے اور فوراً لشکرِ کفار کے تعاقب میں روانہ ہوتے۔ یہانتک کہ مقامِ حمراء الاسد تک تشریف لے گئے۔ لیکن قریش حضورؐ کے پہنچنے سے پہلے عازمِ مکہ ہو چکے تھے۔ کیونکہ انہیں معبد خزاعی کی زبانی ایک عظیم جمعیّت کے ساتھ آنحضرت صلعم کی پیشقدمی کا علم ہو چکا تھا۔ یہ واقعہ ۸ شوال ۳ھ کا ہے، اور غزوہ حمراء الاسد کے نام سے موسوم ہے اس کے بعد یکم محرم ۴ھ کو آنحضرت صلعم نے خویلد کے بیٹے طلحہ، سلمہ اور بنی اسد بنی خزیمہ کی سرکوبی کے لئے ایک سریہ بھیجا جس کے امیر حضرت ابو سلمہؓ مخزومی تھے۔ اس سریہ میں بھی کوئی جانی نقصان نہ ہوا۔ کیونکہ کفار مسلمانوں کی پیشقدمی کی خبر ملتے ہی بھاگ گئے تھے۔ پھر ۵ محرم ۴ھ کو آنحضرت صلعم نے حضرت عبداللہؓ بن انیس کو خالد بن سفیان کے قتل کے لئے بھیجا۔ حضرت عبداللہؓ اس مہم سے کامیاب واپس آتے۔ تاریخ میں یہ سریہ عبداللہؓ بن انیس کے نام سے مشہور ہے۔ اس واقعہ کے تقریباً ایک ماہ بعد رجیع کا دردناک واقعہ پیش آیا۔

سریہ رجیع مؤرخین کی تصریح کے مطابق خالد بن سفیان کے قتل کے بعد اس کے قبیلہ

کے لوگ کچھ عرصہ تک خاموش رہے۔ آخر ان کی ایک شاخ بنو لحیان نے اپنے مقتول کا بدلہ لینے کی تدبیر پیدا کر لی یعنی بنو لحیان کا ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا، کہ "ہم مسلمان ہو چکے ہیں۔ اس لئے ہمارے قبیلہ میں ایسے مسلمان بھیجئے۔ جو ہمیں شریعت کی تلقین کریں، اور قرآن کی تعلیم سے بہرہ مند فرما سکیں۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو لحیان کے وفد کی درخواست قبول فرماتے ہوئے چھ یا دس صحابہؓ کو حضرت عاصمؓ بن ثابت کی قیادت میں ان لوگوں کے ہمراہ روانہ فرمایا۔ یہ لوگ جب علاقہ حجاز کے رجیع نامی مقام پر پہنچے، تو ان غداروں نے مسلمانوں کے ساتھ بدعہدی کی، اور آواز دے کر بنی ہذیل کو بلایا۔ بنی ہذیل دو سو آدمی لے کر، جن میں سو تیر انداز تھے مسلمانوں کے تعاقب میں نکلے۔ جب مشرکین قریب پہنچ گئے۔ تو حضرت عاصمؓ اپنے رفقاء سمیت ایک ٹیلے پر چڑھ گئے، اور مقابلہ پر آمادہ ہوئے۔

مشرکین عضل و قارہ نے کہا۔ کہ آپ لوگ ٹیلے سے اتر آئیں، ہم آپ کو پناہ دیتے ہیں۔ حضرت عاصمؓ نے فرمایا، کہ ہم کفار کی پناہ قبول نہیں کرتے، اور پھر ترکش سے تیر نکال کر مقابلہ کیا۔ جب تیر ختم ہو گئے۔ تو صحابہؓ نے نیزے سنبھال لئے۔ حضرت عاصمؓ نے جوش میں آکر ساتھیوں سے کہا:۔

"تمہارے ساتھ دھوکا کیا گیا ہے۔ مگر گھبرانے کی کوئی بات نہیں شہادت کو غنیمت جانو۔ تمہارا محبوب تمہارے ساتھ ہے، اور جنت کی حوریں تمہارا انتظار کر رہی ہیں۔"

یہ الفاظ سن کر صحابہؓ نہایت پامردی سے لڑے۔ یہاں تک کہ جب تیر ٹوٹ گئے، تو تلواریں سونت لیں۔ مگر کفّار کی تعداد زیادہ ہونے کے باعث کچھ پیش نہ گئی۔ نتیجۃً حضرت خبیبؓ، حضرت زیدؓ اور حضرت عبداللہؓ بن طارق کے علاوہ تمام صحابہؓ، جن میں حضرت عاصمؓ بھی شامل تھے، شہید ہو گئے۔

باقیماندہ صحابہؓ سے کفّار نے پھر عہد و پیمان کیا۔ لیکن جب وہ ان کے عہد پر اعتماد کر کے ٹیلے سے نیچے اتر آئے، تو کفّار نے حسبِ عادت بدعہدی کی، اور صحابہؓ کو رسیوں میں جکڑ لیا۔ جب یہ لوگ مقام ظہران پر پہنچے، تو حضرت عبداللہؓ بن طارق کسی طرح آزاد ہو کر کفّار سے برسرِ مقابلہ ہوئے۔ مگر مشرکین نے دور سے پتھر مار کر آپ کو شہید کر دیا۔ باقی دو کو رسیوں میں جکڑا ہوا مکّہ لے گئے، اور مشرکین کے ہاتھوں بیچ ڈالا (مشرکینِ مکّہ نے جو بہیمانہ سلوک ان بزرگوں سے کیا، اس کی تفصیل صحابہؓ کے ذاتی حالات میں آئے گی)

ذیل میں ان صحابہ کرامؓ کا نام بنام ذکر کیا جاتا ہے۔ جو اس سریہ میں شہید ہوئے:۔

● حضرت عاصمؓ بن ثابت بن قیس ابوالافلح بن عصمۃ بن نعمان

آپ انصار کے قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے تھے اور کنیت ابو سلمان تھی۔

آپ ہجرت سے قبل مشرف باسلام ہوئے۔ غزوہ بدر میں شرکت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا "کیونکر لڑو گے؟"

حضرت عاصمؓ تیر کمان لے کر اٹھے، اور عرض کی:۔

"جب دو سو ہاتھ کا فاصلہ ہوگا، تو تیر ماروں گا۔ کفّار اس سے قریب

ہوں گے، تو نیزہ اور نزدیک تر ہوں گے، تو تلوار کا وار کروں گا۔"

آنحضرت صلعم نے فرمایا:۔

"لڑائی کا یہی قاعدہ ہے، تم لوگ اسی طرح لڑنا۔"

اس غزوہ میں حضرت عاصمؓ نے عتبہ بن ابی محیط کو قتل کیا۔ جو قریش میں نہایت ذی مرتبہ سمجھا جاتا تھا۔ غزوہ اُحد میں شریک ہوئے، تو مسافع بن طلحہ اور حارث بن طلحہ کو تیر مار کر قتل کیا اور کہا "لو میں ابوالاقلح ہوں"۔ ابُو عزہ جمعی گرفتار ہو کر آیا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے حیلہ و فریب کے جرم میں ان کے سپرد کیا۔ حضرت عاصمؓ نے اس کی گردن اُڑا دی۔

صفر ۴ھ میں آنحضرت صلعم نے حضرت عاصمؓ کو چھ یا دس صحابہؓ پر امیر بنا کر قبیلہ عضل و قارہ کے آدمیوں کی درخواست پر دین کی تعلیم دینے کے لئے روانہ فرمایا۔ کفار نے بدعہدی کی، اور راستے میں آپ کو معہ آپ کے رُفقاء کے گھیر لیا۔ آپ ایک ٹیلے پر چڑھ گئے، اور تیر برسانا شروع کر دئے۔ حتیٰ کہ اپنے کچھ رُفقاء سمیت شہید ہو گئے۔

قریشِ مکّہ کو جب آپ کی شہادت کی خبر ہوئی، تو نہایت خوش ہوئے۔ چونکہ آپ نے عتبہ کے علاوہ طلحہ کے دو بیٹوں کو بھی قتل کیا تھا۔ اس لئے اِنکی ماں سلافہ نے آپ کے سر کی کھوپڑی میں شراب پینے کی منّت مانی تھی۔ چنانچہ آپ کی شہادت پر قریش کو تجارت کا موقعہ ملا، کہ ان کے ہاتھ حضرت عاصمؓ کا سر فروخت کریں گے۔

شہادت کے وقت حضرت عاصمؓ نے بارگاہِ ربّ العزّت میں دُعا کی تھی، کہ

مجھے کوئی مشرک نہ چھوئے اور نہ میں ان میں سے کسی کو مس کروں گا۔ بہرحال جب کفّار مقامِ شہادت پر پہنچے، تو وہاں کثرت سے شہد کی مکھیاں یا بھڑیں دیکھیں۔ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر قریش نے رات کے وقت آپ کا سر کاٹنے کا مشورہ کیا۔ اتفاق سے رات کو خوب بارش ہوئی، اور پانی کا ایک ریلہ آپ کے جسمِ اطہر کو بہا کر لے گیا جس کی وجہ سے آپ کا سر کاٹنے اور سلافہ کے ہاتھ فروخت کرنے کی حسرت قریش کے دل میں ہی رہ گئی۔

حضرت عاصمؓ کی بہن جمیلہؓ حضرت عمر فاروقؓ سے منسوب تھیں۔ حضرت عاصمؓ بن عمرؓ انہی کے بطن سے پیدا ہوئے۔

حضرت عاصمؓ نہایت پاکیزہ اخلاق کے مالک تھے۔ جوشِ ایمان، حبِّ رسولؐ اور اسلامی حمیّت جیسے عظیم الشّان اوصاف آپ کی سیرت کے جلی عنوانات ہیں۔

● حضرت مرثدؓ بن کناز بن حصین غنوی

آپ کا سلسلۂ نسب غیلان بن مضر سے جا ملتا ہے۔

آپ مواخات میں حضرت اوسؓ بن ثابت کے بھائی بنے تھے۔ غزوہ بدر و اُحد میں حاضر تھے۔ واقعہ رجیع ۴ھ میں جب بنی ہذیل نے صحابہؓ پر حملہ کیا، تو آپ بھی حضرت عاصمؓ کے ساتھ ٹیلے پر چڑھ گئے، اور مقابلہ کرتے کرتے شہید ہو گئے۔

حضرت مرثدؓ بڑے بہادر پہلوان تھے۔ آپ کی عادت تھی۔ کہ مدینہ منوّرہ سے چھپ چھپا کر مکّہ آتے اور اُن مسلمان اسیروں میں سے، جن کو کفّار نے جرمِ اسلام میں گرفتار کیا ہوا تھا، ایک قیدی کو جیل سے نکال کر لے جاتے۔ ایک دفعہ آپ اسی غرض سے مکّہ آئے، تو راستے میں عناق مل گئی۔ یہ ایک بدچلن عورت

تھی، اور قبل از اسلام اس کے تعلقات حضرت مرثدؓ سے بہت گہرے تھے۔

عناق ان کو دیکھ کر پہچان گئی۔ بولی، "مرثدؓ ہو؟" آپ نے کہا۔ "ہاں"۔ بولی، "خوب، میرے ساتھ چلو، وہیں رات کو آرام کرنا"۔ حضرت مرثدؓ نے جواب دیا۔ "عناق تو کس خیال میں ہے۔ میں مسلمان ہوں اور اسلام میں زنا حرام ہے"۔ یہ جواب سنتے ہی اس بدچلن عورت کے تیور بدل گئے۔ چلا چلا کر کہنے لگی "لوگو، آؤ، تمہارا ملزم موجود ہے۔ جو قیدیوں کو نکال کر لے جاتا ہے"۔ یہ سن کر کچھ آدمی حضرت مرثدؓ کے پیچھے بھاگے۔ آپ ایک غار میں چھپ گئے۔ وہ لوگ بھی وہاں تک پہنچ گئے۔ مگر قدرتِ حق سے آپ کو نہ دیکھ سکے اور واپس چلے گئے۔ آپ ذرا سستا کر پھر مکہ گئے، اور ایک بھاری بھرکم قیدی کو اپنے کاندھے پر اٹھا کر جیل سے نکال لائے، اور بخیریت تمام مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

حضرت مرثدؓ کا بیان ہے، کہ میں نے مدینہ منورہ پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میں عناق سے نکاح کر لوں؟ اس وقت حضورؐ خاموش رہے۔ مگر بعد میں جب آیت :-

اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوْ مُشْرِکَۃً	بدکار مرد تو بدکار یا مشرک عورت کے سوا نکاح نہیں کرتا اور
وَّالزَّانِیَۃُ لَا یَنْکِحُھَا اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ	بدکار عورت کو بھی بدکار یا مشرک مرد کے سوا اور کوئی نکاح میں نہیں لاتا
وَحُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (سورۃ النور) آیت ۳	اور یہ (یعنی بدکار عورت سے نکاح کرنا) مومنوں پر حرام ہے۔

نازل ہوئی، تو حضورؐ سرورِ دو عالم صلعم نے بلا کر یہ آیت سنائی، اور ارشاد فرمایا، کہ تم اس سے نکاح نہ کرنا۔

● حضرت خبیبؓ بن عدی بن مالک بن عامر

آپ انصار کے قبیلہ اوس سے تھے، اور ہجرت سے قبل داخلِ اسلام ہو چکے تھے۔

غزوہ بدر میں شریک تھے، اور مجاہدین کے اسباب کی نگرانی آپ کے سپرد تھی۔ اس معرکہ میں آپ نے حارث بن عامر بن نوفل کو قتل کیا۔

صفر ۴ھ میں آنحضرت صلعم نے جن صحابہؓ کو حضرت عاصمؓ کی ماتحتی میں قبیلہ عضل و قارہ کو اسلامی احکام سکھانے کے لئے بھیجا تھا، حضرت خبیبؓ ان کے ساتھ تھے جب آپ کے دوسرے ساتھی ٹیلہ پر شہید ہو گئے، تو آپ کفار کے وعدہ پر اعتماد کر کے نیچے اتر آئے۔ کفار نے پھر بدعہدی کی، اور آپ کو رسیوں سے جکڑ کر مکہ لے گئے۔ وہاں کفار نے آپ کو سو اونٹوں کے عوض عقبہ بن حارث کے ہاتھوں بیچ ڈالا۔

حضرت خبیبؓ کو کفار نے صلیب پر چڑھا کر شہید کیا۔ شہادت سے قبل آپ کچھ عرصہ عقبہ بن حارث کی قید میں رہے۔ اس نے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنائیں اور موہب کو آپ کی نگرانی پر مقرر کیا۔ عقبہ کی بیوی کھانا کھلاتے وقت ہاتھ کھول دیا کرتی تھی۔ حضرت خبیبؓ نے موہب سے تین باتوں کی درخواست کی تھی۔ اوّل یہ کہ آپ شیریں پلانا۔ دوم، بتوں کا ذبیحہ نہ کھلانا اور سوم، قتل سے پہلے خبر کر دینا۔

حارث کی نواسی ایک دن کھیلتے کھیلتے حضرت خبیبؓ کے قریب چلی گئی۔ اس وقت آپ کے ہاتھ میں چھری تھی۔ بچی کی ماں کا ادھر سے گزر ہوا، تو حضرت خبیبؓ کے ہاتھ میں چھری دیکھ کر کانپ اٹھی۔ حضرت خبیبؓ اس کی گھبراہٹ کا سبب جان گئے، بولے "کیا تو سمجھتی ہے، کہ میں بچی کو قتل کر دوں گا؟ حاشا، یہ ہماری شان نہیں۔"

حضرت خبیبؓ کے قتل میں مشرکین نے بڑا اہتمام کیا۔ حرم سے باہر تنعیم میں

ایک درخت سے سُولی کا پھندا لٹکایا گیا۔ مرد و زن، بچّے بوڑھے، امیر و غریب، غرض مکّہ کی ساری آبادی ایک توحید پرست کی شہادت کا تماشا دیکھنے کے لئے موجود تھی۔ سُولی پر لٹکائے جانے سے پہلے حضرت خبیبؓ نے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت مانگی۔ چنانچہ کفّار کے اجازت دینے پر آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور پھر کفّار سے مخاطب ہو کر کہا:۔

"دیر تک نماز پڑھنے کو جی چاہتا تھا، مگر تم کو خیال ہو گا، کہ موت سے ڈرتا ہوں"

آپ جب صلیب کی طرف چلنے لگے، تو راستہ میں یہ دُعا زبان پر تھی:۔

اللھم احصھم عددا	یا اللہ! ان میں سے ایک ایک کو اپنی گرفت
واقتلھم بددا ولا تغادر	میں لے لیجیو۔ سب کے سب تسبیح کے دانوں کی
منھم احدا	طرح بکھر جائیں، ان میں سے کوئی زندہ نہ بچے۔

پھر یہ شعر پڑھ کر آپ درخت کے نیچے پہنچے۔ (ترجمہ)

"جب مَیں اسلام کے لئے قتل کیا جا رہا ہوں۔ تو مجھ کو اس کی پروا نہیں، کہ کس پہلو پر قتل کیا جاؤں گا۔ یہ جو کچھ ہے، خاص خُدا کے لئے ہے۔ اگر وہ چاہے گا، تو جسم کے ان چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں پر برکت نازل فرمائے گا"

اس کے بعد عقبہ بن حارث اور میرہ عبدری نے گلے میں پھندا ڈالا۔ چند لمحوں بعد سرِ اقدس دار پر تھا۔

یہ کیسا عجیب منظر تھا، اسلام کے ایک غریب الوطن فرزند پر کیسے ظلم و ستم ہو

رہے تھے، اور خونی کفّار محوِ تماشا تھے۔ سولی دینے کے بعد کفّار ایک نگہبان مقرر کر کے گھروں کو چلے گئے۔ رات کو موقعہ پا کر حضرت عمروؓ بن اُمیہ ضمری لاش لے گئے، اور اسے دفن کر دیا۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو جب وحی کے ذریعے اس ناجعہ عظمیٰ کی خبر ہوئی، تو فرمایا:۔

"اے خبیبؓ تجھ پر سلام ہو"

قتل کرتے وقت مشرکین نے قبلہ رُخ نہیں رکھا تھا۔ لیکن جو چہرہ قبلہ کی طرف پھر چکا تھا۔ وہ کسی دوسری طرف کیوں کر پھر سکتا تھا۔ چنانچہ کفّار نے بار بار قبلہ کی طرف سے پھیرنے کی کوشش کی، مگر ناکام رہے۔

حضرت خبیبؓ نے جو دُعا کی تھی۔ اُس کا اثر ایک سال کے اندر اندر ظاہر ہو گیا، وہ لوگ جو ان کے قتل میں شریک تھے۔ نہایت بیکسی کی حالت میں اپنے انجام کو پہنچے ؎

دیدی کہ خونِ ناحق پروانہ شمع را
چنداں اماں نہ داد کہ شب را سحر کند

● حضرت زیدؓ بن دثنہ بن معاویہ بن علبید

آپ کا تعلق خزرج کے خاندان بیاضہ سے تھا۔

آپ غزوہ بدر و اُحد میں شریک تھے۔ آپ نے اُمیہ بن خلف کو قتل کیا تھا۔ حضرت زیدؓ اُن صحابہؓ کے ساتھ تھے جنہیں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت عاصمؓ کی ماتحتی میں قبیلہ عضل وقارہ کی درخواست پر احکامِ دین

کی تعلیم دینے کے لئے بھیجا تھا۔ راستے میں مقامِ رجیع پر جو المناک واقعہ پیش آیا۔ حضرت خبیب رضؓ اور حضرت زید رضؓ اس میں اسیر ہو گئے۔ مشرکین ان بزرگوں کو رسیوں میں جکڑ کر مکہ لائے اور حضرت زید رضؓ کو صفوان بن اُمیہ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ صفوان خوش تھا، کہ وہ باپ کے قاتل سے انتقام لے گا چنانچہ رؤسائے قریش سے مشورہ کے بعد مقامِ تنعیم مقتل قرار پایا، اور صفوان نے اپنے غلام نسطاس کو حکم دیا، کہ حضرت زید رضؓ کو تنعیم لے چلو۔

قتل گاہ میں پہنچے، تو عجیب آزمائش کا وقت تھا۔ ان کے قتل کا تماشا دیکھنے کے لئے ابوسفیان سمیت تمام رؤسائے قریش موجود تھے۔ کہتے ہیں، کہ جب قاتل نسطاس نے تلوار ہاتھ میں لی، تو ابوسفیان نے پوچھا "زید تمہیں خدا کی قسم، سچ سچ بتانا۔ کہ اگر تمہارے بجائے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں اور ہم ان کی گردن ماریں اور تم اپنے گھر میں محفوظ رہو۔ تو تم اس کو پسند کرتے ہو؟"

عاشقِ رسول ؐ حضرت زید رضؓ نے جواب میں فرمایا:۔

"واللہ! مجھے یہ بھی منظور نہیں، کہ محمد ؐ کے کانٹا چبھے اور میں اپنے گھر میں بیٹھا رہوں"

ابوسفیان یہ جواب سن کر دنگ رہ گیا، اور اسی عالم میں اس کی زبان سے نکلا:۔

"محمد ؐ کے اصحاب رضؓ ان سے جس قدر محبت کرتے ہیں۔ دنیا میں کسی کے دوست ایسے گرویدہ نہیں"

اس کے بعد نسطاس نے حضرت زید رضؓ کو شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

حضرت عبداللہؓ بن طارق بن عمرو بن مالک

آپ قبیلہ بَلی سے تھے، اور انصار کے قبیلہ ظفر کے حلیف تھے۔ ہجرت کے بعد اسلام لائے، غزوہ بدر و اُحد میں شرکت کا شرف حاصل کیا۔

حضرت عبداللہؓ اُن پاک نفس بزرگوں میں شامل تھے جنہیں آنحضرت صلعم نے حضرت عاصمؓ کی ماتحتی میں قبیلہ عضل و قارہ کو دین کی تعلیم دینے کے لیئے روانہ فرمایا تھا۔ جب رجیع کے مقام پر پہنچے، تو قبیلہ ہذیل نے بدعہدی کر کے ان کا محاصرہ کر لیا۔ چنانچہ حضرت عبداللہؓ بھی حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ کے ساتھ مشرکین کے ہاتھوں اسیر ہو گئے۔

جب کفّار ان صحابہؓ کو لے کر مکّہ کی طرف چلے۔ تو ظہران نام کے ایک مقام پر پہنچ کر کسی طرح حضرت عبداللہؓ بن طارق نے اپنے آپ کو قید و بند کی مصیبت سے آزاد کرا لیا، اور تلوار سونت کر مقابلہ پر آمادہ ہوئے۔ کفّار نے یہ دیکھ کر آپ کو پتھر مارنے شروع کر دئے۔ جس سے آپ جاں بحق ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

حضرت عبداللہؓ کی شہادت گاہ ہی ان کا مدفن بنی یعنی اِن کی قبر ظہران میں آج بھی موجود ہے۔ اور اس حادثہ عظیمہ کی یاد کو تازہ کرتی ہے۔

قرآن و حدیث میں حضرت عبداللہؓ کو جو دستگاہ حاصل تھی۔ وہ اس سے ظاہر ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اشاعتِ اسلام کا کام اِن کے سپرد فرمایا تھا۔ آپ اشاعتِ اسلام کے ساتھ ساتھ نومسلموں کو قرآن، مسائلِ دین اور ارکانِ اسلام کی باقاعدہ تعلیم بھی دیتے تھے۔

● حضرت مغیثؓ (یا معتبؓ) بن علید بن ابی ایاس

آپ کی والدہ بنی عذرہ کی شاخ بنی کاہل سے تھیں۔ حضرت عبداللہؓ بن طارق آپ کے اخیافی بھائی تھے۔ حضرت مغیثؓ نے غزوہ بدر و اُحد میں شرکت کا شرف حاصل کیا۔

آپ اُن پاک نفس بزرگوں میں شامل تھے جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عاصمؓ کی قیادت میں قبیلہ عضل و قارہ کی درخواست پر دین کی تعلیم دینے کے لئے بھیجا تھا۔ راستے میں کفّار نے جب دھوکے سے صحابہؓ کو گھیر لیا، تو آپ بھی حضرت عاصمؓ کے ساتھ ٹیلے پر چڑھ گئے، اور دشمن سے نہایت پامردی سے لڑ کر مرتبہ شہادت حاصل کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● حضرت خالدؓ بن ابی بکیر بن عبد یالیل بن ناشب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت خالدؓ اور حضرت زیدؓ بن دثنہ کے درمیان عقدِ مواخات کیا تھا۔ آپ دونوں بزرگ زندگی میں ایک دوسرے کے ساتھ رہے، اور جنّت میں بھی اس رفاقت کو نبھایا۔

جو صحابہؓ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حکم پر صفر ۴ھ میں قبیلہ عضل و قارہ کو اسلام کے احکام سکھانے اور دین کی تعلیم دینے کے لئے گئے تھے۔ آپ اُن میں شامل تھے۔ آپ نے حضرت عاصمؓ کے ساتھ مل کر کفّار کا بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ مگر چونکہ کفّار کی تعداد زیادہ تھی۔ اس لئے آپ کی کچھ پیش نہ گئی اور آخر شہید ہو گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

حضرت زیدؓ بن مزین انصاری بیاضی

آپ بھی صحابہؓ کی اس جماعت میں شامل تھے، جو عضل وقارہ کی درخواست پر تعلیم دین دینے کے لئے گئی تھی۔ کہ راستے میں کفّار نے بدعہدی کی، اور مقامِ رجیع پر آپ سب کو گھیر لیا۔ آپ بھی دیگر صحابہؓ کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

سریہ بیر معونہ

شہدائے رجیع کا داغ ابھی تازہ ہی تھا، کہ اسی ماہ میں ایک اور نہایت المناک واقعہ پیش آیا۔ اس کی تفصیل میں مورّخین نے لکھا ہے۔ کہ ابو براء بن عامر بن مالک، جو ملاعب الاسنہ کے لقب سے مشہور تھا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا حضورؐ نے اسے دعوتِ اسلام دی۔ مگر ابو براء نے اسلام قبول کیا نہ اسلام سے کسی نفرت کا اظہار کیا۔ بلکہ دربارِ رسالت مآبؐ میں یہ درخواست پیش کی۔ کہ اگر اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لئے حضورؐ اپنے اصحابؓ نجد بھیجیں، تو مجھے اُمید ہے، کہ وہ لوگ اس دعوت کو قبول کریں گے، آنحضرت صلعم نے فرمایا، کہ مجھے اہلِ نجد سے اندیشہ ہے۔ اس پر ابو براء نے مسلمانوں کی حفاظت کی ضمانت دی۔ چنانچہ حضور سرورِ دو عالم صلعم مسلمانوں کی ایک جماعت تبلیغِ اسلام کے لئے نجد بھیجنے پر آمادہ ہو گئے، اور حضرت منذرؓ بن عمرو ساعدی کو امیر مقرر فرما کر چالیس یا ستّر صحابہؓ کو اُن کے ہمراہ کر دیا۔

صحابہؓ کی یہ پاکباز جماعت مدینہ میں دن کو لکڑیاں چنتی اور شام کو فروخت کر کے اہلِ صُفّہ کے خورد ونوش کا انتظام کرتی تھی۔ یہ جماعت چونکہ رات کا کچھ حصہ فرضِ

قرآن میں اور کچھ حصہ تہجّد گزاری میں صرف کرتی تھی۔ اس لئے مسلمانوں میں قرّاء کے نام سے مشہور تھی۔

صحابہ رضؓ کرام کی روانگی کے وقت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک خط ابوبراء کے بھتیجے اور بنی عامر کے رئیس کے نام لکھوا کر حضرت حرامؓ بن ملحان کے سپرد فرمایا۔ جب قرّاء حضرات کی یہ جماعت بیر معونہ پہنچی، تو حضرت حرامؓ بن ملحان آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا نامۂ مبارک لے کر عامر بن طفیل کے پاس گئے۔ اُس بدبخت نے پیغمبرِ اسلامؐ کا خط دیکھنے سے پہلے ہی ایک شخص کو اشارہ کرکے حضرت حرامؓ کو قتل کرا دیا۔ پھر اس ملعون نے بنی عامر کو باقی صحابہؓ کے قتل پر اُبھارا۔ مگر عامر کے چچا ابوبراء کے پناہ دینے کی وجہ سے بنی عامر نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ اپنی قوم سے نا اُمید ہونے کے بعد عامر نے بنی سلیم سے امداد چاہی۔ چنانچہ بنی سلیم کے قبائلِ عصیّہ، رعل اور ذکوان اس کی امداد پر تیار ہو گئے، اور سب نے مل کر صحابہ رضؓ کرام کو گھیر لیا۔ صحابہؓ نے ان لوگوں سے کہا، کہ ہم تم سے لڑنے نہیں آئے، بلکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی طرف سے ایک کام پر مامور ہیں، اور وہیں جا رہے ہیں لیکن کفّار نہ مانے اور صحابہؓ کے قتل پر آمادہ ہو گئے۔ حالات کی نزاکت کے پیشِ نظر صحابہ کرامؓ مدافعت پر تیار ہو گئے، مگر چونکہ ان پاکباز بزرگوں کی تعداد کفّار کی جمعیّت کے مقابلہ پر نہایت قلیل تھی اس لئے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ ان میں صرف حضرت کعبؓ بن زید انصاری میں زندگی کی کچھ رمق باقی تھی۔ کفّار نے انہیں مُردہ سمجھ کر چھوڑ دیا تھا۔ بہرحال حضرت کعبؓ بعد ازاں ہوش میں آ گئے، اور ایک مدّت زندہ رہنے کے بعد

غزوہ خندق میں شہید ہوئے۔

ان کے علاوہ حضرت منذرؓ بن عمرو اور حضرت عمروؓ بن اُمیہ ضمری بھی زندہ بچ گئے تھے۔ یہ دونوں حملہ کے وقت مویشی چرانے جنگل میں گئے ہوئے تھے۔ ان بزرگوں نے جب دُور سے معرکہ کی جگہ پرندوں کو منڈلاتے دیکھا، تو انہیں شبہ گزرا اور فوراً جائے وقوعہ پر پہنچے۔ انہوں نے یہاں ایک عبرتناک منظر دیکھا۔ کہ تمام رُفقاء خون میں نہائے ہوئے بستر شہادت پر سو رہے ہیں۔ دونوں نے مشورہ کیا، کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ حضرت عمروؓ بن اُمیہ ضمری نے مدینہ چل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو خبر دینے کے متعلق رائے دی لیکن حضرت منذرؓ نے کفّار سے مقابلہ کی ٹھانی اور لڑکر شہید ہو گئے۔ حضرت عمروؓ بن اُمیہ ضمری کو کفّار نے گرفتار کر لیا۔ عامر نے ان کے بال کاٹے اور یہ کہہ کر چھوڑ دیا، کہ میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی منّت مانی تھی۔ لہٰذا میں اس منّت کو پورا کرنے کے لئے تم کو آزاد کرتا ہوں چنانچہ آپ آزاد ہو کر مدینہ منوّرہ پہنچ گئے۔

تمام راوی متفق ہیں۔ کہ بیرِ معونہ کے واقعہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک مہینہ تک نماز فجر میں رکوع کے بعد قرّاء صحابہؓ کے قاتلین پر لعنت بھیجی، اور بد دعا کی حضرت انسؓ سے مروی ہے، کہ اس افسوسناک حادثہ سے پہلے ہم نے کبھی قنوت نہیں پڑھے تھے۔ اسی واقعہ سے قنوت کی ابتدا ہوئی۔ اس کے بعد حضورؐ نے فجر میں کبھی قنوت نہ کیا حتّٰی کہ آپؐ نے دُنیا سے رُخصت ہو گئے۔

نوٹ:۔ حضرت انسؓ بن مالک نے شہدائے بیرِ معونہ کی تعداد ستّر بیان کی ہے لیکن یہاں صرف چھبّیس ۲۶ صحابہؓ کے اسمائے مُبارکہ دیئے جاتے

ہیں۔ کیونکہ یہی نام سیرت کی کتابوں میں درج ملتے ہیں۔

(بحوالہ رحمۃ للعالمین)

حضرت منذرؓ بن عمرو بن خُنَیس بن حارثہ بن لوذان

آپ قبیلہ خزرج کے خاندان ساعدہ سے تھے، اور آپ کی والدہ کا نام ہند بنت المنذر بن الجموح بن زید تھا۔ حضرت منذرؓ نے عقبہ ثانیہ میں اسلام پر بیعت کی، اور اپنے قبیلہ کے نقیب مقرر ہوئے۔ حضرت سعدؓ بن عبادہ بھی اسی قبیلہ کے نقیب تھے۔ حضرت منذرؓ کا لقب "اعنق الیموت" تھا۔

مواخات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت منذرؓ اور حضرت طلیبؓ بن عمیر کے درمیان رشتۂ اخوت قائم فرمایا تھا۔ حضرت منذرؓ نے غزوہ بدر و اُحد میں شرکت کا شرف حاصل کیا۔ مؤخر الذکر غزوہ میں آپ میسرہ کے افسر تھے۔

غزوہ اُحد کے تقریباً چار ماہ بعد صفر ۴ھ میں انصار کے ستر نوجوان جو قُرّاء کے نام سے مشہور تھے۔ اشاعتِ اسلام کی غرض سے نجد بھیجے گئے۔ حضرت منذرؓ صحابہؓ کی اس جماعت کے امیر تھے۔ جب آپ معہ اپنے رفقاء کے بیر معونہ پہنچے، تو رعل اور ذکوان کے سواروں نے گھیر لیا۔ صحابہؓ نے ہر چند کہا کہ ہم کو تم سے کوئی سروکار نہیں، کیونکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طرف سے کسی اور کام پر مامور ہیں۔ لیکن ظالموں نے ایک نہ سُنی، اور سب کو شہید کر دیا۔ اتفاق سے حضرت منذرؓ اس وقت وہاں موجود نہ تھے۔ لیکن اس حادثہ کا علم ہوتے ہی فوراً آ جائے وقوعہ پر آئے۔ مشرکین نے اِن سے کہا، کہ وہ امان کی درخواست کریں لیکن آپ کی اسلامی حمیّت نے یہ گوارا نہ کیا،

کہ کفار سے امان کی درخواست کی جائے۔ چنانچہ شمشیر بکف مشرکین سے ٹکرا گئے، اور بڑی پامردی سے لڑتے کے بعد آخر اسی جگہ شہید ہوئے۔ جہاں اُن کے رُفقا نے یہ شرف حاصل کیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ہوئی، تو فرمایا "اعنق الیموت" یعنی انہوں نے دانستہ موت کی طرف سبقت کی۔ اس وقت سے ان کا یہ لقب خاص زبان زدِ خاص و عام ہو گیا۔

حضرت منذرؓ جاہلیت میں عربی لکھتے تھے، اسلام میں قرآن و حدیث کی جو واقفیت بہم پہنچائی تھی، اسی کی بناء پر اشاعتِ اسلام کے لئے منتخب ہوئے اور مبلغین کے امیر بنائے گئے تھے۔

● حضرت حرامؓ بن ملحان (مالک) بن خالد بن زید

آپ کا لقب قاری تھا۔ آپ حضرت اُمّ سلیمؓ کے بھائی تھے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خالہ اور مشہور صحابی حضرت انسؓ بن مالک کی والدہ ماجدہ تھیں۔

صدائے اسلام پر لبیک کہنے میں، بنو نجار، تمام انصار سے پیش پیش تھے۔ چونکہ حضرت اُمّ سلیمؓ کی وجہ سے خاندانِ عدی اسلام کے نام سے گوش آشنا ہو چکا تھا۔ اس لئے ان کے بھائی حضرت حرامؓ نے بھی قبولِ اسلام میں سبقت کی۔ غزوہ بدر و اُحد میں حضرت حرامؓ کی شرکت کا کوئی ثبوت نہیں ملتا، البتہ سریہ بیر معونہ میں جو معرکہ اُحد کے بعد وقوع میں آیا۔ ان کی موجودگی کی شہادت موجود ہے۔ صفر ۴ھ میں جو ستّر قرا کی جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے بغرضِ اشاعت اسلام نجد بھیجی گئی تھی، حضرت حرامؓ اس میں شامل تھے۔ وہاں

پہنچ کر جماعت نے ایک مقام پر قیام کیا، اور آپ آنحضرت صلعم کا مُبارک خط جو عامر بن طفیل رئیس بنی عامر کے نام تھا، مکتوب الیہ تک پہنچانے کے لئے عامر کے پاس تشریف لے گئے۔ بدبخت عامر بن طفیل نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا والا نامہ کھولنے سے پہلے ہی ایک شخص کو ان کے قتل کا اشارہ کیا۔ اُس شخص نے پیچھے سے نیزہ کا وار کیا، جو ایک پہلو توڑ کر دُوسرے پہلو سے نکل گیا۔ حضرت حرامؓ نے جسم سے نکلتے ہوئے خُون کو اپنے چہرہ اور سر پر چھڑکا اور فرمایا:۔

"اللہ اکبر! خُدا کی قسم میں کامیاب ہُوا"۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ تو آپؐ نے ایک ماہ تک قاتلین کے حق میں بد دُعا کی۔

حضرت حرامؓ کو قرآن وحدیث پر اس قدر عبور تھا، کہ نجد میں اس کی اشاعت کے لئے مقرّر کیے گئے۔ صحیح مسلم میں ہے، کہ قرآن پڑھا کرتے اور رات کو اس کا درس دیا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے قاری لقب ہو گیا تھا۔

● حضرت حکمؓ بن کیسان

آپ کے والد ابُوجہل کے والد مغیرہ کے غُلام تھے۔

حضرت حکمؓ قریش کے اس قافلہ تجارت میں شامل تھے، جس پر حضرت عبداللہؓ بن جحش نے ۲ھ میں حملہ کیا تھا، اور جو سریہ نخلہ کے نام سے موسُوم ہے۔ اس سریہ کے اسیروں میں حضرت حکمؓ بھی تھے۔ حضرت مقدادؓ بن عمرو سے مروی ہے کہ:۔

"حضرت حکمؓ بن کیسان کو مَیں نے گرفتار کیا، امیر نے گردن مارنے کا ارادہ

کیا، تو میں نے کہا، کہ انہیں چھوڑ دو، ہم انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے جائیں گے۔ مدینہ پہنچ کر حضور سرورِ دو عالم صلعم، حضرت حکمؓ کو اسلام کی دعوت دینے لگے۔ جب ان کے قبولِ اسلام میں کچھ دیر ہو گئی، تو حضرت عمرؓ نے کہا، یا رسولؐ اللہ! آپؐ کب تک اس سے کلام فرمائیں گے۔ یہ تو ابد تک بھی اسلام نہیں لائے گا۔ اجازت فرمائیے، کہ میں اس کی گردن مار دوں تاکہ یہ اپنے اصل ٹھکانے ہاویہ میں پہنچ جائے۔ لیکن رحمۃ للعالمینؐ نے حضرت عمرؓ کی درخواست کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی، یہانتک کہ حضرت حکمؓ اسلام لے آئے۔"

قبولِ اسلام کے بعد حضرت حکمؓ جہادِ فی سبیل اللہ میں مشغول ہو گئے، اور حادثہ بیر معونہ میں جام شہادت نوش کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت سلیمؓ بن ملحان (مالک) بن خالد بن زید

آپ حضرت حرامؓ بن ملحان اور حضرت امِ سلیم بنت ملحان کے بھائی ہیں۔ مشہور صحابی حضرت انسؓ بن مالک رشتے میں آپ کے بھانجے تھے۔

حضرت سلیمؓ نے غزوہ بدر و احد میں شرکت کا شرف حاصل کیا۔ آپ قرّاء حضرات کی اس جماعت میں شامل تھے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو براء بن عامر بن مالک کی درخواست پر تعلیم اسلام کی غرض سے نجد روانہ فرمائی تھی۔ کہ مقام بیر معونہ پر مشرکین نے آپ کو شہید کر دیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت حارث رضؓ بن صمہ بن عمرو بن عتیک

آپ کی کنیت ابُو سعید اور نسبی تعلق قبیلہ خزرج کے خاندانِ نجّار سے تھا۔ آپ کی والدہ کا نام تماضر بنتِ عمرو بن عامر بن ربیعہ تھا۔

آپ ہجرت سے قبل مشرف بہ اسلام ہُوئے، اور حضرت صہیب رضؓ رومی سے، جو راہِ خدا میں سخت سے سخت مصائب کا مقابلہ کر چکے تھے، رشتۂ بھائی چارہ قائم ہُوا۔

حضرت حارث رضؓ غزوہ بدر میں شرکت کے لئے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہمرکاب جا رہے تھے۔ کہ روحا نام ایک مقام پر چوٹ آگئی۔ چنانچہ حضورؐ نے آپ کو اسی مقام سے واپس مدینہ بھیج دیا۔ حضرت حارث رضؓ اگرچہ چوٹ کے سبب معرکہ میں کوئی عملی حصّہ نہ لے سکے تھے۔ پھر بھی آنحضرت صلعم نے ان کو غنیمت و اجر میں شامل فرمایا۔

غزوہ اُحد میں جب کہ تمام لوگ منتشر ہو گئے تھے۔ حضرت حارث رضؓ نے نہایت پامردی سے دادِ شجاعت دی، اور عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ کو قتل کیا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مقتول کا تمام سامان حضرت حارث رضؓ کو مرحمت فرمایا۔ ان کے علاوہ اس غزوہ میں حضورؐ نے اور کسی کافر کا سامان کسی مسلمان کو نہیں دیا۔

اسی معرکہ میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت حارث رضؓ سے پُوچھا۔ "کیا تُم نے عبدالرحمٰن بن عوف کو دیکھا ہے؟" عرض کی۔ "پہاڑ کی طرف مشرکین کے نرغے میں تھے۔ مَیں نے جانا چاہا، کہ حضورؐ پر نظر پڑ گئی اور اس طرف چلا آیا۔"

آنحضرت صلعم نے فرمایا "اُن کو فرشتے بچا رہے ہیں"۔ چنانچہ حضرت حارثؓ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے پاس گئے، تو دیکھا کہ ان کے سامنے سات آدمی مُردہ پڑے ہیں۔ حضرت حارثؓ نے پُوچھا "کیا یہ سب آپ نے قتل کئے ہیں؟" حضرت عبدالرحمٰنؓ نے جواب دیا "ارطاطا اور فلاں فلاں کو تو میں نے قتل کیا۔ باقی ان لوگوں کے قاتل مجھے نظر نہیں آئے"۔ حضرت حارثؓ نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل صحیح فرمایا تھا"۔

معرکۂ بیرِ معوُنہ میں شریک تھے۔ بعض مؤرخین نے حضرت منذرؓ بن عمرو کی بجائے آپ کا نام لکھا ہے۔ کہ آپ حضرت عمروؓ بن اُمیّہ کے ساتھ کسی درخت کے نیچے بیٹھے تھے۔ کہ چیلیں اور دُوسرے پرند نظر آئے۔ آپ دونوں فوراً جائے وقُوعہ پر پہنچے۔ اپنے رُفقاء کو بسترِ شہادت پر پڑا دیکھ کر آپ سے رہا نہ گیا۔ چنانچہ کُفّار سے لڑ کر شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

آپ نے دُو بیٹے یادگار چھوڑے۔ یعنی سعدؓ اور ابُوجہمؓ۔ یہ دونوں صحابی تھے۔

● حضرت عامرؓ بن فہیرہ ـــــــ مولیٰ حضرت ابُوبکر صدیقؓ

آپ کی کنیت ابُوعمرو تھی، اور آپ طفیل بن عبداللہ کے غلام تھے۔

حضرت عامرؓ نے ابتداہی میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ غلامانہ بے بسی کے ساتھ اس حق پسندی نے قُدرتاً حضرت عامرؓ کو سخت سے سخت مصائب میں مبتلا کیا۔ آپ کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی گئیں لیکن آخر وقت تک استقامت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ یہانتک کہ حضرت ابُوبکر صدیقؓ کے دستِ کرم نے قیدِ غلامی سے نجات دلائی۔

ہجرت کے موقعہ پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ غارِ ثور میں پوشیدہ ہوئے۔ تو حضرت عامرؓ کے ذمّہ یہ خدمت تھی۔ کہ آپ دن بھر مکّہ کی چراگاہ میں بکریاں چراتے اور شام کو غار کے پاس لے آتے اور ان کا دودھ دوہ کر آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو پہنچاتے۔ حضرت عبداللہؓ بن ابوبکرؓ، جو رات کے وقت غار میں حاضر ہو کر مشرکینِ مکّہ کی سرگرمیوں کی تفصیل سنایا کرتے تھے۔ جب صبح واپس جاتے تو حضرت عامرؓ بکریوں کو ان کے نشانِ قدم پر لے چلتے، کہ مشرکین کو کچھ شبہ نہ ہو۔ غرض جب یہ مقدّس قافلہ غارِ ثور سے نکل کر عازم مدینہ ہوا، تو حضرت عامرؓ نے بھی ساتھ دیا۔ مدینہ پہنچ کر آپ حضرت سعدؓ بن خیثمہ کے مہمان ہوئے، اور حضرت حارثؓ بن اوس سے رشتۂ اخوّت قائم ہوا۔

شروع شروع میں جن مہاجر صحابہؓ کو مدینہ کی آب و ہوا راس نہ آئی، ان میں حضرت عامرؓ بن فہیرہ بھی تھے۔ اس ناموافقت کی بنا پر بیماری نے یہاں تک شدّت اختیار کی، کہ حضرت عامرؓ زندگی سے ناامید ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب مہاجرین کرامؓ کی علالت کی خبر ہوئی۔ تو حضورؐ نے سب کے حق میں دُعا فرمائی چنانچہ قبولیتِ دُعا کے نتیجہ میں حضرت عامرؓ بن فہیرہ بھی بسترِ علالت سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

حضرت عامرؓ بن فہیرہ غزوہ بدر و اُحد میں شریک تھے۔ صفر ۴ھ میں آنحضرت صلعم نے جن ستّر قرّاء صحابہؓ کو مشرکینِ رعل و ذکوان کی تبلیغ و تلقین پر مامور فرمایا تھا، حضرت عامرؓ ان میں شامل تھے۔ اِن مشرکین نے اس جماعتِ صحابہؓ سے غدّاری کر کے سب کو شہید کر دیا۔ صرف حضرت عمروؓ بن اُمیّہ ضمری زندہ گرفتار

ہوئے مقتولین میں حضرت عامرؓ بن فہیرہ کی لاش بھی تھی۔ بدبخت عامر بن طفیل نے ان کی لاش کی طرف اشارہ کر کے، پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ حضرت عمروؓ بن ضمری نے جواب دیا "یہ عامرؓ بن فہیرہ ہیں" عامر بن طفیل نے کہا۔ کہ میں نے ان کو مقتول ہونے کے بعد دیکھا، کہ آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔ یہانتک کہ زمین اور آسمان کے درمیان بالکل معلق نظر آئے، پھر زمین پر رکھ دیئے گئے۔

حضرت عامرؓ بن فہیرہ کی شہادت بڑی تعجب انگیز تھی۔ کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت عامرؓ کے سینہ سے جبّار بن سلمی کا نیزہ پار ہوا۔ تو بیساختہ ان کی زبان سے نکلا "خدا کی قسم، میں کامیاب ہو گیا" پھر ان کی لاش تڑپ تڑپ کر آسمان کی طرف بلند ہوئی۔ ملائکہ نے تجہیز و تکفین کی اور روحِ اقدس کے لئے اعلیٰ علیین کے دروازے کھول دئیے گئے۔ آپکے قاتل جبّار بن سلمی کو اس کرشمۂ قدرت نے سخت متعجب کیا اور وہ متأثر ہو کر مشرف با سلام ہو گیا۔

حضرت عامرؓ بن فہیرہ اگرچہ صورتِ ظاہری کے لحاظ سے سیاہ فام حبشی تھے تاہم آئینۂ دل کی صفائی اور جوشِ ایمانی کا یہ عالم تھا۔ کہ اسلام کی خاطر گونا گوں مصائب و مظالم برداشت کئے۔ مگر کبھی بھی استقلال و استقامت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ یہانتک کہ جب اشاعت اسلام کی خاطر برچھی جگر سے پار ہو گئی، تو بے اختیار یہ کلمہ زبان سے نکلا "خدا کی قسم، میں کامیاب ہو گیا" اور یہ یقیناً آپ کی دستارِ فضیلت کا ایک خوشنما طرّہ ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● —— حضرت عروہؓ بن اسماء بن صلت السلمی

آپ بنی عمرو بن عوف کے حلیف تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قراء کی جس جماعت کو اسلامی احکام کی تعلیم دینے کے لئے ابُو براء بن عامر کی درخواست پر نجد بھیجا تھا، آپؓ بھی شامل تھے۔

ابنِ سعد کے بیان کے مطابق حضرت عروہؓ، بنی عامر کے رئیس عامر بن طفیل کے دوست تھے۔ معرکۂ بیر معونہ میں مشرکین نے آپ کو امن دینے کی خواہش کی، مگر حضرت عروہؓ نے انکار کر دیا، اور کہا کہ میں تم لوگوں کی امان قبول نہیں کرتا، اور نہ اپنے آپ کو ساتھیوں کے مقتل سے ہٹاتا ہوں۔ چنانچہ آگے بڑھے اور مردانہ وار مقابلہ کر کے شرف شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

حضرت معاذؓ بن ماعص بن قیس بن خلدہ

آپ کی والدہ اشجع میں سے تھیں۔ مواخات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سالمؓ مولائے ابی حذیفہؓ اور ان کے درمیان رشتہ اخوت قائم فرمایا تھا۔

ان کی شہادت کے متعلق ایک روایت تو یہ ہے۔ کہ یہ غزوہ بدر میں مجروح ہوئے اور اسی زخم سے مدینہ میں انتقال کیا۔ لیکن محمد بن عمر نے اس روایت کو قبول نہیں کیا۔ ان کے نزدیک صحیح یہ ہے۔ کہ اگرچہ حضرت معاذؓ غزوہ بدر و اُحد میں شریک تھے۔ تاہم شہادت کا شرف حادثہ بیر معونہ میں حاصل کیا چنانچہ اس روایت کے پیش نظر آپ کا شمار بیر معونہ کے شہداء میں کیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت عائذؓ بن ماعص بن قیس بن خلدہ

آپ حضرت معاذؓ بن ماعص کے بھائی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سویطؓ بن عمرو العبدری اور حضرت عائذؓ بن ماعص کے درمیان عقدِ

مواخات کیا تھا۔

حضرت عائذؓ غزوہ بدر و اُحد میں شریک تھے۔ ازاں بعد صفر ۴ھ میں ستّر قراء میں شامل ہوکر نجد روانہ ہوئے، کہ بیر معونہ کا واقعہ پیش آیا اور اسی میں شرفِ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

● حضرت منذرؓ بن محمد بن عقبہ

آپ کی کنیت ابوعبیدہ تھی، اور آپ کی والدہ ہذیل کے آلِ ابی قردہ میں سے تھیں۔

مواخات میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت منذرؓ بن محمد اور حضرت طفیلؓ بن حارث بن مطلب کے درمیان رشتہ بھائی چارہ قائم فرمایا تھا۔

آپ نے غزوہ بدر و اُحد میں شرکت کی، اور شرفِ شہادت بیر معونہ میں حاصل کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

● حضرت قطبہؓ بن عبد عمرو بن مسعود بن عبد الاشہل

آپ کی والدہ کا نام سُمیرا بنتِ قیس بن مالک تھا۔ آپ کے بھائی حضرت نعمانؓ بن عبد عمرو غزوہ اُحد میں شہید ہوئے تھے۔

حضرت قطبہؓ قراء کی اس جماعت کے ساتھ تھے۔ جو تبلیغِ اسلام کے لئے نجد روانہ ہوئی تھی۔ بیر معونہ کے حادثہ میں آپ بھی شریک تھے، اور اسی روز شہادت کا شرف حاصل کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

● حضرت نافعؓ بن بدیل بن ورقاء بن عبد العزیٰ

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ان کے والد حضرت بدیلؓ بن ورقاء اور

حضرت بسشرؓ بن سفیان کو لکھ کر دعوتِ اسلام دی تھی لیکن حضرت نافعؓ نے اپنے والد سے پہلے قبولِ اسلام کا شرف حاصل کیا۔

آپ مسلمانوں کے ساتھ بیر معونہ میں حاضر ہوئے، اور اس حادثہ میں شہادت پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

● حضرت اُبَیّ بن ثابت بن منذر بن حرام

آپ مشہور اسلامی شاعر حضرت حسّانؓ بن ثابت کے بھائی تھے۔ آپ کی والدہ کا نام سخطٰی بنتِ حارثہ بن لوذان تھا۔ ان کی کنیت اُبوالفتح یا اُبوشیخ تھی۔

حضرت اُبَیؓ نے غزوہ بدر و اُحد میں شرکت کا شرف حاصل کیا۔ صفر ۴ھ میں آپ بھی اُن ستّر قراء صحابہؓ میں شامل تھے، جو تبلیغ اسلام کے لئے عازم نجد ہوئے تھے۔ آپ نے اسی سفر میں شہادت پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون

● حضرت انسؓ بن معاذ بن انس بن قیس

● حضرت اُبَیّؓ بن معاذ بن انس بن قیس

یہ دونوں بزرگ حقیقی بھائی ہیں۔ ان کی والدہ اُمّ اُناس بنتِ خالد بن خنیس بن لوذان انصار کے قبیلہ ساعدہ میں سے تھیں۔

حضرت انسؓ غزوہ بدر میں شریک تھے۔ جبکہ حضرت اُبَیّ کی شرکت کا کوئی ثبوت موجود نہیں۔ البتہ دونوں بھائی غزوہ اُحد میں حاضر تھے۔ ازاں بعد صفر ۴ھ میں جب دونوں بھائی قراء صحابہؓ کی جماعت میں شامل ہو کر نجد جا رہے تھے۔ بیر معونہ کے مقام پر مشرکین کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

● حضرت مسعودؓ بن سعد بن قیس بن خلدہ

آپ غزوہ بدر و اُحد میں حاضر تھے۔ پھر اشاعتِ اسلام کے لئے قراء حضرات کی جماعت کے ساتھ نجد روانہ ہوئے۔ کہ مقامِ بیر معونہ میں شہید ہو گئے۔ بعض مورخین نے آپ کو شہدائے غزوہ خیبر میں شمار کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

آپ شہدائے بیر معونہ حضرت عائذؓ بن ماحص اور حضرت معاذؓ بن ماحص کے عم زاد تھے۔

● حضرت سعدؓ بن عمرو بن ثقف

● حضرت طفیلؓ بن سعد بن عمرو بن ثقف

حضرت سعدؓ والد اور حضرت طفیلؓ فرزند ہیں۔ دونوں باپ بیٹا قراء صحابہؓ کی اس جماعت میں شامل تھے۔ جو تبلیغِ اسلام کی خاطر نجد جا رہی تھی۔ کہ دونوں مقام بیر معونہ پر مشرکین کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

● حضرت سہیلؓ بن عمرو بن ثقف

آپ حضرت طفیلؓ بن سعد کے چچا اور حضرت سعدؓ بن عمرو کے حقیقی بھائی ہیں۔ آپ بھی واقعہ بیر معونہ میں شہید ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● حضرت سہیلؓ بن عامر بن ثقف

آپ حضرت سعدؓ شہید بیر معونہ کے چچیرے بھائی ہیں۔ آپ بھی اسی حادثہ میں شہید ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● حضرت سفیانؓ بن ثابت انصاری۔ ● حضرت مالکؓ بن ثابت انصاری

آپ دونوں حقیقی بھائی ہیں۔ آپ کا نسبی تعلق بنو نبیت سے تھا۔ دونوں

حادثہ بیر معونہ میں شہید ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● حضرت سفیانؓ بن حاطب بن اُمیہؓ انصاری

آپ غزوہ اُحد میں حاضر تھے۔ صفر ۴ھ میں حادثہ بیر معونہ میں جام شہادت نوش کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● حضرت مسعودؓ بن خلدہ بن عامر بن زریق الانصاری الزرقی

آپ غزوہ بدر و اُحد میں حاضر تھے۔ آپ کو بعض مؤرخین نے شہدائے خیبر میں شمار کیا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے۔ کہ حادثہ بیر معونہ میں جام شہادت نوش کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● حضرت ثابتؓ بن خالد بن نعمان بن خنساء الانصاری

آپ غزوہ بدر و اُحد میں شریک ہوئے۔ بعد ازاں صفر ۴ھ میں حادثہ بیر معونہ میں شہادت پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● حضرت انسؓ بن معاویہ

آپ کا نسبی تعلق بنو عمرو بن مالک سے تھا۔ صفر ۴ھ میں حادثہ بیر معونہ میں شہید ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ششم

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم
کا
دس سالہ مدنی دور

اہلِ اسلام کے استیصال کے لئے
مشرکینِ عرب اور اہلِ یہود
کی اجتماعی کوششیں

بتائیدِ ایزدی اسلام کی مسلسل وسعت پذیری

سریہ مریسیع، غزوہ خندق اور غزوہ بنی قریظہ

اسباب و نتائج

شہدائے عظّام کا ذکرِ اقدس

نام سریہ۔غزوہ	تاریخ وقوع	تعداد شہداء
سریہ مریسیع یا بنو مصطلق	۲ر شعبان ۵ھ مطابق ۲۸ر دسمبر ۶۲۶ء	اِس سریہ میں صرف ایک صحابی شہید ہوئے۔ یعنی حضرت ہشامؓ بن صبابہ لیثی۔
غزوہ خندق	۸ر ذیقعد ۵ھ مطابق ۳۱ر مارچ ۶۲۷ء	چھ ۶ مسلمان
غزوہ بنی قریظہ	ذوالحجہ ۵ھ مطابق اپریل۔مئی ۶۲۷ء	دو ۲ مسلمان

غزوہ مریسیع تک

سریہ بیر معونہ کے بعد ربیع الاول ۴ھ میں غزوہ بنی نضیر پیش آیا۔ جو سریہ بیر معونہ کی ایک کڑی تھا۔ اس غزوہ کے اسباب میں مورخین نے اس سازش کا بالتفصیل ذکر کیا ہے۔ جو یہودیوں کے قبیلہ بنی نضیر نے آنحضرت صلعم کو ہلاک کرنے کے متعلق تھی، اور جس کی پاداش میں بنی نضیر کو مدینہ بدر کر دیا گیا تھا۔

پھر جمادی الاول ۴ھ میں غزوہ ذات الرقاع وقوع میں آیا۔ جو بنی غطفان کی پسپائی پر ختم ہوا۔ ذیقعد ۴ھ میں آنحضرت صلعم ابوسفیان کے مقابلہ کے لئے بدر تک تشریف لے گئے۔ مگر کوئی جنگ نہ ہوئی۔ کیونکہ ابوسفیان خشک سالی کا بہانہ کر کے بدر تک پہنچنے سے پہلے ہی مقام عسفان سے واپس مکہ لوٹ گیا تھا۔ تاریخِ اسلام میں آنحضرت صلعم کی یہ پیش قدمی غزوہ بدر الاخریٰ کے نام سے موسوم ہے۔

اس کے تقریباً چار ماہ بعد یعنی ۲۵ ربیع الاول ۵ھ کو آنحضرت صلعم نے دومتہ الجندل کی طرف پیش قدمی فرمائی۔ جہاں مشرکین کی ایک جماعت مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے کے لئے پر تول رہی تھی۔ آنحضرت صلعم کی آمد کی خبر ملتے ہی دشمن منتشر ہو گیا، اور آنحضرت صلعم بلا جدال و قتال واپس مدینہ لوٹ آئے۔

غزوہ مریسیع یا بنو مصطلق مریسیع ایک چشمہ یا تالاب کا نام ہے۔ جہاں بنی خزاعہ کی ایک شاخ بنو مصطلق سے مسلمانوں کا مقابلہ ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ملی۔ کہ بنو مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کی غرض سے بہت سی فوج جمع کی ہے حضور سرورِ دو عالم صلعم نے حضرت بُریدہؓ بن حصیب اسلمی کو اس خبر کی تصدیق کے لئے روانہ فرمایا۔ حضرت بریدہؓ نے واپس آکر عرض کیا۔ کہ خبر صحیح ہے۔ چنانچہ حضورؐ نے صحابہؓ کو خروج کا حکم دیا۔

صحابہؓ حکم ملتے ہی تیار ہو گئے۔ اس دفعہ مالِ غنیمت کے لالچ میں منافقین کا ایک گروہِ کثیر بھی ساتھ ہو گیا۔ جو اس سے پیشتر کبھی کسی غزوہ میں شریک نہ ہُوا تھا۔ مجاہدینِ اسلام کے ساتھ تیس[۳۰] گھوڑے تھے، دس[۱۰] مہاجرین کے اور بیس[۲۰] انصار کے۔

آنحضرت صلعم نے مدینہ میں حضرت زیدؓ بن حارثہ یا حضرت ابو ذرؓ غفاری کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا۔ مہاجرین کا عَلَم حضرت ابوبکر صدیقؓ اور انصار کا عَلَم حضرت سعدؓ بن عبادہ کے ہاتھ میں تھا۔ مقدمہ میں حضرت عُمر فاروقؓ تھے۔ اُمّہات المومنین میں سے حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت اُمّ سلمہؓ آنحضرت صلعم کی شریکِ سفر تھیں۔

پیشقدمی کے دوران راستہ میں ایک جاسُوس ملا۔ جسے کُفّار نے مخبری کے لئے مقرر کیا ہُوا تھا۔ حضرت عُمر فارُوقؓ نے اُسے گرفتار کر کے تہہ تیغ کر دیا جب کُفّار کو آنحضورؐ کی آمد اور جاسُوس کے قتل کی خبر ملی، تو ان پر اس قدر رُعب چھا گیا۔ کہ حارثؔ کے قبیلہ کے علاوہ دُوسرے قبیلوں کے لوگ منتشر ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیز رفتاری کے ساتھ چل کر کفار پر حملہ کر دیا۔ حملہ کے وقت

وہ لوگ اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے تھے۔ اچانک حملہ سے بدحواس ہو گئے اور ادھر اُدھر بھاگنے لگے۔ مگر مسلمانوں نے سب کو گھیرے میں لے کر دس کو قتل اور بقایا کو گرفتار کر لیا۔ مالِ غنیمت میں دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔

اِس غزوہ میں کفّار کے ہاتھوں کوئی مسلمان شہید نہ ہُوا۔ البتہ حضرت ہشامؓ شہید ہُوئے جنہیں حضرت عبادہؓ بن صامت نے دُشمن کا آدمی سمجھ کر قتل کر دیا تھا۔

● حضرت ہشامؓ بن صبابہ (یا حضرت ہشامؓ بن حُزن بن سیار)

ابُو سعید السکری کی روایت کے مطابق حضرت ہشامؓ کے والد کا نام حزن اور والدہ کا نام صبابہ بنتِ مقیس بن قیس تھا۔ آپ غزوہ مریسیع میں شریک ہُوئے۔ اسی غزوہ میں آپ کو قبیلہ خزرج کی شاخ بنی عوف کے حضرت عبادہؓ بن صامت نے مشرک سمجھ کر قتل کر دیا۔ حضرت ہشامؓ کے بھائی مقیس بن صبابہ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے شکایت کی۔ آنحضرت صلعم نے اسے دیت دینے کا حکم دیا۔ مقیس بن صبابہ نے خُون بہا لینے کے باوجود حضرت ہشامؓ کے قاتل حضرت عبادہؓ بن صامت کو قتل کر دیا اور خود مُرتد ہو کر مکّہ بھاگ گیا۔

اصابہ کے بیان کے مطابق قرآن حکیم کی مندرجہ ذیل آیت انہی کے بارہ میں نازل ہوئی تھی:۔

وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ۝ (سورۃ النسآء۔ آیت ۹۳)	اور جو شخص مسلمان کو قصداً مار ڈالے گا تو اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ جلتا رہے گا اور خدا اس پر غضبناک ہو گا اور اُس پر لعنت کریگا اور ایسے شخص کے لئے اُس نے بڑا (سخت) عذاب تیار کر رکھا ہے۔

غزوہ خندق (یا احزاب)

غزوہ خندق کے اسباب کو سمجھنے کے لئے غزوہ بنی نضیر کا ذکر بڑا ضروری ہے۔ گزشتہ سطور میں اگرچہ غزوہ بنی نضیر کے نتیجہ میں اہلِ یہود کے قبیلہ بنی نضیر کی جلاوطنی کا مختصر حال بیان کیا جاچکا ہے۔ تاہم یہاں قدرے وضاحت کے ساتھ یہودیوں کی غداری اور نقضِ عہد کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ تاکہ اہلِ یہود کی منافقانہ روش اور ریشہ دوانیوں کو سمجھنے میں آسانی رہے۔ جس کے باعث مشرکینِ قریش ایک لشکرِ جرّار کے ساتھ مدینہ تک پہنچے اور تقریباً ایک ماہ تک مسلمانوں کا محاصرہ کئے رکھا۔

موّرخین کے بیان کے مطابق حضرت عمروؓ بن امیہ ضمری جب عامر بن طفیل کی قید سے رہا ہو کر مدینہ روانہ ہوئے۔ تو آپ نے راستے میں مقامِ قرقرہ پر پہنچ کر ایک سایہ دار درخت کے نیچے قیام کیا۔ اتفاق سے بنو کلاب کے دو شخص بھی اُسی جگہ آرام کے لئے ٹھہرے۔ جب وہ دونوں سو گئے۔ تو حضرت عمروؓ انہیں عامر بن طفیل کے آدمی سمجھ کر اپنے ساتھیوں کے قصاص میں قتل کرکے خود مدینہ پہنچ گئے۔

آنحضرت صلعم کو جب اس واقعہ کا علم ہوا۔ تو آپؐ ان دونوں مقتولوں کی دِیت کے متعلق گفتگو کرنے کے لئے بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے۔ کیوں کہ بنو نضیر، بنی کلاب کے حلیف تھے۔ آنحضرت صلعم کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے علاوہ دوسرے صحابہؓ بھی تھے۔

بنو نضیر بظاہر بڑے اخلاق سے پیش آئے، اور آنحضرت صلعم کو ایک دیوار کے پاس بٹھایا۔ لیکن درپردہ ایک شخص کو، جس کا نام حجّاش تھا، چھت پر چڑھا دیا۔ کہ جب آنحضرت صلعم دِیت کے متعلق گفتگو میں مشغول ہوں۔ تو وہ

چھت سے ایک بھاری پتھر گرا کر آپؐ کا کام تمام کر دے۔

آنحضرت صلعم کو بذریعہ وحی یہودیوں کی اس سازش کا علم ہو گیا۔ حضورؐ فوری طور پر وہاں سے اٹھے اور مدینہ تشریف لے آئے۔ بعد ازاں صحابہؓ کرام بھی آپؐ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضورؐ نے صحابہؓ کرام کو یہودیوں کی غداری سے مطلع فرمایا اور حضرت محمدؐ بن مسلمہؓ کی معرفت بنو نضیر کو دس دن کے اندر اندر اطرافِ مدینہ سے نکل جانے کا حکم دیا۔ جب بنو نضیر نے آپؐ کے حکم کی تعمیل میں لیت و لعل کی، تو آپؐ نے بنو نضیر کا محاصرہ فرما لیا۔ جو پندرہ دن تک جاری رہا۔ آخر بنو نضیر ذلیل ہو کر معافی کے خواستگار ہوئے، اور مہلت کے دنوں میں سامانِ حرب کے علاوہ بقایا ساز و سامان لے کر اطرافِ مدینہ سے نکل گئے، اور مختلف دیار میں منتشر ہو گئے۔ یہ واقعہ ربیع الاوّل ۴ھ مطابق اگست، ستمبر ۶۲۵ء کا ہے۔

انہی جلا وطن یہودیوں کی ایک جماعت یہودیوں کے گڑھ خیبر میں جا کر آباد ہو گئی تھی۔ چنانچہ جب خیبر والوں کو یہ معلوم ہوا۔ کہ ابو سفیان نے غزوہ اُحد کے اختتام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آئندہ سال مقتولینِ بدر کا انتقام لینے کے لئے دوبارہ جنگ کی دھمکی دی ہے۔ تو خیبر کے یہودی رؤسا نے مکہ جا کر قریش کو مسلمانوں کے خلاف اُکسانے کی مہم شروع کر دی۔ قریش چونکہ پہلے ہی مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے پر اُدھار کھائے بیٹھے تھے۔ اس لئے یہودیوں کے وعدۂ امداد سے ان کا جذبۂ انتقام تیز سے تیز تر ہو گیا۔

اس دفعہ یہودیوں کے بیس سرداروں کے علاوہ، جو عرب کے گوشے گوشے میں

مسلمانوں کی مخالفت پر قبائل کو جمع کرنے کے لئے پھیل گئے تھے، قریش نے بھی کفار کی جمعیت اکٹھی کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ بہر کیف ان اجتماعی کوششوں کے نتیجہ میں قریشِ مکہ مسلمانوں کے استیصال کے لئے ایک لشکرِ جرار جمع کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ جب ہر طرح کی تیاری بالکل مکمل ہوگئی، تو قریشِ مکہ نے مدینہ کا رُخ کیا اور یہاں پہنچ کر شہر کے باہر پڑاؤ ڈال دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب قریشِ مکہ اور یہودیوں کی مشترکہ تیاریوں کی خبریں پہنچیں۔ تو آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ فرمایا۔ حضرت سلمانؓ پارسی ایرانی ہونے کے باعث چونکہ خندق کھود کر اپنی مدافعت کے طریقہ سے واقف تھے۔ اس لئے انہوں نے رائے دی۔ کہ کھلے میدان میں نکل کر مقابلہ کرنے کی بجائے ایک محفوظ مقام پر لشکر جمع کیا جائے اور اس کے گرد خندق کھودی جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہؓ نے اس رائے کو پسند کیا۔ اس کے بعد مدینہ منورہ کے دفاع کا جائزہ لیا گیا۔ تین اطراف تو محفوظ تھیں البتہ شامی رُخ کھلا ہوا تھا۔ چنانچہ حضورؐ نے تین ہزار صحابہؓ کے ساتھ اسی جانب خندق کھودنے کا ارادہ فرمایا۔

آنحضرت صلعم نے خود حدود قائم فرمائیں اور دس دس گز کی کھدائی دس دس آدمیوں کے سپرد کی۔ چنانچہ خندق کھودنے کا کام چند ہی دنوں میں چھ ہزار متبرک ہاتھوں سے پایہ تکمیل کو پہنچ گیا۔ خندق کی گہرائی پانچ گز تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسب سابق خندق کی کھدائی میں پورا پورا حصہ لیا۔ ان دنوں میں حضورؐ کے موئے مبارک مٹی سے اَٹ گئے اور آپؐ نے تین تین دن فاقے

سے گزارے۔ ایک دن خندق کھودتے اور پتھر توڑتے وقت اتفاقاً ایک سخت چٹان آ گئی۔ اس پر کوئی ضرب کارگر نہ ہو رہی تھی۔ آنحضرت صلعم تشریف لائے، دستِ مبارک سے پھاوڑا مارا، تو چٹان ایک تودۂ خاک ثابت ہوئی۔

اِن تمام اُمور سے فارغ ہو کر جب مسلمانوں کی عسکری قوت کا اندازہ لگایا گیا۔ تو صرف تین ہزار کی جمعیت نکلی۔ مزید برآں اس قلیل تعداد میں بھی ایسے منافق موجود تھے۔ جو کسی وقت بھی مسلمانوں کو دغا دے کر دشمن کے ہاتھ مضبوط کر سکتے تھے۔ اس کے علاوہ مدینہ کے اندر یہودیوں کا قبیلہ بنو قریظہ بھی موجود تھا جس نے اب تک اگرچہ مسلمانوں سے معاہدۂ امن نہیں توڑا تھا۔ تاہم ان کی یہودی فطرت جاسوسی کر کے اپنا کام کر رہی تھی، اور ایسے شواہد موجود تھے۔ کہ بنو قریظہ اندرونِ شہر گڑبڑ پھیلانے میں مشغول ہیں۔ ان حالات کے پیشِ نظر آنحضرت صلعم نے بنو قریظہ کو پیغام بھیجا کہ وہ اندرونِ شہر امن برقرار رکھیں اور کسی قسم کی شورش بپا نہ کریں۔ مگر وہ ایسے پُرآشوب حالات میں مسلمانوں کے خلاف اپنی بدفطرتی کے مظاہرے سے کیسے باز رہ سکتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے آنحضرت صلعم کے پیغامِ امن کے جواب میں کہلا بھیجا:۔

"ہم نہیں جانتے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کون ہیں اور معاہدہ کیا چیز ہے"

بہر کیف مدینہ کے اندرونی اور بیرونی حالات اتنے تشویشناک تھے۔ کہ مسلمانوں کی کچھ پیش نہ جا رہی تھی۔ مدینہ منورہ کے باہر کفار کا ایک لشکرِ جرار تھا، اور اندرونِ شہر منافقین کے علاوہ بنو قریظہ بھی ریشہ دوانیوں میں مشغول تھے۔ جبکہ اس کے مقابلہ پر لشکرِ اسلام کی تعداد بے حد قلیل تھی۔ ایسے سنگین حالات میں

مسلمانوں کی قلبی کیفیت کے متعلق قرآنِ حکیم کا ارشاد ہے :-

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَ مِنْ	جبکہ دشمن اُوپر کی طرف اور نشیب کی طرف سے
اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَ اِذْ زَاغَتِ	تم پر (چڑھ) آئے اور جب آنکھیں پھر گئیں اور
الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ	دل (مارے دہشت کے) گلوں تک پہنچ گئے، اور
الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ	تم خدا کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔
الظُّنُوْنَا ؕ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ	وہاں مومن آزمائے گئے۔ اور سخت طور پر
الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ؕ	ہلائے گئے۔ (الاحزاب۔ آیت ۱۰-۱۱)

الغرض خندق کھد جانے کے باعث کفّار مدینہ کے اندر تو داخل نہ ہو سکے۔ البتہ ایک ماہ تک شدید محاصرہ کیئے رکھا۔ خندق کی چوڑائی چونکہ زیادہ نہ تھی۔ اس لئے کفّار اکثر تیر اور پتھر برساتے رہتے لیکن مسلمانوں کے صبر و استقلال میں کوئی فرق نہ پڑا۔ ایک دن کفّار خندق کا ایک کم چوڑا حصّہ دیکھ کر پار ہو گئے، اور سلع اور خندق کے درمیان میدان میں پہنچ گئے۔ ان لوگوں میں عمرو بن عبدود بھی تھا۔ جو اگرچہ نوّے سال کا بوڑھا تھا۔ تاہم بہادری اور جنگی صلاحیت میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ عمرو نے خندق پار کر کے مسلمانوں کو دعوتِ مبارزت دی۔ حضرت علیؓ باہر نکلے۔ وہ حضرت علیؓ پر حملہ آور ہوا۔ شیرِ خدا نے اس کا وار ڈھال پر روکا۔ تاہم آپ کی پیشانی زخمی ہو گئی۔ اس کے جواب میں حضرت علیؓ نے وار کیا، اور عمرو کی لاش زمین پر تڑپنے لگی۔ پھر جو کافر بھی بڑھا۔ وہ یا تو قتل ہوا یا بھاگ گیا۔ حضرت علیؓ لڑائی میں نمایاں تھے۔ جب کفّار نے حیدرِ کرّار کے مقابلے پر اپنے تمام وار خالی دیکھے تو بھاگ گئے۔

اس روز آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اس قدر مصروف رہے۔ کہ آپؐ کی چار نمازیں قضا ہوگئیں۔ یہی حال تمام صحابہؓ کا تھا۔ آنحضرت صلعم کو نمازوں کے قضا ہو جانے کا اتنا افسوس ہُوا۔ کہ آپؐ نے زندگی میں پہلی بار کفّار کے حق میں بددُعا کی۔

محاصرہ کی طوالت مسلمانوں کے مصائب اور پریشانیوں میں روز بروز اضافہ کا باعث بنتی جا رہی تھی۔ اور کوئی صُورت اس سے نجات کی نظر نہیں آ رہی تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی اس پریشان حالی پر رحم فرمایا، اور ایسے ذرائع پیدا فرما دیئے۔ کہ مصائب کے بادل یک لخت چھٹ گئے اور حالات مسلمانوں کے حق میں ہوگئے۔

(اس غیبی امداد کی تفصیل یہ ہے۔ کہ بنی غطفان کے ایک شخص حضرت نعیمؓ بن مسعود آنحضرت صلعم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہؐ میں مسلمان ہوگیا ہُوں۔ مگر کفّار اب تک میری اس تبدیلی سے بیخبر ہیں۔ اگر حضورؐ ارشاد فرمائیں۔ تو کوئی تدبیر اختیار کروں۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اجازت فرما دی۔ چنانچہ حضرت نعیمؓ نے ایسی حکمتِ عملی سے کام لیا۔ کہ کفّار کے تمام قبائل ایک دُوسرے کو شک وشُبہ کی نگاہ سے دیکھنے لگے، غرض ان میں پھُوٹ پڑ گئی، اور ان کا اتحاد، اندرُونی خلفشار کا شکار ہوگیا۔ قُریش جو پہلے ہی ایک ماہ سے اپنے حلیف قبائل کے اخراجات برداشت کر رہے تھے،۔ اس صورت حال سے بددل ہوگئے۔ لطائف غیبی سے دُوسری امداد یہ ہوئی۔ کہ رات کو سخت طوفان آیا۔ جس سے لشکرِ کفّار کے خیمے ڈیرے اُکھڑ گئے۔ طنابیں ٹُوٹ گئیں، اور

ظروف منتشر ہو گئے۔ سردی کا موسم تھا، تیز و تند ہوا کی وجہ سے خنکی اس قدر بڑھی کہ برداشت سے باہر ہو گئی جس سے کفار حواس باختہ ہو گئے، اور نہایت ذلیل و خوار ہو کر انہی راستوں پر پلٹ گئے جن پر چل کر وہ مسلمانوں کے استیصال کے لئے نہایت جوش و خروش اور اعتماد و اتحاد کے ساتھ آئے تھے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

اللہ تعالیٰ نے سورۂ احزاب میں اس معرکہ کا حال اس طرح بیان فرمایا ہے:۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ اِذْ جَآءَتْکُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَ کَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا ۝	اے مسلمانو! اللہ کی وہ مہربانی یاد کرو جو تم پر اس وقت کی گئی۔ جب تم پر کئی لشکر چڑھ آئے تھے۔ ہم نے اُن کو بھگانے کے لئے آندھی بھیج دی اور ایسی فوجیں بھیج دیں۔ جو تمہیں نظر نہ آتی تھیں اور اس وقت تمہاری جدّوجہد اللہ دیکھ رہا تھا۔
(سورۃ الاحزاب۔ آیت ۹)	
وَ رَدَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِغَیْظِهِمْ لَمْ یَنَالُوْا خَیْرًا ؕ وَ کَفَی اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ ؕ وَ کَانَ اللّٰهُ قَوِیًّا عَزِیْزًا ۝	اللہ تعالیٰ نے کفار کو غصہ میں پیچ و تاب کھلا کر لوٹا دیا، ان کے دل کی دل میں رہ گئی۔ میدانِ قتال میں اللہ مسلمانوں کے آڑے آگیا اور اللہ قوت والا زبردست ہے:۔
(سورۃ الاحزاب۔ آیت ۲۵)	

اس غزوہ میں جو چھ مسلمان شہید ہوئے۔ ان کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں:۔

● حضرت سعدؓ بن معاذ بن نعمان بن امراء القیس بن زید

آپ قبائل اوس کے شریف ترین قبیلہ اشہل سے تھے۔ سیادتِ عامہ آپ

کے قبیلہ میں وراثتاً چلی آتی تھی۔ چنانچہ حضرت سعدؓ کے تمام مُورث اپنے اپنے زمانہ میں تاجِ سیادت زیبِ سر کیئے تھے۔ حضرت سعدؓ کی کُنیت ابُوعمرو اور لقب سیدالاوس تھا۔ آپ کی والدہ کا نام حضرت کبشہؓ بنت رافع تھا۔ جو حضرت ابوسعیدؓ خدری کی چچازاد بہن تھیں۔ آپ کے والد معاذ نے ایّامِ جاہلیّت میں وفات پائی۔ والدہ حضرت کبشہؓ زندہ تھیں، ہجرت سے پیشتر ایمان لائیں اور حضرت سعدؓ کی شہادت کے بعد بہت دنوں تک زندہ رہیں۔

خُورشیدِ اسلام کا پرتَو اگرچہ یثرب کی زمین پر عقبہ اُولیٰ میں پڑ چکا تھا۔ تاہم حقیقی ضیا گُستری حضرت مصعبؓ بن عمیر کی تبلیغی کوششوں سے وابستہ تھی۔ چنانچہ جب وہ مبلّغِ اسلام بن کر مدینہ پہنچے، تو جو کان صدائے اسلام سے ناآشنا تھے۔ ان کو بھی چار و ناچار اس کے سُننے کے لئے تیار رہونا پڑا۔

حضرت سعدؓ بن معاذ چونکہ ابھی دائرہ اسلام ہیں داخل نہ ہُوئے تھے۔ اس لیئے آپ کو حضرت مصعبؓ بن عمیر کی کامیابی پر سخت حیرت اور قوم کی بیوقوفی پر حد درجہ حُزن و ملال تھا۔ لیکن تا بہ کے؟ آخر ایک دن ان پر بھی حضرت مصعبؓ بن عمیر کا اثر پڑ گیا۔ حضرت اسعدؓ بن زرارہ نے، جن کے مکان میں حضرت مصعبؓ فروکش تھے، اِن سے کہا تھا، کہ جب سعدؓ بن معاذ مسلمان ہوجائیں گے، تو دو آدمی بھی کافر نہ رہ سکیں گے۔ اس لیئے آپ کو ان کے مسلمان کرنے کی فکر کرنی چاہیئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضلِ عظیم تھا۔ کہ انہی دنوں حضرت سعدؓ بن معاذ کا دل اسلام کی طرف مائل ہوگیا۔ اور آپ نے دل و جان سے اسلام کی حقّانیت قبول کرلی۔

اِن کے اسلام لانے کے متعلق مورخین نے لکھا ہے، کہ آپ چونکہ حضرت مصعبؓ بن عمیر کی تبلیغی مساعی کے خلاف تھے۔ اس لئے ایک دن آپ حضرت مصعبؓ کے پاس شمشیر برہنہ تشریف لائے اور تبلیغ اسلام سے انہیں روکنا چاہا۔ حضرت مصعبؓ نے جب حضرت سعدؓ کے تیور دیکھے تو کہا، کہ مَیں ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ آپ بیٹھ کر سُن لیجئے۔ ماننے نہ ماننے کا آپ کو اختیار ہے۔ حضرت سعدؓ اگرچہ سخت غصّہ میں تھے، تاہم حضرت مصعبؓ کی اس درخواست کو نہ ٹال سکے۔ چنانچہ خاموش ہو کر حضرت مصعبؓ کے پاس بیٹھ گئے۔ حضرت مصعبؓ نے اسلام کی حقیقت نہایت مؤثر انداز میں ان کے سامنے بیان کی، اور قرآنِ حکیم کی چند آیات تلاوت کیں۔ یہ بیان سُن کر حضرت سعدؓ اس درجہ متأثر ہوئے، کہ اُسی وقت کلمۂ شہادت پڑھ کر حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔

قبولِ اسلام کے بعد جب آپ گھر واپس آئے، تو جوشِ ایمانی کا یہ عالم تھا کہ آپ نے اُسی وقت اپنی قوم کو اکٹھا کیا، اور کہا، کہ مَیں تم لوگوں سے اُس وقت تک کلام نہیں کروں گا۔ جب تک کہ تم مسلمان نہ ہو جاؤ گے۔ قوم میں چونکہ حضرت سعدؓ کو حد درجہ عزّت و تکریم حاصل تھی۔ اس لئے آپ کے اِن الفاظ کا یہ اثر ہُوا، کہ غروبِ آفتاب سے قبل تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا، اور مدینہ کے در و دیوار نعرہ ہائے تکبیر سے گونج اُٹھے۔ بلا شُبہ اشاعتِ اسلام میں حضرت سعدؓ کا یہ عظیم کارنامہ ہے، اور صحابہؓ میں سے کوئی بھی اس فخر میں ان کا حریف نہیں۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اسی بناء پر فرمایا کرتے تھے:۔

"انصار کے بہترین گھرانے بنو نجّار کے ہیں اور ان کے بعد عبد الاشہل کا درجہ ہے۔"

حضرت سعدؓ قبولِ اسلام کے کچھ دنوں بعد، بغرضِ عمرہ مکہ روانہ ہوئے۔ یہاں پہنچ کر اپنے دوست اور مکہ کے مشہور رئیس اُمیہ بن خلف کے ہاں قیام کیا، اور اُس سے کہا کہ جس وقت حرم خالی ہو، مجھے خبر کرنا۔ چنانچہ دوپہر کے وقت اُمیہ کے ساتھ طواف کے لیئے نکلے۔ راستے میں ابوجہل سے ملاقات ہوئی۔ اُس نے ابنِ خلف سے پوچھا یہ کون ہیں؟ اُمیہ بن خلف نے جواب دیا "سعدؓ"۔ ابوجہل نے کہا "تعجب ہے، کہ تم صابیوں (یعنی بے دینوں) کو پناہ دے کر اور اُن کے انصار بن کر مکہ میں نہایت اطمینان سے پھر رہے ہو۔ اگر تم ان کے ساتھ نہ ہوتے تو تمہارا گھر پہنچنا دشوار ہو جاتا۔" حضرت سعدؓ نے غضب آلود لہجے میں جواب دیا۔ "تم مجھے روکو پھر دیکھنا کیا ہوتا ہے؟ میں تمہارا مدینہ کا راستہ روک دوں گا۔" اُمیہ نے کہا "سعدؓ، ابوالحکم (ابوجہل) مکہ کا سردار ہے۔ ان کے سامنے آواز پست کرو۔" حضرت سعدؓ نے فرمایا "چلو ہٹو، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے، کہ مسلمان تم کو قتل کریں گے۔" بولا "کیا مکہ میں ماریں گے؟" جواب دیا "اس کی خبر نہیں۔"

اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا وقت بدر تھا، کفارِ قریش نے مدینہ پر حملہ کرنے اور مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیئے نہایت اہتمام اور کرّوفر سے تیاریاں کی تھیں، آنحضرت صلعم کو جب خبر ہوئی۔ تو آپ نے صحابہؓ کرام سے مشورہ فرمایا، حضرت سعدؓ اُٹھے، اور دربارِ رسالت ؐ میں عرض کی:۔

"یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ہم آپ پر ایمان لائے، رسالت ؐ کی تصدیق کی، اس بات کا اقرار کیا۔ کہ جو کچھ آپ ؐ لائے ہیں،

حق اور درست ہے۔ سمع اور طاعت سے آپؐ سے بیعت کی، پس جو ارادہ ہو کیجئے۔ اِس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو نبیؐ بنا کر بھیجا، اگر آپؐ سمندر میں کودنے کو کہیں، تو ہم حاضر ہیں، ہمارا ایک آدمی بھی گھر میں نہ بیٹھے گا، ہم کو لڑائی سے بالکل خوف نہیں، اور انشاء اللہ میدان میں ہم صادق القول ثابت ہوں گے۔ خدا ہماری طرف سے آپؐ کی آنکھیں ٹھنڈی کرے۔"

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم، حضرت سعدؓ کی اس تقریر سے خوش ہوئے، اور جب فوجوں کی ترتیب کا وقت آیا، تو قبیلہ اوس کا جھنڈا حضورؐ نے ان کے حوالے کیا۔

اسی طرح یومِ اُحد سے ایک روز پیشتر جب کفّار کے مقابلہ کے لئے مسلمان آپس میں یہ مشورے کر رہے تھے۔ کہ باہر نکل کر مشرکینِ مکّہ کا مقابلہ کرنا چاہیئے یا مدینہ کے اندر رہ کر۔ آنحضرت صلعم کی رائے اقدس مدینہ کے اندر رہ کر مقابلہ کرنے کے متعلق تھی۔ لیکن آنحضرت صلعم پرجوش صحابہؓ کے اس اصرار پر، کہ مقابلہ کھلے میدان میں کرنا چاہیئے، بادلِ نخواستہ آٹھے، اور زرہ پہننے کے لئے مکان کے اندر تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت سعدؓ ہی تھے جنہوں نے لوگوں سے کہا، کہ مناسب یہ ہے، کہ اپنی رائے واپس لے لو، اور معاملہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر چھوڑ دو۔ بہرحال جب آنحضرت صلعم تلوار، ڈھال اور زرہ لگا کر مکان سے باہر تشریف لائے، تو لوگوں کو ندامت ہوئی، عرض کیا "ہم کو حضورؐ کی (رائے کی) مخالفت منظور نہیں، جو حکم ہو ہم بجا لانے پر آمادہ ہیں۔ مگر آنحضرت صلعم نے

فرمایا "جب نبی ہتھیار باندھ لیتا ہے۔ تو جنگ کا فیصلہ کر کے اتارتا ہے"۔ غرض جب کوہ اُحد کے دامن میں لڑائی شروع ہوئی، تو پہلے اسلامی لشکر فتحیاب ہوا۔ لیکن پھر تاب مقاومت نہ لا کر پیچھے ہٹا، اُس وقت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سب سے زیادہ ثابت قدم تھے، اور آپ کے ساتھ جو اصحابؓ دادِ شجاعت دے رہے تھے، اُن میں حضرت سعدؓ بن معاذ بھی تھے۔

غزوہ خندق میں جب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے انصار سے مدینہ کے ایک تہائی پھل عیینہ بن حصن بن سید کو دینے کے لئے مشورہ فرمایا تھا۔ تو اس مشورہ میں حضرت سعدؓ بن عبادہ کے ساتھ حضرت سعدؓ بن معاذ بھی شریک تھے۔ لڑائی کا وقت آیا، تو حضرت سعدؓ بن معاذ زرہ پہنے اور حربہ ہاتھ میں لئے جب میدان میں پہنچے، تو حبان بن عبد مناف نے ان کے ہاتھ پر تیر مارا جس سے ہفت اندام کٹ گئی۔ حبان نے اپنی اس کارکردگی پر خوش ہو کر نہایت جوش میں کہا "لو، مَیں عرقہ کا بیٹا ہوں"۔ آنحضرت صلعم نے سُنا تو فرمایا:

"خدا اس کا چہرہ دوزخ میں عرق آلود کرے"۔

اس کے بعد حضور سرورِ دو عالم صلعم نے مسجدِ نبویؐ میں خیمہ لگانے کا حکم دیا۔ اور رفیدہ اسلمیہ کو حضرت سعدؓ بن معاذ کی خدمت پر مامور کیا۔ حضرت سعدؓ اس خیمہ میں رہتے تھے، اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم روزانہ ان کی عیادت کو تشریف لاتے تھے۔

چونکہ حضرت سعدؓ اس مہلک زخم کی وجہ سے زندگی سے مایوس ہو چکے تھے، اس لئے بارگاہِ رب العزّت میں دعا کی:۔

"اَے اللہ! قریش کی لڑائیاں باقی ہوں، تو مجھے زندہ رکھ، ان سے مجھے لڑنے کی بڑی تمنّا ہے۔ کیونکہ اُنہوں نے تیرے رسولؐ کو اذیّت دی، تکذیب کی اور مکّہ سے نکال دیا، اور اگر لڑائی بند ہونے کا وقت آگیا ہے، تو اس زخم سے مجھے شہادت دے اور بنو قریظہ سے معاملہ میں میری آنکھیں ٹھنڈی کر۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت بے پایاں سے اس دُعا کا دُوسرا حصّہ قبول فرمایا۔ چنانچہ جب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بنو قریظہ کو جلاوطن کرنا چاہا۔ تو چونکہ وہ قبیلہ اوس کے حلیف تھے۔ اس لئے انہوں نے دربار رسالتمآبؐ میں عرض کی۔ کہ ہم سعدؓ کا حکم مانیں گے۔ آنحضرت صلعم نے حضرت سعدؓ کو بنو قریظہ کی اس درخواست کی اطلاع بخشی۔ حضرت سعدؓ گدھے پر سوار ہو کر آئے۔ مسجد کے قریب پہنچے، تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے انصار سے فرمایا۔ "اپنے سردار کی تعظیم کے لئے اُٹھو۔" پھر حضرت سعدؓ سے فرمایا۔ کہ "یہ لوگ (بنو قریظہ) تمہارے فیصلہ کے منتظر ہیں۔" حضرت سعدؓ نے عرض کی:۔

"تو مَیں فیصلہ دیتا ہُوں، کہ جو لوگ لڑنے والے ہیں، قتل کئے جائیں، عورتیں اور بچّے غلام بنالئے جائیں، اور مال تقسیم کر دیا جائے۔"

آنحضرت صلعم نے بنو قریظہ کے معاملہ میں حضرت سعدؓ کا یہ فیصلہ سُن کر فرمایا۔

"تم نے آسمانی حکم کی پیروی کی۔" چنانچہ اس کے مطابق ہی عمل کیا گیا۔

اس واقعہ کے بعد کچھ دنوں تک حضرت سعدؓ زندہ رہے۔ آنحضرت صلعم نے خُود اِن کے زخم کو داغا جس سے خُون رُک گیا۔ لیکن اس کے باعث ہاتھ پھُول

گیا۔ ایک دن زخم پھٹا اور اس زور سے خون جاری ہوا۔ کہ مسجد سے گزر کر بنی غفار کے خیمہ تک پہنچ گیا۔ لوگوں کو بڑی تشویش ہوئی۔ پوچھا کیا معاملہ ہے۔ جواب ملا، کہ سعدؓ کا زخم پھٹ گیا ہے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اطلاع ہوئی۔ تو آپ گھبرا کر اُٹھے، اور کپڑا گھسیٹتے ہوئے مسجد میں تشریف لائے۔ دیکھا تو حضرت سعدؓ کا انتقال ہو چکا تھا۔ آنحضرت صلعم حضرت سعدؓ کی نعش کو اپنی آغوشِ اقدس میں لے کر بیٹھ گئے۔ لوگ آ آ کر جمع ہو رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ آئے، تو نعش کو دیکھ کر چیخ ماری، کہ ہائے ان کی کمر ٹوٹ گئی۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے سُنا تو فرمایا "ایسا نہ کہو" حضرت عمرؓ نے رو کر کہا:۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

جنازہ روانہ ہوا، تو خود آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ساتھ ساتھ تھے۔ آپؐ نے فرمایا "حضرت سعدؓ کے جنازہ میں ستر ہزار فرشتے شریک ہیں" مزید ارشاد فرمایا "ان کی موت سے عرشِ مجید جنبش میں آگیا ہے"

حضرت سعدؓ کو دفن کر کے جب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم واپس ہوئے، تو حضورؐ نہایت مغموم تھے اور ریش مبارک پر مسلسل آنسو گر رہے تھے۔

حضرت سعدؓ کی وفات تاریخِ اسلام کا غیر معمولی واقعہ تھا۔ انھوں نے اسلام کی جو خدمات انجام دی تھیں اور جو مذہبی جوش و خروش ان میں موجود تھا۔ اس کی وجہ سے حضرت سعدؓ انصار میں صدیق اکبرؓ سمجھے جاتے تھے، حضرت عائشہ صدیقہؓ کے معاملہ میں جب رسولِ خدا صلعم نے فرمایا "اس دشمنِ خدا (ابنِ اُبی) نے مجھے سخت تکلیف دی ہے، تم میں کوئی اس کا تدارک کر سکتا ہے؟"

تو یہ حضرت سعدؓ ہی تھے جنہوں نے سب سے پہلے اُٹھ کر عرض کیا تھا "قبیلہ اوس کا آدمی ہو تو مجھ کو بتلائیے، مَیں ابھی گردن مارنے کا حکم دیتا ہُوں"۔ اس وقت اسی محبِ صادق اور عاشقِ اسلام نے وفات پائی تھی۔ اس واسطے مسلمان جس قدر غم کرتے بجا تھا۔

اخلاقی حیثیت سے حضرت سعدؓ بڑے درجہ کے انسان تھے، حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

"رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد سب سے بڑھ کر عبدالاشہل کے تین آدمی تھے۔ سعدؓ بن معاذ۔ اُسیدؓ بن حضیر اور عبادہؓ بن بشرؓ"

حضرت سعدؓ خود فرمایا کرتے، کہ یُوں تو مَیں ایک معمُولی آدمی ہُوں، لیکن تین چیزوں میں جس رُتبہ تک پہنچنا چاہیئے، پہنچ چکا ہُوں۔ پہلی بات یہ ہے، کہ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے جو حدیث سُنتا ہُوں۔ اس کو منجانبِ اللہ ہونے کا یقین رکھتا ہُوں۔ دُوسرے نماز میں کسی طرف خیال نہیں کرتا، اور تیسرے جنازہ کے ساتھ رہتا ہُوں، تو مُنکر نکیر کے سوال کی فکر دامن گیر رہتی ہے۔ حضرت سعیدؓ بن مسیّب کہتے ہیں۔ کہ یہ خصلتیں پیغمبروں میں ہوتی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو حضرت سعدؓ کے اعمال پر جو اعتماد تھا، وُہ اس حدیث سے معلوم ہوسکتا ہے۔ جس میں مُردہ کو قبر میں دبانے کا ذکر ہے اس کا ایک فقرہ یہ بھی ہے۔ کہ اگر قبر کی تنگی سے کوئی نجات پا سکتا، تو سعدؓ بن معاذ نجات پاتے۔

ایک مرتبہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس حریر کا جُبّہ بھیجا۔

صحابہ کرام رضؓ اس کو چھوتے تو اس کی نرمی پر تعجب کرتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تم کو اس کی نرمی پر تعجب ہے۔ حالانکہ جنت میں سعدؓ بن معاذ کے رومال اس سے بھی زیادہ نرم ہیں۔

حضرت سعدؓ کے دو بیٹے تھے۔ حضرت عمروؓ اور حضرت عبداللہؓ، دونوں صحابی تھے اور بیعتِ رضوان میں شریک تھے۔ آپ کے حلیہ کے متعلق اہلِ سیر نے لکھا ہے۔ کہ آپ کا قد دراز اور جسم دوہرا تھا۔

● حضرت عبداللہؓ بن سہل الانصاری

مورخین نے حضرت عبداللہؓ کو اصحابِ بدر میں شمار کیا، اور بنو عبدالاشہل کا حلیف بتایا ہے۔ ابنِ ہشام نے آپ کو بنو زعورا کا بھائی بتلایا ہے۔ آپ غزوہ خندق میں شہید ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● حضرت انسؓ بن اوس بن عتیک بن عمرو

آپ کا تعلق انصار کے قبیلہ عبدالاشہل سے تھا۔ غزوہ خندق میں شریک ہوئے اور ایک تیر لگنے سے شہید ہو گئے۔ آپ کے بھائی حضرت ایاسؓ بن اوس نے غزوہ احد میں شہادت پائی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● حضرت ثعلبہؓ بن عنمہ بن عدی بن سنان

آپ کی والدہ جہیدہ بنتِ القین بن کعب، بنی سلمہ میں سے تھیں۔ آپ ستر یا بہتر انصار کے ساتھ عقبہ میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے۔ قبولِ اسلام کے بعد آپ نے بنی سلمہ کے بت توڑنے میں حضرت معاذؓ بن جبل اور حضرت عبداللہؓ بن انیس کا ساتھ دیا۔

غزوہ بدر و اُحد میں شریک تھے۔ غزوہ خندق میں ہبیرہ ابنِ ابی وہب المخزومی کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● حضرت طفیل رضؓ بن مالک بن خنساء بن سنان

آپ کی والدہ کا نام خنساء بنتِ رئاب بن نعمان تھا، جو حضرت جابر بن عبداللہ بن رئاب کی پھوپھی تھیں۔ حضرت طفیل رضؓ بیعت عقبہ میں شریک ہوئے اور دولتِ ایمان سے بہرہ یاب ہوئے۔

آپ نے غزوہ بدر و اُحد میں شرکت کی۔ غزوہ بدر میں آپ کو تیرہ[۱۳] زخم آئے۔ جن سے شفایاب ہو کر غزوہ خندق میں شریک ہوئے اور مرتبۂ شہادت حاصل کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

حضرت طفیل رضؓ کی بیوی کا نام اسماء بنتِ قرط تھا جس کے بطن سے الرّبیع نام کی ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ جو جوان ہو کر ابو یحییٰ عبداللہ بن عبد مناف کے نکاح میں آئیں۔

● حضرت کعب رضؓ بن زید بن قیس بن مالک۔

آپ کی والدہ کا نام لیلیٰ بنتِ عبداللہ بن ثعلبہ تھا۔

حضرت کعب رضؓ نے پہلے غزوہ بدر و اُحد میں شرکت کی، پھر ستر[۷۰] قراء کی جماعت کے ساتھ نجد روانہ ہوئے۔ آپ واقعہ بیر معونہ کے واحد زخمی تھے۔ جنہیں کفار مُردہ سمجھ کر چھوڑ گئے تھے، بعد میں آپ کو ہوش آگیا، اور مدینہ چلے آئے۔ ازاں بعد حادثہ بیر معونہ کے زخموں سے شفایاب ہو کر غزوہ خندق میں شرکت کی اور ضرار بن الخطاب الفہری کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

غزوہ بنو قریظہ

غزوہ خندق کے دوران جو طرزِ عمل بنو قریظہ نے اختیار کیا تھا۔ وہ نہ صرف حد درجہ افسوسناک تھا۔ بلکہ مسلمانوں کے خلاف اعلانِ جنگ کے مترادف بھی تھا۔ پس بنو قریظہ کی اس منافقانہ اور معاندانہ روش کے پیشِ نظر ان کو تنبیہ کرنا ضروری ہو گیا تھا۔ کیونکہ مدینہ میں ان کا وجود اب مسلمانوں کے لئے ایک مستقل خطرہ سے کسی طرح کم نہیں تھا۔ چنانچہ غزوہ خندق سے واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنو قریظہ کے خلاف جہاد کی وحی ہوئی۔ آنحضرت صلعم نے حکمِ الٰہی کی تعمیل میں مؤذن کو حکم دیا، کہ وہ مسلمانوں میں منادی کر دے، کہ

"جو شخص ہمارا وفادار ہے، اُس کے لئے حکم دیا جاتا ہے۔ کہ عصر کی نماز محلہ بنو قریظہ میں ادا کرے۔"

اور اس منادی کے ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کو ایک مختصر دستہ کے ساتھ بنو قریظہ کے محلہ میں روانہ فرما دیا۔

مسلمان باوجودیکہ مدینہ پر طویل محاصرہ کی وجہ سے تھکے ہوئے تھے۔ مگر بنو قریظہ کے معاملہ میں انہیں اپنی کامیابی کا اس درجہ یقین تھا، کہ انہوں نے بنو قریظہ کی طرف پیشقدمی میں بڑی فرحت محسوس کی۔ حضرت علیؓ جب اپنے مختصر سے دستہ کے ساتھ وہاں پہنچے، تو یہودیوں کو حسبِ معمول مسلمانوں کے خلاف زہر اُگلتے ہوئے پایا۔ اگرچہ وہ مشرکینِ مکہ کی ذلت آمیز واپسی کے باعث مایوسیوں میں گھرے ہوئے تھے، تاہم وہ اپنی بدزبانی اور بدفطرتی سے باز نہ آئے تھے۔ اسی دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی مدینہ پر حضرت ابن اُمِ مکتومؓ

کو حاکم مقرر فرما کر بنو قریظہ میں پہنچ گئے۔ آنحضرت صلعم کے پہنچنے پر حضرت علیؓ نے حضورؐ کو بنو قریظہ کی بدزبانیوں سے آگاہ کیا۔ آنحضرت صلعم نے یہودیوں کے قریب پہنچ کر باآواز بلند فرمایا:۔

"اے بندروں کی برادری، کیا خدا نے تمہیں ذلیل نہیں کیا تھا اور تم پر اپنا غضب نہیں بھیجا تھا"

اہلِ یہود نے جواب دیا:۔

"اے ابو القاسمؐ، آپ ہماری تاریخ سے بے خبر نہیں ہیں"

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو بنو قریظہ کے محاصرہ کا حکم دیا۔ جو مسلسل پچیس روز تک جاری رہا۔ اس دوران میں دو ایک مرتبہ بنو قریظہ کی طرف سے مسلمانوں پر پتھر برسائے گئے۔ جس کا جواب مسلمانوں نے ان پر تیر برسا کر دیا۔ بہرکیف بنو قریظہ کو باہر نکل کر لڑنے کی جرأت نہ ہوئی۔ حتیٰ کہ بتائیدِ ایزدی محاصرہ کی شدت سے دہشت زدہ ہو گئے۔

محاصرہ کے دوران جب بنو قریظہ کو یہ یقین ہو گیا۔ کہ رسولِ خدا صلعم ان سے جنگ کئے بغیر واپس نہ ہوں گے۔ تو بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد نے اپنی قوم کو جمع کیا اور خطاب کرتے ہوئے تین باتیں پیش کیں۔ پہلی بات یہ تھی۔ کہ مسلمان ہو جاؤ۔ اہلِ یہود نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا، اور صاف کہہ دیا، کہ ہم اپنا آبائی دین چھوڑنے کو تیار نہیں۔ کعب نے دوسری بات یہ کہی۔ کہ اگر تم ترکِ مذہب سے انکار کرتے ہو، تو پھر آؤ پہلے چل کر اپنے بچوں اور عورتوں کو اپنے ہاتھوں قتل کریں، اور ہر ذمہ داری سے آزاد ہو کر شمشیر برہنہ باہر نکل کر مسلمانوں سے قتال کریں۔ اس کے جواب میں یہودیوں نے کہا، کہ ہم خواہ مخواہ اپنے بیوی بچوں کو کیوں

ہلاک کریں۔ پھر کعب نے کہا، کہ اگر تمہیں یہ بھی منظور نہیں، تو آج ہفتہ کی رات ہے اور ممکن ہے کہ محمدؐ (صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) اور اُن کے ساتھی ہفتہ کی وجہ سے ہماری طرف سے مطمئن ہوں۔ پس مسلمانوں کی اس بےخبری سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اِن پر شبخون مارو۔ مگر یہودیوں نے یہ بات بھی ماننے سے انکار کر دیا۔

بہرحال جب یہودیوں کو اپنے بچاؤ کی کوئی اُمید نہ رہی تو اُنہوں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے درخواست کی، کہ مشورہ کے لئے حضرت ابولبابہؓ کو اہلِ یہود کے پاس جانے کی اجازت بخشیں۔ حضرت ابولبابہؓ کے یہودیوں سے حلیفانہ تعلّقات تھے، اور وہ حضرت ابولبابہؓ کا بیحد احترام کرتے تھے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہودیوں کی اس درخواست کو قبول فرماتے ہوئے حضرت ابولبابہؓ کو بنو قریظہ کے پاس جانے کا حکم دیا۔ حضرت ابولبابہؓ جب رسول خداؐ صلعم کے حکم سے بنو قریظہ میں پہنچے، تو یہودی ان کے گرد جمع ہو کر زار و قطار رونے لگے۔ عورتوں اور بچّوں کی آہ و زاری دیکھ کر حضرت ابولبابہؓ کا دل بھر آیا۔ یہودیوں نے اِن سے پُوچھا "کیا آپ متفق ہیں کہ ہم خود کو محمدؐ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حوالے کر دیں؟" حضرت ابولبابہؓ نے جواب دیا "مَیں اس سے متفق ہوں"۔ مگر ساتھ ہی اپنے حلق کی طرف اشارہ کر کے اُنہیں یہ سمجھانے کی کوشش کی، کہ قلعہ سے اُترنا بس ذبح ہونا ہے۔ حضرت ابولبابہؓ سمجھانے کو تو یہ سمجھا گئے، مگر فوراً اُنہیں اس بات کا احساس ہو گیا، کہ اُنہوں نے خدا اور اُس کے رسولؐ کے معاملہ میں خیانت کی ہے۔ چنانچہ وہ بنو قریظہ سے نکل کر سیدھے مسجد پہنچے اور اپنے آپ کو ایک ستُون کے ساتھ باندھ دیا۔ یہانتک کہ چھ روز کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُنہیں معاف فرمایا اور

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اُنہیں اپنے دستِ مبارک سے کھولا۔

الغرض بنو قریظہ محاصرہ کی شدّت سے تنگ آکر اس بات پر آمادہ ہو گئے۔ کہ رسولِ خدا صلعم جو حکم بھی دیں، بلا شرط منظور کر لیا جائے۔ اس پر بنی اوس، جو بنو قریظہ سے حلیفانہ تعلّقات رکھتے تھے، آنحضرت صلعم سے مستدعی ہوئے۔ کہ جس طرح حضورؐ نے بنی خزرج کی درخواست پر بنی نضیر سے معاملہ فرمایا تھا، اسی طرح ہماری درخواست پر بنو قریظہ سے معاملہ فرمائیں۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ کہ تم اس پر راضی ہو، کہ تمہارا فیصلہ ایسا شخص کرے، جو تم میں سے ہو۔ اس ارشادِ نبوّتؐ پر بنی اوس راضی ہو گئے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے یہ فیصلہ حضرت سعدؓ بن معاذ کے سپرد فرما دیا۔

حضرت سعدؓ، جو اِن دنوں زخمی حالت میں ایک خیمہ میں فروکش تھے، آنحضرت صلعم کے حکم سے بنو قریظہ میں تشریف لائے، اور ایسا فیصلہ صادر فرمایا، جو منشائے الٰہی کے عین مطابق تھا۔ (اس فیصلہ کی تفصیل شہدائے خندق کے زیرِ عنوان حضرت سعدؓ بن معاذ کے ذکر میں گزر چکی ہے)

بنو قریظہ کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائی:۔

وَاَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاھَرُوْھُمْ	اور جن اہلِ کتاب نے اُن کی مدد کی تھی اللہ تعالےٰ
مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ مِنْ صَیَاصِیْھِمْ	نے ان کو ان کے قلعوں سے نیچے اُتار دیا اور ان
وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الرُّعْبَ	کے دلوں میں تمہارا رُعب ڈال دیا، ایک
فَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ	گروہ کو تو تم قتل کرتے تھے اور ایک گروہ کو
فَرِیْقًا ؕ	قید کرتے تھے۔

وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ	اور اللہ نے تم کو وارث بنایا ان کی زمین کا
وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ	اور ان کے گھروں کا اور ان کے مالوں کا
تَطَؤُوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى	اور اس زمین کا جس پر تم نے ابھی تک
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ۧ	قدم نہیں رکھا اور اللہ ہر چیز پر
(سورۃ الاحزاب - آیات ۲۶-۲۷)	قادر ہے۔

غزوہ بنو قریظہ میں دو[۲] مسلمان شہید ہوئے۔ جن کے اسمائے مبارکہ درج ذیل ہیں:

● ——— حضرت خلادؓ بن سوید بن ثعلبہ بن عمرو

آپ کی والدہ کا نام عمرہ بنتِ سعد بن قیس بن عمرو اور نسبی تعلق انصار کے قبیلہ خزرج سے تھا۔ آپ عقبہ ثانیہ سے قبل اسلام لائے، اور بیعت میں شرکت کی۔

حضرت خلادؓ غزوہ بدر اور غزوہ اُحد میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہمرکاب تھے۔ بنو قریظہ کی جنگ میں غزوہ کی نیت سے نکلے۔ ایک قلعے کے نیچے دیوار کے ساتھ کھڑے تھے، کہ حکم القرضی یہودی کی بیوی بنانہ نے دیکھ لیا، اور قلعہ کی دیوار کے اُوپر سے ایک بھاری پتھر گرا کر آپ کو شہید کر دیا! آنحضرت صلعم کو جب حضرت خلادؓ کی شہادت کی خبر ملی۔ تو حضورؐ نے فرمایا: "ان کو دو[۲] شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ کیونکہ انہیں اہلِ کتاب نے شہید کیا ہے"۔ لڑائی ختم ہونے کے بعد جب بنو قریظہ اسیر ہو کر سامنے آئے، تو آنحضرت صلعم نے بنانہ کو ڈھونڈھ کر قتل کرا دیا۔ بنو قریظہ کی عورتوں میں سے صرف اسی کو حضرت خلادؓ کے قصاص میں قتل کیا گیا تھا۔

حضرت خلادؓ کی شہادت کی خبر سن کر ان کی والدہ منہ پر نقاب ڈالے ہوئے آئیں کسی نے کہا کہ خلادؓ شہید ہو گئے، اور تم نقاب ڈالے ہوئے ہو۔ یہ سن کر اس پارسا عورت نے کہا "اگر مجھ سے خلادؓ کم کر دیئے گئے، تو میں اپنی حیا کو کم نہ کروں گی۔"

حضرت خلادؓ نے دو لڑکے یادگار چھوڑے، یعنی حضرت ابراہیمؓ اور حضرت صائبؓ۔ یہ دونوں صحابیؓ تھے۔ حضرت سائبؓ بن خلادؓ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں یمن کے عامل تھے۔ حضرت ابراہیمؓ بن خلادؓ کا نام بعض مؤرخین نے حکم بن خلادؓ لکھا ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت ابوسنانؓ بن محصن بن حرثان بن قیس

آپ کا اصل نام وہب اور کنیت ابوسنانؓ تھی۔ تاریخ میں آپ اپنی کنیت سے مشہور ہیں۔ آپ مشہور صحابیؓ حضرت عکاشہؓ بن محصن کے بھائی اور قبیلہ عبدشمس کے حلیف تھے۔

حضرت ابوسنانؓ کے قبولِ اسلام کا زمانہ متعین نہیں۔ البتہ اتنا مسلّم ہے۔ کہ ہجرت کی اجازت سے قبل اسلام لا چکے تھے اور غزوہ بدر سے پہلے مدینہ پہنچ چکے تھے۔

اِن کے مدینہ آنے کے بعد ہی بدر کا معرکہ پیش آیا چنانچہ اس میں شریک ہوئے۔ پھر غزوہ اُحد و خندق میں اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔

ذُوالحجہ ۵ھ میں بنو قریظہ کی مہم پر نکلے، اور محاصرہ کے دوران انتقال کر گئے۔ چنانچہ آپ کو بنو قریظہ کے قبرستان میں ہی دفن کر دیا گیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

بعض مؤرخین کے نزدیک حضرت ابوسنانؓ صلح حدیبیہ میں موجود تھے، اور بیعتِ رضوان میں سب سے پہلے انہوں نے ہی بیعت کی تھی۔ مگر صحیح یہ ہے۔ کہ بیعت کرنے والوں میں آپ نہیں، بلکہ آپ کے لڑکے سنانؓ بن ابوسنانؓ تھے۔ واللہ اعلم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ہفتم

اسلام کی حقانیت اور ہمہ گیری

کے مقابلہ پر

دشمنانِ اسلام کی مسلسل شکست و ہزیمت

غزوہ غابہ، سریہ ذی القصہ، سریہ وادی القریٰ، سریہ کرز بن جابر الفہری، غزوہ خیبر، غزوہ وادی القریٰ و تیما، سریہ تربہ، سریہ اخرم بن ابی العوجا اور سریہ ذاتِ اطلح،

کے مختصر حالات

اور

ذکرِ شہدائے عظام

نام سریہ، غزوہ	تاریخ وقوع	تعداد شہداء
غزوہ غابہ	ربیع الآخر ۶ھ مطابق اگست، ستمبر ۶۲۷ء	۳ تین مسلمان
سریہ ذی القصہ	" "	9 نو مسلمان
سریہ وادی القریٰ	رجب ۶ھ مطابق نومبر، دسمبر ۶۲۷ء	9 نو مسلمان
سریہ کرز بن جابر الفہری	شوال ۶ھ مطابق فروری، مارچ ۶۲۸ء	۱ ایک مسلمان
غزوہ خیبر	محرم ۷ھ مطابق مئی، جون ۶۲۸ء	۲۰ بیس مسلمان۔ 19 انیس غزوہ میں شہید ہوئے۔ اور ۱ ایک زہریلا گوشت کھانے سے
غزوہ وادی القریٰ و تیما	" "	۱ ایک مسلمان
سریہ خربہ	رمضان المبارک ۷ھ مطابق جنوری ۶۲۹ء	۱ ایک مسلمان
سریہ اخرم بن ابی العوجا	ذوالحجہ ۷ھ مطابق اپریل ۶۲۹ء	۵۰ پچاس مسلمان یا ان میں سے اکثر
سریہ ذات اطلح	ربیع الاول ۸ھ مطابق جولائی ۶۲۹ء	۱۵ پندرہ مسلمان یا ان میں سے اکثر

غزوہ غابہ تک

غزوہ غابہ کے وقوع سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتدائے ۶ھ میں ایک سریہ روانہ فرمایا۔ جو سریہ محمد بن مسلمہ انصاریؓ کے نام سے معروف ہے۔ مورخین کے مطابق حضرت محمد بن مسلمہؓ ۱۰ محرم ۶ھ کو تیس ۳۰ سواروں کے ساتھ قرطا کی طرف روانہ ہوئے۔ امیر سریہ نے وہاں پہنچتے ہی اہلِ قرطا پر چھاپہ مارا، اور دس ۱۰ آدمی قتل کردئے، جبکہ باقی مشرکین بھاگ گئے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کے مطابق حضرت محمد بن مسلمہؓ اہلِ قرطا کے سردار ثمامہ بن اثال کو گرفتار کرکے دربارِ رسالت مآبؐ میں لائے۔ آنحضرت صلعم نے انہیں ستون سے باندھنے کا حکم دیا۔ تین ۳ دن کے بعد جب کھولا، تو انہوں نے صدقِ دل سے اسلام قبول کرلیا۔ اس واقعہ کے تقریباً ایک ماہ بعد یعنی ربیع الاول ۶ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ نفسِ نفیس دو ۲۰۰ سو سواروں کو ہمراہ لے کر بنولحیان سے حضرت عاصمؓ اور دیگر شہدائے رجیع کا انتقام لینے کے لئے روانہ ہوئے۔ بنولحیان آپؐ کی آمد کی خبر ملتے ہی پہاڑوں میں چھپ گئے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم یہاں دو ۲ دن تک قیام فرمانے کے بعد بلاجدال و قتال رجعت فرمائے مدینہ ہوئے۔

غزوہ غابہ یا ذی قردہ

بلادِ غطفان کے قریب ذی قردہ نام کا ایک چشمہ تھا۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں کی چراگاہ تھی۔ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

اپنے غلام حضرت رباحؓ کو اونٹ دیکھنے کے لئے بھیجا۔ ان کے ساتھ حضرت سلمہؓ بن الاکوع بھی تھے۔ یہ لوگ ابھی راستہ میں ہی تھے۔ کہ عیینہ بن حصن فزاری یا عبدالرحمٰن بن عیینہ نے چراگاہ پر حملہ کیا اور چراگاہ کے راعی حضرت ذر بن ابو ذرؓ کو شہید اور اُن کے بیوی کو زخمی کر کے اونٹ بھگا کر لے گئے۔ حضرت سلمہؓ بن الاکوع کو جب اس واقعہ کا علم ہوا۔ تو آپ نے حملہ آوروں کا تعاقب کر کے اونٹ رہا کرا لئے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ہوئی۔ تو آپؐ نے پہلے چند سوار روانہ فرمائے، پھر بہ نفسِ نفیس پانچ یا سات سو آدمی لے کر روانہ ہوئے۔ آنحضرت صلعم نے جو سواروں کا دستہ پہلے روانہ فرمایا تھا۔ اس میں سے دو صحابہؓ دشمن کے ساتھ مقابلہ میں شہید ہو گئے۔ جب مشرکین کو آنحضرت صلعم کی آمد کی اطلاع ملی، تو بھاگ گئے، اور آنحضرت صلعم سے کوئی مقابلہ نہ ہوا۔ حضورؐ نے شبانہ روز یہیں قیام فرمایا اور صلوٰۃ الخوف پڑھی۔

اس غزوہ میں تین مسلمان شہید اور ایک عورت زخمی ہوئی۔ شہدائے ذی قردہ کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں:۔

● —— حضرت ذر بن ابو ذرؓ

آپ ذی قردہ کی چراگاہ کے راعی تھے۔ جب مشرکین نے چراگاہ پر حملہ کیا۔ تو آپ مقابلہ میں شہید ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی شہادت کے متعلق پہلے ہی فرما دیا تھا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت محرزؓ بن نضلہ بن عبداللہ بن مرّہ

آپ کی کنیت ابو نضلہ اور لقب فہیرہ تھا۔ بنو عبدالاشہل کے دعویٰ کے مطابق آپ ان کے حلیف تھے۔ مواخات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عمارہؓ بن حزم اور حضرت محرزؓ بن نضلہ کے درمیان رشتۂ اخوت قائم فرمایا تھا۔ حضرت محرزؓ غزوہ بدر، اُحد اور خندق میں شریک تھے۔

صالح بن کیسان سے مروی ہے۔ کہ حضرت محرزؓ نے کہا:۔

"مَیں نے خواب میں آسمانِ دُنیا کو دیکھا، کہ میرے لئے کھول دیا گیا ہے۔ یہانتک کہ مَیں اس میں داخل ہو گیا اور ساتویں آسمان تک پہنچ گیا۔ پھر مَیں نے سدرۃ المنتہیٰ تک صعود کیا۔ مجھ سے کہا گیا، کہ یہ تیری منزل ہے۔ مَیں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے خواب کا حال بیان کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ چونکہ سب سے زیادہ فنِ تعبیر کے ماہر تھے۔ سُن کر فرمانے لگے، کہ یہ تمہیں شہادت کی بشارت ہے۔"

چنانچہ اس کے دُوسرے دن حضرت محرزؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے غزوہ غابہ میں شریک ہوئے اور مسعدہ بن حکمہ کے ہاتھ سے شہید ہو گئے۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر سینتیس ۳۷ یا اڑتیس ۳۸ سال تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

ابن سعد کے مطابق محمد بن عمر کا بیان ہے۔ کہ مَیں نے ابراہیم بن اسمٰعیل بن ابی حبیبہ کو یہی کہتے سُنا۔ کہ یوم السرح میں سوائے محرزؓ بن نضلہ کے بنی عبدالاشہل کے مکان سے کوئی نہ نکلا۔ وہ محمد بن مسلمہؓ کے اس گھوڑے پر سوار تھے۔ جس کا

نام ذوالِلمہ تھا۔

حضرت وقاص رضؓ بن محرز

آپ کا تعلق بنو مدلج سے تھا۔ آپ بھی غزوہ غابہ میں شہید ہوئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

سریہ ذی القصہ اس سریہ کے وقوع پذیر ہونے سے قبل ربیع الآخر ۶ھ میں آنحضرت صلعم نے حضرت عکاشہ رضؓ ابن محصن کو چالیس ۴۰ آدمیوں کے ساتھ بنی اسد کے مقابلہ پر غمر بھیجا۔ جب مجاہدینِ اسلام غمر پہنچے، تو بنی اسد مکانوں کو خالی چھوڑ کر پہاڑوں میں چھپ گئے۔ جب وہاں کوئی نہ ملا، تو امیرِ عسکر حضرت عکاشہ رضؓ بن محصن ان لوگوں کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ اتفاق سے صرف ایک شخص ہاتھ لگا جس نے بنی اسد کے مویشیوں اور چراگاہ کا پتہ دیا۔ وہاں پہنچ کر مجاہدین نے چھاپہ مارا۔ دو سو ۲۰۰ اونٹ مالِ غنیمت میں ملے جنہیں ہانک کر مسلمان مدینہ لے آئے۔

انہی ایام میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت محمّد رضؓ بن مسلمہ کو دس ۱۰ آدمیوں کے ساتھ بنی ثعلبہ اور بنی غوال کے مقابلہ کے لئے ذی القصہ روانہ فرمایا۔ مسلمان رات کے وقت اس مقام پر پہنچے۔ مشرکین کو جب مجاہدینِ اسلام کی آمد کی اطلاع ہوئی، تو پہاڑوں میں روپوش ہو گئے۔ مگر رات کو جب صحابہ رضؓ کرام بےخبر سو رہے تھے۔ مشرکین نے شبخون مارا، اور دو ۲ کے علاوہ باقی نو ۹ کو شہید کر دیا۔ حضرت محمّد رضؓ بن مسلمہ شدید زخمی ہوئے، اور کفار ان کو مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے۔ ان کے علاوہ ایک اور صاحب بھی شدید زخمی ہوتے تھے۔ اس سریہ میں شبخون مارنے والے کفار کی تعداد سَو ۱۰۰ بیان کی جاتی ہے۔

شہدائے ذی القصّہ کی تعداد مؤرخین نے نو[9] بیان کی ہے۔ مگر کتابوں میں دو[2] کے نام اور تین کے نامکمل پتے درج ملتے ہیں۔ (بحوالہ رحمۃ للعالمینؐ)

- دو[2] کس از قبیلہ مزینہ
- ایک[1] کس از بنو غطفان
- حضرت سلکانؓ بن سلامہ بن وقش بن رغبہ

آپ کی کنیت ابو نائلہ اور نسبی تعلق انصار کے قبیلہ عبدالاشہل سے تھا۔ حضرت سلکانؓ نے اپنے رضاعی بھائی کعب بن اشرف یہودی کے قتل میں نمایاں کردار ادا کیا تھا۔ کعب بن اشرف یہودی آنحضرت صلعم کی ہر طرح دل آزاری کرتا، اور مسلمانوں کے خلاف زہر اگلنے میں سب یہودیوں سے پیش پیش رہتا تھا۔ جب اس کی نازیبا اور ناشائستہ حرکات حدِّ تجاوز سے بڑھ گئیں، تو حضرت سلکانؓ معہ چند دیگر مسلمانوں کے اس کے مکان پر گئے، اور اسے مکان سے باہر بلا کر قتل کر دیا۔ آپ کا یہ اقدام دینی غیرت کی ایک روشن مثال ہے۔

حضرت سلکانؓ اُس دستہ میں شامل تھے، جو حضرت محمدؓ بن مسلمہ کی زیر قیادت بنی ثعلبہ اور بنی عوال کی سرکوبی کے لئے بھیجا گیا تھا۔ آپ اسی سریہ میں شہید ہو کر اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

- حضرت حارثؓ بن اوس بن معلّیٰ بن لوذان

آپ حضرت رافعؓ بن معلّیٰ، شہید بدر اور حضرت عبیدؓ بن معلّیٰ شہید اُحد کے بھتیجے تھے۔ آپ نے سریہ ذی القصّہ میں شریک ہو کر مرتبۂ شہادت حاصل کیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

سریہ وادی القریٰ یہ سریہ رجب ۶ھ میں بھیجا گیا تھا۔ اس سے قبل اور سریہ ذی القصہ کے بعد آنحضرت صلعم نے چار سرایا روانہ فرمائے۔ جو تاریخِ اسلام میں سریہ بنو ثعلبہ، سریہ جموم، سریہ عیص اور سریہ طرف کے نام سے موسوم ہیں۔ سریہ بنو ثعلبہ کے امیر حضرت محمدؓ بن مسلمہ تھے جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہدائے ذی القصہ کا انتقام لینے کے لئے چالیس[۴۰] مجاہدین کے ساتھ بنو ثعلبہ کی طرف روانہ فرمایا تھا۔ مجاہدین نے وہاں پہنچ کر صبح کے وقت مشرکین پر حملہ کیا اور بہت سے مویشی مالِ غنیمت لے کر واپس مدینہ پہنچے۔ سریہ جموم کے امیر حضرت زیدؓ بن حارثہ تھے۔ جو بنی سلیم کے مقابلہ پر بھیجے گئے تھے۔ آپ بھی بہت سا مالِ غنیمت اور قیدی لے کر واپس آئے۔ سریہ عیص کے امیر بھی حضرت زیدؓ بن حارثہ تھے۔ جو ستر[۷۰] سواروں کے ہمراہ قریش کے کاروانِ تجارت کی مزاحمت کے لئے مقام عیص کی طرف بھیجے گئے تھے۔ آپ نے اہلِ قافلہ کو گرفتار کر کے مالِ غنیمت پر قبضہ کر لیا۔ انہی قیدیوں میں آنحضرت صلعم کے داماد ابوالعاص بن ربیع بھی تھے۔ سریہ طرف میں آنحضرت صلعم نے پندرہ[۱۵] مسلمانوں کو حضرت زیدؓ بن حارثہ کی زیرِ قیادت بنو ثعلبہ کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا تھا۔ دشمن خبر ملتے ہی بھاگ گیا، البتہ مشرکین کے مویشی مالِ غنیمت میں ملے جنہیں لے کر حضرت زیدؓ واپس ہوئے۔

رجب ۶ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کو بارہ[۱۲] مجاہدین کے ساتھ بنی فزارہ کی سرکوبی کے لئے وادی القریٰ کی جانب روانہ فرمایا۔ کفّار نے مجاہدین پر اچانک حملہ کر کے نو[۹] کو شہید اور ایک کو زخمی کر دیا۔ اس سریہ میں شہید ہونے والے شہدائے عظام میں سے صرف ایک شہید کا نام

ملا ہے۔ جو درج ذیل ہے :۔

● حضرت ورقہؓ بن مرداس

آپ کے حالات سیرت کی کسی کتاب میں نہیں ملے۔

سریہ کرزبن جابر الفہری | قبیلہ عُکل اور عُرینہ کی جماعت نے بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ اور مدینہ میں بود و باش اختیار کر لی۔ مگر چونکہ وہ چرواہوں کی طرح کی زندگی بسر کرنے کے عادی تھے۔ اس لئے انہیں مدینہ کی آب و ہوا راس نہ آئی اور اُن کے رنگ زرد ہو گئے۔ چنانچہ وہ آنحضرت صلعم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی کہ انہیں شہر سے باہر چراگاہ میں رہنے اور دودھ وغیرہ پینے کی اجازت بخشی جائے۔ حضورؐ نے اُن کی درخواست قبول فرماتے ہوئے اُنہیں اونٹوں کے پاس رہنے کی اجازت فرما دی۔ یہاں چند روز رہنے کے بعد جب وہ تندرست و توانا ہو گئے، تو اسلام سے پھر گئے۔ چرواہے کو قتل کیا اُس کے ہاتھ، پاؤں، ناک اور کان وغیرہ کاٹ کر اُس کی آنکھوں میں کانٹے چبھوئے، اور اونٹوں کو بھگا کر لے گئے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جب یہ خبر ملی۔ تو آپؐ نے حضرت کرزؓ بن جابر الفہری کو اُن کے تعاقب میں روانہ فرمایا۔ نیز یہ دعا بھی فرمائی، کہ خداوندا! ان لوگوں پر راستہ تنگ کر دے۔ آخر یہی ہوا، کہ وہ لوگ راستہ بھول گئے، اور گرفتار کر لئے گئے۔ جب مدینہ لائے گئے، تو آنحضرت نے ان لوگوں کو، جو ہر قسم کے جرائم کے مرتکب ہوئے تھے، چرواہے کے قصاص میں قتل کرا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہی لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی :۔

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا الخ (سورہ المائدہ۔ آیت ۳۳)	یقیناً جو لوگ اللہ اور اُس کے رسولؐ سے جنگ کرتے ہیں، اور زمین میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں۔ ان کی سزا یہ ہے، کہ انہیں قتل کر دیا جائے یا سُولی دے دی جائے:

حضرت یسارؓ نوبی

آپ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے غلام اور صدقات کے اُن اُونٹوں کے چرواہے تھے، جو شہر سے باہر ایک چراگاہ میں رہتے تھے۔ آپ قبیلہ عُکل اور عُرینہ کے مُرتدین کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

غزوہ خیبر غزوہ خیبر سے تقریباً ڈیڑھ ماہ قبل حدیبیہ میں مسلمانوں اور قُریش مکّہ کے درمیان دس سال کے لئے آپس میں جنگ نہ کرنے کا معاہدہ طے پاچکا تھا۔ یہ معاہدہ تاریخ اسلام میں معاہدہ حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے۔

اس معاہدہ کے مطابق چونکہ مسلمان بغیر عُمرہ ادا کئے واپس مدینہ لوٹ آئے تھے۔ اس لئے مسلمانوں نے اس کو اپنی پسپائی پر محمول کیا تھا۔ اگر مسلمانوں کی قلبی کیفیّت یہ تھی، تو یہودی اسے جو کچھ بھی سمجھتے اُس پر تعجب نہیں کرنا چاہیئے۔ بہرحال یہودی مسلمانوں کو کمزور سمجھ کر جنگِ احزاب کا داغ مٹانے کی فکر میں تھے۔

خیبر کی بستی، جو یہودیوں کا گڑھ اور متعدد قلعوں پر مشتمل تھی، مدینہ منوّرہ سے تقریباً دوسو۲۰۰ میل کے فاصلے پر تھی۔ یہاں کی زمینیں زرخیز تھیں اور یہودیوں کو یہاں ہرطرح کی قوّت حاصل تھی۔

چنانچہ یہودیوں نے مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے نہ صرف بنو غطفان کے چار ہزار نوجوانوں

کو خیبر کی نصف پیداوار دینے کا لالچ دے کر، اپنی حمایت پر راضی کر لیا، بلکہ مسلمانوں کے خلاف معرکہ آرا ہونے کے لئے چاروں طرف سازشوں کا جال بھی پھیلا دیا، اور اپنی عسکری قوت بڑھانے کے لئے کسی کوشش سے گریز نہ کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل خیبر کی ان جنگی تیاریوں سے پوری طرح باخبر تھے۔ آپؐ چونکہ یہودیوں کو مدینہ تک پہنچنے کا موقع نہیں دینا چاہتے تھے۔ اس لئے آپؐ نے مدینہ سے نکل کر یہودیوں سے نبرد آزمائی کا فیصلہ فرمایا۔

آنحضرت صلعم جب خیبر روانہ ہوئے، تو آپ نے ان لوگوں کو شرکت سے روک دیا۔ جو حدیبیہ میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ اور آپؐ کا یہ اقدام اللہ تعالٰے کے اس ارشاد کے تحت تھا:۔

سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انْطَلَقْتُمْ	جب تم لوگ غنیمتیں لینے چلوگے تو جو لوگ پیچھے
إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا	رہ گئے تھے وہ کہیں گے ہمیں بھی اجازت دیجیے
نَتَّبِعْكُمْ ۖ يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا	کہ آپ کے ساتھ چلیں، یہ چاہتے ہیں کہ خدا
كَلَامَ اللَّهِ ۚ قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا كَذَٰ	کے قول کو بدل دیں، کہہ دو کہ تم ہرگز ہمارے
لِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِنْ قَبْلُ ۖ	ساتھ نہیں چل سکتے اسی طرح خدا نے پہلے
فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا ۚ	سے فرما دیا ہے پھر کہیں گے (نہیں) تم تو
بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا	ہم سے حسد کرتے ہو بات یہ ہے کہ لوگ سمجھتے
قَلِيلًا ۝ (سورۃ الفتح آیت ۱۵)	ہی نہیں مگر بہت کم۔

الغرض محرم ۷ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سولہ سو [۱۶۰۰] صحابہؓ کو ساتھ لے کر خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ رایتِ اسلام حضرت علیؓ کے ہاتھ میں تھا۔

لشکرِ اسلام کے ساتھ زخمیوں کی مرہم پٹی کے لئے بیس[۲۰] عورتیں بھی تھیں۔ ازواجِ مطہرات میں سے اُمّ المومنین حضرت اُمِّ سلمہؓ حضور سرورِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی رفیقِ سفر تھیں۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم لشکرِ اسلام کے ساتھ صہبا کی وادیوں کو قطع کرتے ہوئے تیسرے روز (نمازِ مغرب کے بعد) رجیع میں جا کر اُترے۔ مقدمۃ الجیش کے سردار حضرت عکاشہ بن محصنؓ اور میمنہ کے عمر فاروقِ اعظمؓ تھے۔ رات کا وقت تھا، مگر رحمۃ للعالمینؐ چونکہ شبخون مارنا پسند نہ فرماتے تھے۔ اس لئے صرف اتنا کیا، کہ اُس میدان (رجیع) میں خیمہ زن ہوئے، جو غطفان اور اہلِ خیبر کے درمیان تھا۔ اس کا فائدہ یہ ہوا، کہ بنو غطفان جو آنحضرت صلعم کے خلاف یہودیوں کے معاون تھے۔ جب یہودیوں کی امداد کے لئے خیبر کی طرف بڑھنے لگے تو انہیں معلوم ہوا، کہ اُن کا اپنا گھر خطرے میں گھرا ہوا ہے۔ چنانچہ وہ اہلِ خیبر کی امداد سے دستکش ہو کر چپ چاپ اپنے گھروں میں بیٹھ رہے۔ حملہ شروع کرنے سے پہلے آنحضرت صلعم نے بارگاہِ رب العزّت میں دُعا کرتے ہوئے عرض کی:۔

"الٰہی! ہم تجھ سے خیبر کی، خیبر والوں کی اور خیبر کی ہر چیز کی بھلائی چاہتے ہیں۔ الٰہی! تو ہمیں ان کی شرارت سے محفوظ رکھ۔"

پھر سرورِ کونینؐ نے حکم دیا، کہ کیمپ یہیں رہے گا، اور مجاہدین کے دستے یہاں سے ہی جاتے رہیں گے۔ حضرت عثمانؓ اس کیمپ کے نگران مقرر کئے گئے۔ غرض مجاہدین سامانِ رسد اور عورتوں کو اسی جگہ چھوڑ کر خیبر کی طرف بڑھے۔

سب سے پہلے قلعہ ناعم پر حملہ کیا گیا۔ حضرت محمودؓ بن سلمہ اس دستہ کے افسر

اعلیٰ تھے۔ حضرت محمودؓ بن مسلمہ نے پانچ روز تک سر توڑ کوشش کی۔ مگر قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ پانچویں روز آپ ذرا سستانے کے لئے قلعہ کی دیوار کے سایہ میں لیٹے ہوئے تھے۔ کہ کنانہ بن الربیع، ایک یہودی نے قلعہ کے اوپر سے چکی کا پاٹ گرا کر آپ کو شہید کر دیا۔

حضرت محمودؓ بن مسلمہ کی شہادت کے بعد ان کے بڑے بھائی حضرت محمد بن مسلمہؓ نے مسلمانوں کی قیادت کی اور بفضلِ تعالیٰ قلعہ فتح ہو گیا۔ اسی دوران میں قلعہ صعب پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ جس کا محاصرہ حضرت خبابؓ بن المنذرؓ نے کیا ہوا تھا۔ مسلمانوں کے پاس سامانِ رسد کی کمی ہو گئی تھی۔ اللہ تعالےٰ نے اس کمی کو قلعہ صعب کی فتح سے پورا فرما دیا۔ اس کے علاوہ کافی تعداد میں قلعہ شکن آلات بھی مسلمانوں کے قبضہ میں آئے، دوسرے روز قلعہ نسطاۃ بھی فتح ہو گیا۔ اس کا دوسرا حصہ جو قلعہ الزبیر کے نام سے موسوم اور پہاڑی پر واقع تھا۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام فرما دیا، کہ ایک یہودی نے لشکرِ اسلام میں آکر بتایا کہ قلعہ کی فتح کے لئے اس زمین دوز نالے کو بند کرنا ضروری ہے۔ جس کے ذریعہ قلعہ میں پانی جاتا ہے، اور اگر ایسا نہ کیا گیا۔ تو اس کی فتح میں مہینوں لگ جائیں گے، مسلمانوں نے فوراً اس تدبیر پر عمل کیا، جس کے نتیجہ میں یہودی حصار سے نکل آئے، اور قلعہ پر اسلامی پرچم لہرانے لگا۔ ازاں بعد قلعہ شق کے ایک حصہ اُبی پر مسلمانوں نے حملہ شروع کیا۔ حضرت خبابؓ نے غزوان نامی ایک یہودی کو قتل کیا، اور حضرت ابودجانہؓ نے ایک دوسرے یہودی کو، اس پے در پے قتل سے یہودی گھبرا گئے۔ اسی دوران میں حضرت ابودجانہؓ نعرۂ تکبیر

بلند کرتے ہوئے قلعہ کی دیوار پر چڑھ گئے، اور بتائیدِ ایزدی قلعہ فتح ہوگیا۔ اس قلعہ سے بکریوں اور پارچات کے علاوہ بہت سا دیگر سامان بھی مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ قلعہ شن کا دوسرا حصّہ جو حصن البرؔ کہلاتا تھا، وہاں سے یہودیوں نے مسلمانوں پر پتھر اور تیر برسانے شروع کیے۔ مسلمانوں نے اپنی منجنیقوں سے جو انہیں قلعہ صعب کی فتح میں ملی تھیں، قلعہ کی دیواروں پر سنگ باری کرکے انہیں شکستہ کر دیا۔ نتیجتہً مسلمان حصن البرؔ پر قابض ہونے میں کامیاب ہوگئے۔

ایک قلعہ جس کا نام قموص تھا، فتح نہیں ہورہا تھا۔ صحابہ کرامؓ نے اسے فتح کرنے کی جان توڑ کر کوشش کی، مگر کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ یہانتک کہ محاصرہ کو بیس۲۰ دن گزر گئے۔ بیسویں دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"کل علم اس شخص کو دیا جائے گا جس سے اللہ اور اس کا نبیؐ محبت کرتے ہیں"۔

یہ خاص علم حضرت عائشہؓ صدیقہ کی چادر سے بنایا گیا تھا۔

دوسرے دن آنحضرت صلعم نے حضرت علیؓ کو طلب فرمایا۔ حضرت علیؓ آنکھیں دکھنے کی وجہ سے سخت تکلیف میں مبتلا تھے۔ اسی حالت میں دربار رسالتمآبؐ میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلعم نے اپنا لعاب دہن حضرت علیؓ کی آنکھوں پر لگایا۔ جس سے بفضلِ خدا فوری طور پر ٹیسیں رک گئیں، اور آنکھیں کھل گئیں آنحضرت صلعم نے حضرت علیؓ سے فرمایا:۔

"علیؓ جاؤ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ پہلے اسلام کی دعوت دو اور پھر لڑو۔ علیؓ! ایک آدمی بھی اس وقت تمہارے ذریعہ ایمان لے آئے۔

تو بلشمار مالِ غنیمت سے افضل ہے۔"

قلعہ قموص کا سردار مرحب عرب میں ہزار بہادروں پر بھاری مانا جاتا تھا۔ وہ مقابلہ کے لئے بڑھا۔ مگر ذوالفقار حیدری کی ایک ہی ضرب نے مرحب کے سر کے ۲ ٹکڑے کر دئیے۔ پھر حضرت علیؓ نے عام حملہ کا حکم دیا اور بتائید الٰہی قلعہ قموص پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

قلعہ قموص اور اس کا سردار مرحب چونکہ یہودیوں کی آخری امید تھے اس لئے جب یہ امید بھی ختم ہو گئی۔ تو یہودیوں کے حوصلے پست ہو گئے، اور انہوں نے مسلمانوں کے سامنے ہتھیار ڈال کر صلح کی درخواست کی۔ رحمۃ للعالمینؐ نے ان کی درخواست قبول فرماتے ہوئے خیبر کی زمینیں نصف بٹائی پر انہی کے پاس رہنے دیں۔

فتح خیبر کے بعد قلعہ قموص کے سردار کی بھاوج اور سلام بن مشکم کی بیوی زینب نے آنحضرت صلعم اور چند صحابہؓ کی دعوت کی۔ کھانے میں زہر ملا دیا۔ آنحضرت صلعم نے ایک لقمہ تناول فرما کر کھانے سے ہاتھ روک لیا۔ حضرت بشرؓ بن براء کے علاوہ دیگر صحابہؓ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کی۔ حضرت بشرؓ پر زہر کا اثر ہو گیا، جس کے باعث وہ انتقال کر گئے۔

آنحضرت صلعم نے زینب سے اپنا انتقام نہیں لیا۔ مگر جب تیسرے دن حضرت بشرؓ کا انتقال ہوا۔ تو زینب کو حضرت بشرؓ اور کنانہ بن الربیع کو حضرت محمودؓ بن مسلمہ کے قصاص میں قتل کر دیا گیا۔

اہلِ سیر نے شہدائے خیبر کی تعداد پندرہ ۱۵ لکھی ہے۔ مگر مؤلف "رحمۃ للعالمینؐ" کی تصریح کے مطابق سیرت کی کتابوں میں معہ حضرت بشرؓ بن براء کے تئیس ۲۳ شہداء

کے نام ملتے ہیں۔ ان میں سے یہاں انیس ۱۹ شہداء کے اسمائے مبارکہ پہلے دئیے گئے ہیں۔ اور آخر میں حضرت بشرؓ بن براء بن معرور کا ذکر کیا گیا ہے۔ باقی تین ۳ ناموں یعنی حضرت زنیفؓ بن وائلہ، حضرت انیفؓ بن حبیب اور حضرت مبشرؓ بن عبدالمنذر میں اختلاف ہے۔ اوّل الذکر کا نام صرف واقدی اور ثانی الذکر کا نام صرف طبری نے لیا ہے۔ آخر الذکر یعنی حضرت مبشرؓ بن عبدالمنذر کے متعلق ایک روایت تو یہ ہے۔ کہ آپ غزوہ بدر میں شہید ہوئے، اور دوسری غزوہ خیبر میں شہادت سے متعلق ہے۔ مؤلف "رحمۃ للعالمینؐ" کے نزدیک پہلی روایت صحیح ہے۔ چنانچہ اسی بناء پر ان کا ذکر شہدائے بدر میں کیا گیا ہے۔

● حضرت ربیعہؓ بن اکثم بن سخبرہ بن عمرو

آپ کی کنیت ابو زید تھی۔

حضرت ربیعہؓ غزوہ بدر سے پہلے داخلِ اسلام ہوئے، پھر ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے۔ غزوہ بدر میں شرکت کے وقت آپ کی عمر تیس ۳۰ سال کے لگ بھگ تھی۔ ازاں بعد غزوہ اُحد اور غزوہ خندق میں حاضر ہوئے۔ پھر غزوہ خیبر میں شریک ہوئے، اور حارث یہودی کے ہاتھ سے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● حضرت عامرؓ بن اکوع (سنان) بن اکوع بن عبداللہ

آپ کے والد کا نام سنان تھا۔ مگر دادا کی نسبت سے عامر بن اکوع مشہور ہوئے۔

اِن کے قبولِ اسلام کا زمانہ متعین نہیں۔ البتہ یہ حقیقت متفق علیہ ہے۔

کہ خیبر سے پہلے مشرف با سلام ہو چکے تھے، اور اس غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم رکاب تھے۔

حضرت عامرؓ چونکہ خوش الحان تھے۔ اس لئے کسی نے انہیں حُدی سنانے کی فرمائش کی۔ حضرت عامرؓ سواری سے اتر کر سنانے لگے۔ (ترجمہ)

۱۔ "یا اللہ! اگر تُو نہ ہوتا، تو ہم لوگ ہدایت نہ پاتے، نہ زکوٰۃ دیتے، نہ نماز پڑھتے۔

۲۔ اگر ہم دشمن کا مقابلہ کریں، تو اے اللہ! ہم پر سکون نازل فرما، اور ہمیں ثابت قدم رکھ۔

۳۔ جب ہمیں پکارا گیا، تو ہم آ گئے، اور پکارنے ہی کے ذریعہ ہم سے مدد مانگی گئی ہے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سن کر فرمایا "یہ سابق کون ہے؟" لوگوں نے عرض کی "عامرؓ بن اکوع"۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا "اللہ تم پر رحمت کرے"۔ حضرت عمرؓ بن الخطاب نے کہا "واللہ! یا رسول اللہ، رحمت ان پر واجب ہو گئی"۔ کسی اور صاحب نے کہا "ان کے ذریعے ہمیں فائدہ پہنچائیے"۔

خیبر پہنچ کر جب لڑائی کا آغاز ہوا۔ تو حضرت عامرؓ نے ایک یہودی کی پنڈلی پر تلوار کا وار کیا۔ تلوار چونکہ چھوٹی تھی، اس لئے یہودی کو نہ لگی۔ بلکہ زور میں گھوم کر خود ان کے گھٹنے پر لگ گئی۔ جس کے صدمے سے حضرت عامرؓ شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اس طرح کی موت سے لوگوں نے یہ غلط رائے قائم کی، کہ یہ خودکشی ہے۔

اس لئے حضرت عامرؓ کے تمام اعمال رائیگاں گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو معلوم ہُوا۔ تو فرمایا:۔

"جس نے یہ کہا، اُس نے غلط کہا۔ کیونکہ ان کو دوہرا اجر ہے"۔

حضرت عامرؓ مشہور پہلوان اور حضرت سلمہؓ بن عمرو بن الاکوع صحابی کے چچا تھے۔ شہادت کے بعد ان کو حضرت محمودؓ بن مسلمہ کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔

"خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را"

● حضرت حارثؓ بن حاطب بن عمرو بن عُبید

آپ کی والدہ کا نام امامہ بنتِ صامت بن خالد بن عطیہ اور زوجہ کا نام اُمِّ عبداللہ بنتِ اوس بن حارثہ تھا۔ ان کے بطن سے عبداللہ پیدا ہوئے جن کی کنیت ابُو عبداللہ تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جس وقت بدر کی طرف روانہ ہوئے۔ تو حارثؓ بن حاطب بھی آپؐ کے ہمراہ تھے۔ مگر الرّوحا کے مقام سے حضورؐ نے انہیں بنی عمرو بن عوف کی طرف کسی کام کے لئے واپس فرما دیا۔ لیکن غنیمت و ثواب میں شرکائے بدر کی طرح پُورا حصّہ دیا۔

حضرت حارثؓ غزوہ اُحد، خندق، حدیبیہ اور خیبر میں شریک تھے۔ آخری غزوہ میں آپ کو قلعے کے اُوپر سے کسی نے تیر مارا۔ جس سے دماغ کی ہڈی ٹُوٹ گئی۔ اور آپ شہید ہو گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

حضرت عدیؓ (یا جدی) بن مرہ بن سراقہ بن حباب

آپ بَلِیّ قضاعہ خلفائے بنی عمرو بن عوف میں سے تھے۔ لڑائی کے دوران کسی نے آپ کے سینہ پر نیزہ مارا جس سے آپ شہید ہو گئے۔ آپ کے والد حضرت مرہؓ بن سراقہ نے غزوہ حنین میں شرکت کی، اور اسی غزوہ میں شہادت کا مرتبہ حاصل کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

حضرت اسلمؓ (اسود راعی)

آپ خیبر کے کسی یہودی کے غلام تھے۔ میدانِ خیبر میں اسلام لائے، اور اسی روز خلعتِ شہادت سے مشرف ہوئے۔ حضرت اسلمؓ کی لاش جب خیمہ میں رکھی گئی، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لاش دیکھنے تشریف لائے۔ مگر فوراً واپس لوٹ آئے، اور فرمایا:۔

"اس کے پاس تو اس کی بہشتی بیوی از قسم حور بیٹھی ہے"۔

بعض مورخین نے ان کے ایمان لانے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ حضرت اسلمؓ اہلِ خیبر کے ایک حبشی چرواہے تھے۔ یہودیوں کی جنگی تیاریوں کو دیکھ کر انہوں نے اس کا سبب پوچھا۔ اہلِ یہود نے کہا، کہ اس شخص سے جنگ ہے۔ جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہ سن کر ان کے دل میں اسلام کے جذبات پیدا ہوئے، اور اپنی بکریاں لئے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں چلے آئے۔ یہاں پہنچ کر دربارِ رسالتمآبؐ میں عرض کی، کہ حضورؐ کیا کہتے ہیں، اور کس بات کی دعوت دیتے ہیں؟" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کہ ہم اسلام کی دعوت دیتے ہیں، اور اس بات کی کہ خدا کے سوا کسی کی

عبادت نہ کرو، اور ہمیں خدا کا رسولؐ سمجھو۔ حضرت اسودؓ راعی نے عرض کیا، کہ اگر ہم خدائے ذوالجلال پر ایمان لائیں، اور آپؐ کی نبوّت قبول کریں، تو کیا ہوگا؟ حضور سرورِ دوعالم صلعم نے فرمایا، جنّت ملے گی۔ اُنہوں نے عرض کیا۔ یہ بکریاں میرے پاس امانت ہیں۔ اِن کو کیا کریں؟ ارشادِ نبوّت ہُوا۔ اِن کو قلعہ کی طرف ہنکا دو، اور کنکریاں مارو، یہ سب اپنے مالک کے پاس چلی جائیں گی

ایک روایت میں ہے۔ کہ اُنہوں نے عرض کیا "یا رسولؐ اللہ! میرا رنگ سیاہ ہے، میرا چہرہ بدشکل ہے، بدن میں بدبُو ہے، مال میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ کیا مَیں اگر خدا کی راہ میں لڑوں، اور قتل ہو جاؤں، تو مجھ کو بھی جنّت ملیگی؟ حضورؐ نے فرمایا "ہاں ملے گی"۔ چنانچہ اس کے بعد حضرت اسلمؓ لڑے اور شہید ہوگئے۔ جب اِن کی لاش حضورؐ کے پاس آئی، تو ارشاد فرمایا "خداوندِ پاک نے اس کے چہرے کو حسین کر دیا، اس کے بدن کو خوشبودار کر دیا، اور دو حوریں جنّت کی اس کو ملیں"۔

● حضرت نعمانؓ (یا عمیر) بن ثابت بن نعمان بن اُمیّہ

آپ کی کنیت ابُو ضیاح اور والدہ کا نام ہند بنت اوس بن عدی تھا۔ جو انصار کے قبیلہ اوس سے تھیں۔ مورّخین کے نزدیک حضرت نعمانؓ غزوہ بدر میں شریک نہیں تھے۔ البتّہ غزوہ اُحد، خندق اور حدیبیہ میں شرکت کا شرف حاصل کیا۔ ازاں بعد غزوہ خیبر میں شریک ہُوئے۔ اسی غزوہ میں کسی نے تلوار مار کر آپ کا کاسہ سر کاٹ دیا جس سے آپ شہید ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

(بعض مورّخین نے آپ کا نام عمیرؓ بن ثابت لکھا ہے۔ واللہ اعلم)

حضرت محمودؓ بن مسلمہ

آپ حضرت محمدؓ بن مسلمہ کے برادرِ خورد تھے۔ آپ غزوہ اُحد اور غزوہ خندق میں حاضر تھے۔ غزوہ خیبر میں قلعہ ناعم پر حملہ آور لشکرِ اسلام کی قیادت آپ کے ہاتھ میں تھی۔ محاصرہ جاری تھا، کہ ایک روز دوپہر کے وقت سخت گرمی میں آپ ذرا سستانے کے لئے قلعہ کی دیوار کے سایہ میں لیٹے ہوئے تھے، کہ کنانہ بن الربیع (یا مرحب یہودی) نے قلعہ کی فصیل سے چکّی کا پاٹ گرا کر آپ کو شہید کر دیا۔ آپ کے بعد فوجوں کی کمان آپ کے بڑے بھائی حضرت محمد بن مسلمہؓ نے اپنے ہاتھ میں لے کر اس زور سے حملہ کیا، کہ قلعہ فتح ہو گیا۔

پھر حضرت محمودؓ بن مسلمہ کی لاش کو رجیع میں لا کر حضرت عامرؓ بن اکوع کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کر دیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

حضرت اوسؓ بن حبیب

آپ کا تعلّق انصار کے قبیلہ بنی عمرو بن عوف سے تھا۔ غزوہ خیبر میں آپ قلعہ ناعم پر شہید ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

حضرت رفاعہؓ بن مسروح

آپ بنو عبد شمس کے حلیف اور قبیلہ بنو اسد سے تھے۔ غزوہ خیبر میں مرتبۂ شہادت حاصل کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

حضرت سلیمؓ بن ثابت بن وقش بن زغبہ

آپ غزوہ اُحد، خندق اور حدیبیہ میں حاضر تھے۔ غزوہ خیبر میں قلعہ قموص کے سردار مرحب یہودی کے ہاتھ سے زخمی ہو کر شہید ہوئے

آپ کے والد گرامی اور دو بھائی غزوہ اُحد میں شہید ہوئے تھے۔

● حضرت عمارہؓ بن عقبہ بن حارثہ

آپ کا تعلق بنی غفار سے تھا۔ غزوہ خیبر میں آپ تیر لگنے سے شہید ہوئے۔

● حضرت عروہؓ بن مرّہ بن سراقہ

آپ انصار کے قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے غزوہ خیبر میں شریک ہو کر مرتبۂ شہادت حاصل کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● حضرت عبداللہؓ بن اُمیّہ بن وہب الاسدی

آپ بنو اسد بن عبدالعزیٰ کے حلیف اور بھانجے تھے۔ بعض مورّخین کے نزدیک آپ خیبر میں شہید ہوئے۔ جب کہ واقدی نے آپ کو شہدائے حنین میں شمار کیا ہے۔ واللہ اعلم۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● حضرت اوسؓ بن ناکہ (یا نائک)

آپ کا نسبی تعلق بنی عمرو بن عوف سے تھا۔ ابنِ اسحاق کے نزدیک آپ نے غزوہ خیبر میں جامِ شہادت نوش کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● حضرت عبداللہؓ بن حسیب بن اُہیب

آپ کا تعلق بنو لیث سے تھا۔ جو بنی اسد کے حلیف تھے۔ آپ غزوہ خیبر میں شریک ہوئے اور اسی غزوہ میں شہادت پائی۔

بعض مورّخینِ اسلام نے آپ کا شمار غزوہ اُحد کے شہداء میں کیا ہے۔ مگر اصابہ کے بیان کے مطابق زیادہ صحیح یہی ہے کہ آپ غزوہ خیبر میں شہید ہوئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مندرجہ ذیل شہدائے خیبر کے حالات سیرت کی کسی کتاب سے نہیں ملے۔

- حضرت اوسؓ بن عائذ
- حضرت ثابتؓ بن واثلہ
- حضرت ابوسفیانؓ بن حارث بن قیس
- حضرت مسعودؓ بن سعد بن عامر بن عدی

ذیل میں حضرت بشرؓ بن براء کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جو خاتمہ جنگ کے بعد زہر آلود گوشت کھانے سے شہید ہوئے۔ چونکہ اہلِ سیر نے آپ کا ذکر شہدائے غزوہ خیبر سے الگ کیا ہے۔ اس لیئے یہاں بھی اسی ترتیب کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔

- حضرت بشرؓ بن براء بن معرور بن صخر

آپ کی والدہ خلیدہ بنت قیس بن ثابت، قبیلہ اشجع کی شاخ بنی دیمان سے تھیں۔ حضرت بشرؓ کا نسبی تعلق بنو سلمہ سے تھا۔ بیعتِ عقبہ کا شرف حاصل کیا۔ غزوہ بدر و اُحد میں شجاعانہ خدمات انجام دیں۔ غزوہ خیبر میں حاضر تھے۔ زینب یہودیہ نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کی، تو اس میں آنحضرت صلعم کے ساتھ دسترخوان پر آپ موجود تھے۔ یہودیہ کے مسموم گوشت سے ایک لقمہ کھانے کے باعث آپ شہید ہو گئے۔ حضرت بشرؓ کا بیان ہے:-

"لقمے کا مزا مجھے بھی خراب معلوم ہوا تھا، مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لقمہ اگلنا ادب کے خلاف سمجھا۔"

حضرت بشرؓ کو آنحضرت صلعم نے بنو ساعدہ کا سردار مقرر فرمایا تھا۔

اِن کے والد حضرت براءؓ بن معرور نقبائے محمدیہؐ میں سے تھے۔ انہوں نے عقبۂ اولیٰ میں بیعت کا شرف حاصل کیا تھا۔ یہ پہلے بزرگ تھے جنہوں نے کعبہ کو سمتِ نماز ٹھہرایا تھا، اور پہلے بزرگ ہیں، جنہوں نے قبلہ رُخ لحد میں آرام کیا۔ حضرت براءؓ کا انتقال قدومِ نبویؐ سے پیشتر ہی مدینہ منوّرہ میں ہو گیا تھا۔ (رضی اللہ عنہ)

غزوہ وادی القریٰ وتیما وادی القریٰ، مدینہ سے شام کے راستے پر خیبر اور تیما کے درمیان ایک وادی تھی۔ اس وادی میں چونکہ بہت سے دیہات آباد تھے۔ اس لئے اس کا نام وادی القریٰ یعنی متعدد دیہات والی وادی پڑ گیا تھا۔ اس وادی میں بھی خیبر کی طرح یہودی آباد تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم خیبر سے واپس لوٹتے وقت اس وادی میں تشریف لائے۔ لیکن ابھی لشکرِ اسلام اطمینان سے رُکنے بھی نہ پایا تھا۔ کہ وہاں کے باشندوں نے مسلمانوں پر تیر برسانے شروع کر دئیے جس کی وجہ سے آنحضرت صلعم کے ایک غلام شہید ہو گئے۔ آنحضرت صلعم نے یہودیوں کی اس زیادتی کے خلاف صفِ قتال دُرست فرمائی۔ لیکن جنگ شروع کرنے سے پہلے حسب سابق انہیں دعوتِ اسلام دی اور فرمایا، کہ اگر وہ اسلام قبول کر لیں۔ تو اُن کے مال و جان کے ساتھ کچھ تعرّض نہ ہو گا اور اُن کا معاملہ خدا کے ساتھ رہے گا۔ لیکن اُنہوں نے آنحضرت صلعم کے ارشاد کی طرف کوئی توجّہ نہ دی اور برسرِ مقابلہ ہوئے۔ اس پر آنحضرت صلعم نے ان کا محاصرہ فرما لیا۔ جو چار دنوں تک جاری رہا۔ محاصرہ کے دوران وقتاً فوقتاً فریقین میں مقابلہ بھی ہوتا رہا۔ جس کے نتیجہ میں یہودیوں کے گیارہ آدمی مارے گئے۔ آنحضرت صلعم نے انہیں ہر بار اسلام کی دعوت دی، مگر وہ ہر بار مقابلہ پر

آتے رہے۔ آخر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بزورِ شمشیر اس وادی کو فتح کر لیا۔ اس فتح میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ یہود کے اموال بطورِ غنیمت آنحضرت صلعم کو عطا فرمائے مورخین کے مطابق وادی القریٰ کی فتح میں ضروریاتِ زندگی کے کثیر سامان کے علاوہ بہت سا سونا، چاندی بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ جسے آنحضرت صلعم نے مجاہدین میں تقسیم فرما دیا لیکن کاشت کی زمینیں اور کھجور کے باغات یہودیوں کے پاس ہی رہنے دیئے۔

جب تیماء والوں کو وادی القریٰ کے فتح ہو جانے کی خبر پہنچی، تو انہوں نے آنحضرت صلعم سے صلح کی درخواست کی۔ جسے آنحضرت صلعم نے قبول فرما لیا، اور زمین اور اموال پر بدستور انہی کو قائم رہنے دیا۔ یہاں چار روز قیام فرمانے کے بعد حضورؐ مدینہ کے لئے روانہ ہوئے۔

مورخین کے مطابق آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت عمروؓ بن سعید بن عاص کو وادی القریٰ اور حضرت یزیدؓ بن سفیان کو تیماء کا عامل مقرر فرمایا تھا۔ حضرت یزیدؓ بن سفیان وادی القریٰ کی فتح کے دن مسلمان ہوئے تھے۔

شہیدِ غزوہ وادی القریٰ کے مختصر حالات یہ ہیں:۔

● حضرت مدعمؓ

آپ حبشی النسل تھے۔ آپ پہلے حضرت رفاعہؓ بن زید کے غلام تھے۔ جب حضرت رفاعہؓ بن زید حدیبیہ کے موقع پر چند آدمیوں کے ساتھ مدینہ آکر مشرف باسلام ہوئے۔ تو انہوں نے حضرت مدعمؓ کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ آنحضرت صلعم نے ان کو آزاد فرما دیا۔

غزوہ خیبر میں حضرت مدعمؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر تھے۔ کہ واپسی پر

وادیٔ القریٰ کے یہودیوں کے تیروں سے شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

سریہ خربہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت اُسامہؓ بن زید کی زیرِ قیادت جہینہ کی طرف ایک سریہ بھیجا۔ وہ لوگ مقابلہ پر آئے، تو حضرت اُسامہؓ بن زید نے انہیں سمجھایا۔ کہ وہ اطاعت اختیار کریں، اور مخالفت سے باز رہیں۔ مگر وہ اس کے باوجود آمادۂ جنگ ہوئے۔ اس پر امیرِ سریہ نے مسلمانوں کو منظم کر کے اِن لوگوں پر زبردست حملہ کیا۔ دریں اثنا حضرت اسامہؓ نے ایک شخص نہیک بن مرداس کا تعاقب کیا، اور اُسے قتل کر دیا۔ آنحضرت صلعم کو جب اس قتل کا علم ہوا، تو آپ بہت رنجیدہ خاطر ہوئے۔ بہرحال شہید خربہ کے حالات یہ ہیں:۔

● حضرت نہیکؓ بن مرداس

آپ کا تعلق قبیلہ اسلمی سے تھا۔ سریہ خربہ میں جب آپ کا تعاقب کیا گیا، تو آپ نے فوراً کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھا۔ لیکن حضرت اُسامہؓ بن زید نے اس کے باوجود انہیں قتل کر دیا۔ جب اس کی خبر آنحضرت صلعم کو پہنچی۔ تو آپ نے حضرت اُسامہؓ سے فرمایا:۔

"کیا تو نے اُسے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہنے کے بعد قتل کر دیا؟"

حضرت اُسامہؓ نے عرض کی:۔

"یا رسول اللہ! اُس نے محض جان بچانے کے لئے ایسا کہا تھا۔"

حضورؐ نے ارشاد فرمایا:۔

"تو نے اُس کا دل چیر کر تو نہیں دیکھا تھا، کہ اُس نے دل سے کہا کہ نہیں۔"

اس پر حضرت اسامہؓ بن زید اپنے فعل پر سخت نادم ہوئے، اور عرض کی:-

"یا رسولؐ اللہ! اب کسی ایسے شخص کو قتل نہ کروں گا۔ جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ پڑھ لے"

حضورؐ نے فرمایا:-

"میرے بعد"۔

حضرت اسامہؓ نے عرض کی:-

"آپؐ کے بعد بھی"

اصابہ کے بیان کے مطابق مندرجہ ذیل آیت کریمہ انہی کے بارہ میں نازل ہوئی تھی:-

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ

اور جو شخص تم سے سلام علیک کرے اُس سے یہ نہ کہو، کہ تم مومن نہیں ہو۔

(سورۃ النساء۔ آیت ۹۴)

سریہ اخرم بن ابی العوجا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت اخرمؓ بن ابی العوجا کو پچاسؓ مجاہدین کے ساتھ بنو سلیم کی طرف دعوتِ اسلام دینے کے لئے بھیجا۔ آنحضرت صلعم کو اطلاع ملی تھی۔ کہ بنو سلیم مدینہ پر حملہ کی تیاری کر رہے ہیں۔ بہر حال جب بنو سلیم کو دعوتِ اسلام دی گئی۔ تو انہوں نے کہا، کہ ہمیں اسلام کی ضرورت نہیں اور تیر اندازی کر کے مسلمانوں کی اس جماعت میں سے سب یا اکثر مجاہدین کو شہید کر دیا۔ بعض مورخین کے مطابق امیرِ سریہ

حضرت اخرمؓ کو مُردہ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ آپ زخموں کی وجہ سے نیم جان ہو گئے تھے۔

بعد میں صحت یاب ہو کر آپ یکم صفر کو مدینہ پہنچ گئے۔ واللہ اعلم۔

تعداد شہداء:۔

● سب مسلمان یا ان میں سے اکثر

شہدائے سریہ کے اسمائے مبارکہ اور دیگر حالات سیرت کی کسی کتاب سے نہیں ملے۔

سریہ ذاتِ اطلح ربیع الاوّل ۸ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت کعبؓ بن عمیر الغفاری کو پندرہ[15] مجاہدین کے ساتھ ذاتِ اطلح کی طرف بھیجا۔ یہ مقام اطرافِ شام میں تھا، اور یہاں بنو قضاعہ رہتے تھے۔ جن کا سردار سدوسی تھا۔

مجاہدین کو یہاں ایک بڑی جماعت ملی جس کے سامنے انہوں نے اسلام پیش کیا۔ مگر ان لوگوں نے اس دعوت کو مسترد، اور تمام مجاہدین کو شہید کر دیا۔ ابنِ سعد کے قول کے مطابق کعبؓ بمشکل جان بچا کر مدینہ پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔

واللہ اعلم۔

تعداد شہداء:۔

● سب مسلمان یا ان میں سے اکثر

شہدائے سریہ کے اسمائے مبارکہ اور حالات سیرت کی کسی کتاب سے نہیں ملے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ہشتم

شام کے عیسائی گورنر شرجیل بن عمرو الغسانی

کے ہاتھوں

آنحضرت صلعم کے سفیر حضرت حارثؓ بن عمیر ازدی

کے قتل پر

مسلمانوں کا شدید ردِ عمل

سریہ موتہ (غزوہ موتہ) کا پس منظر

اور

شہدائے سریہ کا تذکرۂ طیبہ

سنہ وقوع : ـــــ جمادی الاول ۸ھ

مطابق ـــــ اگست، ستمبر ۶۲۹ء

تعداد شہداء ـــــ تیرہ ۱۳ مسلمان، ۱ اسلامی سفیر کے علاوہ

سریہ موتہ کا سبب

اس جنگ کی وجہ بیان کرتے ہوئے اکثر مورّخین نے لکھا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حارثؓ بن عمیر الازدی کو حاکمِ بصریٰ یا شام کے نام ایک نامۂ گرامی دے کر بھیجا۔ جب یہ نامہ بر موتہ پہنچے۔ تو شرحبیل بن عمرو غسّانی نے انہیں قتل کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اسلامی قاصد کی شہادت کی خبر ملی، تو آپؐ کو یہ امر بے حد شاق گزرا۔ چنانچہ اس قتل کا قصاص لینے کے لئے آپؐ نے فوج کشی کا ارادہ فرمایا۔

لشکرِ اسلام کی روانگی موتہ، بلقاء کے ضلع کا ایک مقام ہے۔ جو ملکِ شام میں بحرِ مردار کے جنوب مشرق میں بیت المقدس سے تقریباً چوبیس[۲۴] میل پر واقع ایک مشہور شہر ہے۔ یہ مقام اگرچہ مدینہ سے بہت دُور تھا، اور فوج کشی آسان نہ تھی۔ تاہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین ہزار منتخب روزگار مسلمانوں کا لشکر ترتیب دے کر اسے حضرت زیدؓ بن حارثہ کی سُپردگی میں دیتے ہوئے فرمایا:۔

"اگر زیدؓ بن حارثہ شہید ہو جائیں۔ تو حضرت جعفرؓ بن ابی طالب امیرِ لشکر ہوں گے۔ اور اگر وہ بھی جامِ شہادت نوش کریں۔ تو حضرت عبد اللہؓ بن رواحہ فوج کی قیادت کریں گے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمرائے لشکر اور اہلِ لشکر دونوں کو ہدایات فرماتے ہوئے شہر سے باہر ثنیۃ الوداع تک تشریف لے گئے۔ یہاں پہنچ کر تمام لشکریوں

کو متنبہ فرمایا۔ کہ عورتوں، نابالغ کمسن بچوں اور بوڑھوں اور مذہبی لوگوں کو قتل نہ کیا جائے، نہ کوئی مکان منہدم ہونے پائے، اور نہ درخت کاٹے جائیں۔ روانگی کے وقت آنحضرت صلعم اور مسلمانوں نے مل کر دعا کی۔ آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کلمات کے ساتھ لشکرِ اسلام کو وداع فرمایا:۔

"اللہ تمہاری مدد کرے، تم سے ضرر کو دور رکھے، اور صحیح وسالم واپس لائے۔"

جب مجاہدین کی یہ مختصر سی فوج ملکِ شام کے ایک مقام معان میں داخل ہوئی۔ تو اسے معلوم ہوا۔ کہ ہرقل ایک لاکھ فوج کے ساتھ بلقاء کے علاقہ میں مقامِ مآب تک آچکا ہے۔ اس کے علاوہ قبائل، لخم، جذام، القین، بہرہ اور بلّی کے ایک لاکھ آدمی بھی ہرقل کی امداد کے لئے جمع ہو گئے ہیں۔ اس خبر پر مسلمان متردد ہوئے، اور دو دن تک مقامِ معان پر اسی گومگو میں رکے رہے۔ کہ دشمن کے اس لشکرِ جرّار سے کس طرح عہدہ برآ ہوا جائے۔ ایک مسلمان نے یہ تجویز پیش کی، کہ ان حالات کی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دی جائے، اور حکم کا انتظار کیا جائے۔ فوج اس تجویز پر کاربند ہونے کو تیار تھی۔ کہ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ جو دلاوری میں یکتا اور فصاحت میں مردِ روزگار تھے، بول اٹھے:۔

"صاحبو، جس بات کو تم آج ناپسند کرنے لگے ہو، وہی تو ہے جس کے لئے تم نے یہ سفر کیا ہے، اور وہ یہ کہ تم سب شہادت کے خواہش مند ہو۔ ہم مخالفین سے افراد کی تعداد، کثرت اور قوت

کے بل بوتے پر جہاد نہیں کرتے۔ بلکہ ہم اس دین کی سربلندی کے لئے جہاد کرتے ہیں۔ جس کے ذریعہ خدا نے ہمیں سربلندی عطا فرمائی ہے۔ پس اس کا امکان ہے، کہ خدا ہمیں غلبہ عطا فرمادے اور اگر کوئی دوسری صورت پیش آئی، تو وہ شہادت ہی ہوسکتی ہے، اور ہر دو صورتوں میں کوئی صورت بھی بُری نہیں ہے۔"

حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کے ان الفاظ نے مسلمانوں میں ایک تازہ رُوح پھونک دی۔ سُننے والے بیک زبان پکار اُٹھے:۔

"بخدا، ابنِ رواحہ نے بہت صحیح فرمایا ہے"

چنانچہ مسلمان حضرت زیدؓ بن حارثہ کی زیرِ قیادت آگے بڑھے جب بلقاء کی سرحد پر پہنچے، تو دیکھا کہ قریہ مشارف کی وادی میں ہرقل کی رُومی اور عربی فوجیں ڈیرے ڈالے پڑی ہیں۔ ان حالات کے پیشِ نظر مسلمان، موضع موتہ کی وادی کو مشارف سے زیادہ محفوظ سمجھ کر، ادھر ہٹ آئے، پھر معرکہ شروع ہوگیا۔

حضرت زیدؓ بن حارثہ اسلامی عَلم اُٹھائے لشکر کے آگے تھے۔ میمنہ، حضرت قطبہؓ بن قتادہ اور میسرہ حضرت عبایہؓ ابن مالک انصاری کے سپرد تھا۔ جنگ کے شعلے پوری شدت کے ساتھ بھڑک اُٹھے تھے۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ (سپہ سالار) آنحضرت صلعم کا تفویض کردہ عَلم لئے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھس کر بڑی بہادری سے دادِ شجاعت دینے لگے۔ مگر دشمن کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ کچھ پیش نہ جارہی تھی۔ آخر دشمنانِ اسلام کے نرغے میں آگئے، اور

چاروں طرف سے تلواروں اور نیزوں میں گھر کر شہید ہو گئے۔

اِن کی شہادت کے بعد اسلامی عَلم حضرت جعفرؓ بن ابی طالبؓ نے سنبھالا۔ تینتیس (۳۳) سال کے قوی ہیکل نوجوان گھوڑے پر سوار دُشمن کی فوجوں میں دَرّاتے چلے گئے۔ جب آپ ہر طرف سے دُشمن میں گھر گئے، تو گھوڑے سے اُتر پڑے۔ پہلے اس کی کونچیں کاٹیں، پھر تلوار سونت کر چاروں طرف سے یلغار کرتے دُشمن سے نبرد آزما ہو گئے۔ آپ کے اِرد گرد دُشمن کا اس قدر دباؤ تھا کہ آپ پر پے درپے تلواروں کے وار ہو رہے تھے۔ عَلم اسلامی آپ کے دائیں ہاتھ میں تھا۔ اس گھمسان کی جنگ میں دُشمن نے آپ کا دایاں ہاتھ قلم کر دیا۔ حضرت جعفرؓ نے عَلم بائیں ہاتھ میں پکڑ لیا۔ جب وہ بھی کٹ گیا۔ تو عَلم کو بازوؤں میں دبا کر سینے سے چمٹا لیا، اور اسی حالت میں شہید ہو گئے۔ حضرت جعفرؓ کی شہادت کے بعد رائتِ اسلام حضرت عبداللہؓ بن رواحہ نے تھام لیا۔ حتّٰی کہ لڑتے لڑتے آپ بھی شہید ہو گئے۔

لڑائی کا رنگ شروع سے ہی بگڑتا نظر آ رہا تھا۔ اِن کی شہادت سے مسلمان منتشر اور شکستہ دل ہو گئے۔ یہانتک کہ کہیں بھی دو مسلمان یکجا نظر نہ آتے تھے۔ مسلمانوں کے اس انتشار کی وجہ سے مخالفین نے خیال کیا۔ کہ اب مسلمانوں کے پاؤں اُکھڑ چکے ہیں۔ چنانچہ جب دُشمن نے رائتِ اسلام گرتے دیکھا، تو فوراً اِدھر جھپٹے۔ مگر اُن کے پہنچنے سے پہلے حضرت ثابتؓ بن اقرم عجلانی بلوی نے عَلم اُٹھا لیا، اور قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"مسلمانو! اپنے میں سے کسی ایک کی سرداری پر متفق ہو جاؤ"۔

سب نے کہا، کہ آپ ہمارے سردار رہیں۔ یہ سن کر حضرت ثابتؓ نے کہا:۔

"میں یہ کام انجام نہیں دے سکتا۔ تم لوگ خالدؓ بن ولید کی امارت پر اتفاق کر لو۔"

مسلمانوں نے اس رائے سے اتفاق کر لیا، چنانچہ حضرت خالدؓ بن ولید نے جو تقریباً تین ماہ قبل اسلام لائے، اور پہلی بار مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ میں شریک ہوئے تھے، آگے بڑھ کر رائتِ اسلام اپنے ہاتھوں میں لے لیا، تائیدِ ایزدی سے یکایک میدانِ جنگ کا نقشہ بدل گیا۔ حضرت خالدؓ بن ولید نہایت پامردی سے لڑے، اور ایک زبردست جنگی چال سے دشمن کے حوصلے یہاں تک پست کر دیے، کہ رومی فوجوں کو حملہ کرنے کی جرأت نہ رہی۔ مسلمانوں نے دشمن کی اس پست حوصلگی کو دیکھتے ہوئے نہایت وقار و تحمل کے ساتھ مدینہ کی طرف اپنا رُخ پھیر دیا۔ اس دن لڑائی میں حضرت خالدؓ کے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹی تھیں

اِدھر مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجاہدینِ اسلام کی واپسی سے قبل ہی صحابہؓ کو میدان جنگ میں پیش آنے والے واقعات اس تفصیل سے بیان فرمائے۔ جیسے آپ بہ نفسِ نفیس میدان کارزار میں موجود ہوں۔ حضرت زیدؓ کی شہادت کی خبر سناتے ہوئے آپؐ نے فرمایا "جعفرؓ نے علم لیا اور شہید ہو گئے۔" پھر فرمایا "ابنِ رواحہ نے علم لیا اور شہید ہو گئے۔" یہ فرماتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ پھر آپؐ نے فرمایا "سیف من سیوف اللہ نے علم سنبھالا، اور خدا نے مسلمانوں کو فتح دی۔" اسی دن سے حضرت خالدؓ بن ولید کا لقب "سیف اللہ" مشہور ہو گیا۔

جب مسلمان سریہ موتہ سے واپس آئے۔ تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مدینہ منوّرہ سے باہر نکل کر اُن کا استقبال کیا۔ صحیح روایات کے مطابق اس فوج کی خبر حضرت یعلیٰ بن اُمیہؓ لے کر سب سے پہلے آنحضرت صلعم کی خدمت اقدس میں پہنچے۔ حضورؐ نے حضرت یعلیٰؓ کو دیکھتے ہی فرمایا۔ "اگر تم چاہو تو مجھے پہلے اطلاع دو، اور اگر چاہو، تو میں پہلے سب کچھ بتا دوں"۔ انہوں نے عرض کی۔ "اُس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق و صداقت کے ساتھ بھیجا ہے۔ آپؐ نے وہاں کے واقعات میں سے ایک حرف بھی نہیں چھوڑا۔ وہاں کے واقعات بعینہٖ ایسے ہی پیش آئے۔ جیسے حضورؐ نے بیان فرمائے ہیں"۔ اور یہی وجہ ہے، کہ اگرچہ آنحضرت صلعم اس جنگ میں شریک نہ ہوئے تھے۔ پھر بھی اصحابِ حدیث اسے سریہ موتہ کی جگہ غزوہ موتہ لکھتے ہیں۔

غزوہ موتہ میں بعض روایات کے مطابق بارہ ۱۲ اور بعض کے مطابق تیرہ ۱۳ مسلمان شہید ہوئے۔ اور اگر شہداء کی تعداد میں اسلامی سفیر کو بھی شامل کر لیا جائے۔ تو یہ تعداد چودہ ۱۴ ہو جاتی ہے۔ بہر حال ذیل میں پہلے تیرہ ۱۳ شہداء کے اسمائے مبارکہ لکھے جاتے ہیں۔ اِن کے بعد حضرت حارثؓ سفیرِ نبویؐ کا ذکر کیا جائے گا:۔

● حضرت زیدؓ بن حارثہ بن شرجلیل بن کعب بن عبد العزّیٰ

حضرت زیدؓ کی کنیت ابوا سامہ، لقب حبّ رسول (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اور والدہ کا نام سعدیٰ بنتِ ثعلبہ تھا۔ آپکے والد حارثہ کا تعلّق یمن کے ایک نہایت معزز قبیلہ بنو قضاعہ سے تھا، اور والدہ بنی معن سے تھیں۔ جو قبیلہ طے کی ایک شاخ ہے۔

حضرت زیدؓ ابھی بچّے تھے، کہ اپنی والدہ کے ساتھ ننھیال گئے۔ اسی اثنا میں

بنو قین کے سوار، جو غارتگری سے واپس آرہے تھے، حضرت زیدؓ کو خیمہ کے سامنے سے اُٹھا لائے اور غلام بنا کر عکاظ کے بازار میں حکیم بن حزام کے ہاتھ چار سو درہم میں فروخت کر دیا۔ حکیم بن حزام نے انہیں اپنی پھوپھی اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے خدمت میں پیش کیا۔ جن کی وساطت سے حضرت زیدؓ کو سرورِ دو عالم صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی غلامی کا شرف حاصل ہُوا۔ ایسی غلامی، جس پر ہزاروں آزادیاں اور دُنیا بھر کی شاہنشاہیاں قُربان کی جاسکتی ہیں۔

حضرت زیدؓ کے والدین کو ان کی گمشدگی کا جس قدر غم ہُوا ہوگا، وہ ظاہر ہے لیکن تقدیر کے آگے جب کوئی بس نہ چلا، تو ان کے والد اپنے غم کو اشعار کے قالب میں ڈھال کر دل کو تسکین دیتے رہے۔ یہانتک کہ اسی حالت میں ایک عرصہ گزر گیا۔

ایک سال بنی کلب کے چند آدمی حج کے خیال سے مکّہ آئے، تو انہوں نے اس یُوسفِ گُم گشتہ کو دیکھتے ہی پہچان لیا، اور واپس جا کر حضرت زیدؓ کے والد کو اطلاع دی۔ یہ سُنتے ہی حارثہ کی آنکھیں چمک اُٹھیں۔ مگر وفورِ یاس نے یک بیک یقین نہ ہونے دیا۔ زائرین سے کہنے لگے "ربِّ کعبہ کی قسم! کیا وہ میرا ہی نُورِ نظر تھا؟" اِن لوگوں نے جب تفصیل کے ساتھ حضرت زیدؓ کا حُلیہ، جائے قیام اور مربّی کے حالات بیان کئے۔ تو حارثہ اُسی وقت اپنے بھائی کعب بن شرجبیل کو ہمراہ لے کر مکّہ کی طرف چل دئے۔ یہاں پہنچ کر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور بصد منّت و لجاجت عرض کی

"اے ابنِ عبداللہ، اے ابنِ عبدالمطلب، اے اپنی قوم کے رئیس زادہ، تم اہلِ حرم اور اس کے مجاور ہو۔ مصیبت زدوں کی

دستگیری کرتے اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہو۔ ہم تمہارے پاس اس غرض سے آئے ہیں۔ کہ ہمارے لڑکے کو آزاد کرکے ہمیں رہینِ منت بناؤ، زرِ فدیہ جس قدر چاہو، لو۔ ہم بیش قرار معاوضہ دینے کو تیار ہیں۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "وہ کون ہے؟" حارثہ نے عرض کیا "زیدؓ بن حارثہ" رحمۃ للعالمینؐ نے زیدؓ کا نام سنا، تو قدرے توقف کے بعد فرمایا "کیا اس کے سوا تمہاری کوئی اور حاجت نہیں؟" عرض کی "نہیں"۔ ارشادِ رسالتمآبؐ ہوا:۔

"بہتر! زید کو بلا کر اختیار دو، اگر وہ تمہیں پسند کرے، تو وہ تمہارا ہے، اور اگر مجھے ترجیح دے۔ تو خدا کی قسم میں ایسا نہیں ہوں۔ جو اپنے ترجیح دینے والے پر کسی کو ترجیح دوں۔"

حارثہ اور کعب نے اس شرط پر شکریہ کے ساتھ رضامندی کا اظہار کیا۔ چنانچہ حضرت زیدؓ بلائے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔ "تم ان دونوں کو پہچانتے ہو؟" عرض کی۔ "ہاں، یہ میرے باپ اور چچا ہیں۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرعۂ انتخاب حضرت زیدؓ کے ہاتھ میں دیتے ہوئے فرمایا:

"میں کون ہوں؟ اس سے تم واقف ہو۔ میری ہم نشینی کا حال بھی تم کو معلوم ہے، اب تمہیں اختیار ہے، چاہے مجھے پسند کرو یا ان دونوں کو۔"

حضرت زیدؓ کو شہنشاہِ کونینؐ کی غلامی میں جو لطف آیا تھا، اس پر ہزاروں

آزادیاں نثار تھیں۔ عرض کی:-

"مَیں ایسا نہیں ہوں، جو حضورؐ پر کسی کو ترجیح دُوں۔ آپؐ ہی میرے باپ ماں ہیں۔"

حضرت زیدؓ کی اس مخلصانہ وفاشعاری نے ان کے باپ اور چچا کو محوِ حیرت کر دیا۔ تعجب سے کہنے لگے:-

"زید، افسوس، تم آزادی، باپ، چچا اور خاندان پر غلامی کو ترجیح دیتے ہو۔"

حضرت زیدؓ نے فرمایا:-

"ہاں مجھے اس ذاتِ پاک میں ایسے ہی محاسن نظر آتے ہیں۔ کہ مَیں اس پر کسی کو کبھی ترجیح نہیں دے سکتا۔"

حضرت زیدؓ کی اس غیر متزلزل وفاشعاری نے آقائے شفیق کے قلبِ رؤف ورحیم میں دبی ہوئی محبت کی چنگاری کو مشتعل کر دیا۔ محسنِ انسانیتؐ نے خانہ کعبہ میں مقامِ حجر کے پاس حضرت زیدؓ کو لے جا کر اعلان فرمایا:-

"زید، آج سے میرا فرزند ہے، مَیں اس کا وارث ہوں گا، اور وہ میرا وارث ہوگا۔"

اس اعلان سے حضرت زیدؓ کے والد اور چچا کے افسردہ دل گُلِ شگفتہ کی طرح کِھل اُٹھے، اور اپنے لختِ جگر کو اپنے سے ہزاروں درجہ زیادہ شفیق و معزز باپ کی آغوشِ عاطفت میں دے کر بصد اطمینان و مسرت واپس چلے گئے۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اس اعلان کے بعد حضرت زیدؓ، زید بن محمدؐ

کے نام سے زبان زدِ خاص و عام ہوئے یہاں تک کہ جب اسلام کا زمانہ آیا، اور قرآن پاک کی الہامی زبان نے اپنے نسبی آباء کے ساتھ انتساب کی کی ہدایت فرمائی، تو حضرت زیدؓ پھر اپنے باپ کی نسبت سے زیدؓ بن حارثہ مشہور ہوئے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے خلعتِ نبوت و رسالتؐ سے نوازا۔ تو حضرت زیدؓ نے ابتدا ہی میں شرفِ بیعت حاصل کیا۔ مورخین اسلام کا متفقہ فیصلہ ہے۔ کہ حضرت زیدؓ غلاموں میں سب سے پہلے مومن ہیں۔ جب حضرت حمزہؓ ایمان لائے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زیدؓ کا ان سے بھائی چارہ کرادیا۔ اس رشتہ کی بنا پر ان دونوں میں اس قدر محبت ہوگئی تھی۔ کہ حضرت حمزہؓ جب غزوات پر تشریف لے جاتے۔ تو حضرت زیدؓ کو ہی اپنا وصی بنا کر جاتے تھے۔

حضرت اُمّ ایمنؓ، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آیا اور کنیز تھیں، حضورؐ کو نہایت محبوب تھیں۔ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر کوئی شخص کسی جنتی عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ تو اس کو اُمّ ایمنؓ سے نکاح کرنا چاہیئے"۔ حضرت زیدؓ نے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے، ان سے نکاح کر لیا۔ چنانچہ حضرت اُسامہؓ بن زید جو اپنے والد کے بعد حبِّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لقب سے مشہور ہوئے، انہی کے بطن سے مکہ میں پیدا ہوئے۔

حضرت زیدؓ جب مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ پہنچے، تو پیغمبرِ اسلام

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح یہ بھی حضرت کلثومؓ بن الہدم کے مہمان بنے۔ مواخات میں آنحضرت صلعم نے قبیلہ عبدالاشہل کے معزز رئیس حضرت اُسیدؓ بن حضیر اور حضرت زیدؓ کے درمیان رشتۂ اخوت قائم فرما دیا۔ حضرت زیدؓ اب تک خاندانِ نبوت کے ایک فرد کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے۔ لیکن یہاں پہنچ کر حضورؐ نے ان کے لئے ایک علیحدہ مکان مخصوص فرما دیا، اور اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ بنتِ جحش سے نکاح کر دیا۔ اس طرح دراصل یہ دوسرا طرۂ اعزاز و افتخار تھا۔ جو حضرت زیدؓ کے دستارِ فضل پر نصب ہوا۔ لیکن یہ رشتہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکا۔ جانبین کے نسبی و خاندانی عدم توازن نے دونوں کی سطحِ مزاج میں نشیب و فراز پیدا کر دیا۔ حضرت زیدؓ نے حضور رسالتمآبؐ میں گھریلو ناگواریوں کی بار بار شکایت کی، اور بالآخر یہ ناموافقت طلاق پر ختم ہوئی۔ انقضائے عدت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینبؓ کی دلجوئی کے لئے خود نکاح کرنا چاہا۔ مگر چونکہ زمانۂ جاہلیت کی رسومات کا اثر باقی تھا، جن کے تحت متبنٰی کو حقیقی بیٹے کا درجہ حاصل تھا۔ اس لئے منافقین کے اعتراض کا خیال وجۂ تامل ہوا قرآنِ حکیم میں بہت پہلے یہ نازل ہو چکا تھا:۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ ۔ (الاحزاب: آیت ۴۰)	محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم مردوں میں سے کسی کے بھی باپ نہیں ہیں ؛

اور:۔

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ	مومنو! اپنے پالکوں کو ان کے اصلی باپوں کے

اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰہِ ج (الاحزاب - آیت ۵)

نام سے پکارا کرو۔ خدا کے نزدیک یہی بات درست ہے۔

چنانچہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کے دل سے یہ خطرہ نکال دیا، اور دُوسری طرف چونکہ حکمِ الٰہی ہو چکا تھا، اور اب کوئی امر مانع نہ رہا تھا، اس لئے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت زیدؓ کو نکاح کا پیام دے کر حضرت زینبؓ کے پاس بھیجا۔ حضرت زینبؓ نے پیام سُن کر کہا:۔

"جب تک خدا کی طرف سے کوئی حکم نہ آئے، مَیں کچھ نہیں کر سکتی۔"

پھر اس آیت کے نزول نے حضرت زینبؓ کو امہات المومنین میں داخل فرما دیا:۔

فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْھَا وَطَرًا زَوَّجْنٰکَھَا۔ (الاحزاب - آیت ۳۷)

پھر جب زید اُس (عورت) سے بے تعلقی کر چکا (یعنی طلاق دے دی اور عورت کی عدّت بھی پُوری ہو گئی) تو ہم نے تمہارے ساتھ اُس (عورت) کا نکاح کر دیا۔

چنانچہ اس کے بعد حضرت زیدؓ اپنے والد حارثہ کی نسبت سے زیدؓ بن حارثہ مشہور ہوئے۔

حضرت زیدؓ تیر اندازی میں حد درجہ کمال رکھتے تھے۔ اِن کا شمار ان مشاہیر صحابہؓ میں ہوتا تھا، جو اس فن میں اپنی نظیر آپ تھے۔ غزوہ بدر سے سریہ موتہ تک جس قدر اہم ترین معرکے پیش آئے، سب میں حضرت زیدؓ نہایت پامردی و شجاعت کے ساتھ شریکِ کارزار ہوئے۔ غزوہ مریسیع کے موقع پر آنحضرت صلعم

نے انہیں مدینہ میں اپنی جانشینی کا فخر بھی بخشا تھا جس کی وجہ سے حضرت زیدؓ اس غزوہ میں شریک نہ ہو سکے تھے۔

مشہور معرکوں کے علاوہ اکثر چھوٹی چھوٹی مہمیں حضرت زیدؓ کی سپہ سالاری میں سر ہوئیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جس فوج کشی میں حضرت زیدؓ شریک ہوتے تھے۔ اس میں امارت کا عہدہ انہی کو عطا ہوتا تھا۔ اس طرح حضرت زیدؓ نو ۹ دفعہ سپہ سالار بنائے گئے۔ ان کی پہلی مہم سریہ قردہ تھی۔ جس میں غنیم کو انہوں نے نہایت کامیابی سے شکست دی، اور بہت سے مال غنیمت کے علاوہ دشمن کے رہبر فرات بن حیّان عجلی کو بھی گرفتار کر لائے۔

ربیع الثّانی ۶ھ میں بنی سلیم کی سرکوبی پر مامور ہوئے۔ اس مہم میں حضرت زیدؓ مالِ غنیمت اور قیدیوں کو لے کر بڑے کامیاب واپس لوٹے۔ اسی سال انہوں نے ایک سو ستر ۱۷۰ سواروں کے ساتھ قریش کے ایک قافلۂ تجارت پر یلغار کی اور مقام عیص میں پہنچ کر ایسا کامیاب چھاپہ مارا، کہ مال و اسباب سمیت اہلِ قافلہ کو گرفتار کر کے مدینہ لے آئے۔ انہی قیدیوں میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے داماد ابو العاص بن الرّبیع بھی تھے۔ جنہوں نے حضرت زینبؓ بنتِ رسولُ اللہ صلّی علیہ وآلہ وسلّم کی پناہ حاصل کر کے خلاصی پائی۔

رمضان المبارک ۶ھ میں جب کہ حضرت زیدؓ ایک اسلامی کاروانِ تجارت کے ساتھ شام جا رہے تھے۔ کہ بنی بدر کی ایک رہزن و غارت پیشہ جماعت نے تمام قافلہ لوٹ لیا اور مسلمانوں کو سخت اذیتیں پہنچائیں۔ حضرت زیدؓ جو بمشکل اپنی جان بچا کر واپس مدینہ پہنچے تھے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حکم سے

اسی قبیلہ کی سرکوبی پر مامور ہوئے۔ چنانچہ آپ مسلمانوں کی ایک جمعیت کے ساتھ دن کو چھپتے اور رات کو یلغار کرتے ہوئے اچانک ان ڈاکوؤں پر جا ٹوٹے، اور انہیں قرار واقعی سزا دے کر واپس مدینہ آئے۔ کہتے ہیں کہ جب حضرت زیدؓ نے اس مہم میں اپنی کامیابی کی اطلاع دینے کے لئے آستانۂ نبوت پر دستک دی۔ تو نبئ کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جس حالت میں تھے، اسی حالت میں باہر تشریف لائے اور جوشِ مسرّت سے حضرت زیدؓ کو گلے لگالیا، اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔

غزوہ موتہ میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے تین ہزار مجاہدین پر آپ کو امیر بنا کر بھیجا۔ تاکہ شرحبیل بن عمرو غسّانی سے سفیرِ اسلام حضرت حارثؓ بن عمیر الازدی کے قتل کا انتقام لیا جاسکے۔ اس جمعیّت میں حضرت جعفرؓ بھی تھے۔ انہیں قطعی یہ خیال نہ تھا کہ آنحضرت صلعم امارت کا طغرائے امتیاز حضرت زیدؓ کے سینہ پر آویزاں فرمائیں گے۔ حضرت جعفرؓ نے دربارِ رسالتؐ میں اس بات کا اظہار بھی کیا۔ لیکن آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا:۔

"اس کو جانے دو، تم نہیں جان سکتے، کہ بہتر کیا ہے؟"

حضرت زیدؓ دشمن کی کثیر تعداد کی پروا کئے بغیر اس پر حملہ آور ہوئے۔ اور پاپیادہ دشمن کی صفوں میں گھس گئے۔ ان کے اتباع میں دوسرے سرفروشان فوج نے بھی ہلّہ بول دیا، اور دیر تک گھمسان کی جنگ ہوتی رہی۔ اسی حالت میں نیزہ کے ایک وار نے آقائے نامدار صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے محبوب غلام حضرت زیدؓ کو شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

صفر ۱۱ھ میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت زیدؓ کی شہادت

کا انتقام لینے کے لئے ان کے بیٹے حضرت اُسامہؓ بن زید کو، جو ابھی کمسن تھے، ایک جمعیّت کے ساتھ مامور فرمایا۔ بعض لوگوں نے حضرت اُسامہؓ کی سیادت پر ناپسندیدگی ظاہر کی۔ آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا، تو فرمایا:۔

"تم لوگ پہلے جس طرح اس کے باپ کی سرداری پر طعن و طنز کرتے تھے، اسی طرح اب اس کی امارت کو ناپسند کرتے ہو۔ خدا کی قسم، زید سزاوارِ امارت اور محبوب ترین شخص تھا، اور اس کے بعد اُسامہ مجھ کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔"

یہ فوج ابھی روانہ نہیں ہوئی تھی، کہ آفتابِ رسالت و نبوّتؐ غروب ہو گیا۔ لیکن خلیفۂ اوّل حضرت ابُوبکر صدیقؓ نے ہجومِ مصائب اور گوناگوں صعوبات کے باوجود اس لشکر کی روانگی کا حکم دیا، اور حضرت اُسامہؓ اپنے والدِ ماجد کے قاتلوں سے انتقام لے کر غیر معمولی کامیابی کے ساتھ مدینہ واپس آئے۔

حضرت زیدؓ کے صحیفۂ اخلاق میں وفاشعاری کا باب سب سے نمایاں ہے۔ آپ اپنے آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خوشنودی کا بیحد خیال رکھتے تھے۔ آپ کا مقصدِ حیات آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی رضامندی کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ جس پر آپ پوری زندگی عمل پیرا رہے۔ آپ کو محسنِ انسانیت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بھی اس قدر محبوب جانتے تھے، کہ حضرت عائشہؓ صدیقہ کی روایت کے مطابق اگر حضرت زیدؓ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بعد زندہ رہتے، تو حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ان کو اپنا جانشین بناتے۔

حضرت زیدؓ کو اسلام سے اس قدر محبت تھی، کہ عین اُس وقت جب کہ آپ یقینی موت کے مُنہ میں تھے۔ آپ نے ارکانِ دین کی ادائیگی کے لئے بے انتہا خواہش کا اظہار فرمایا جس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ظالم کے پنجہ سے چھٹکارا دلا دیا۔ الاستیعاب کے بیان کے مطابق ایک دفعہ حضرت زیدؓ نے مکّہ سے طائف تک کے لئے خچّر کرایہ کیا۔ خچّر والا ڈکیتی پیشہ تھا۔ وہ آپ کو ایک سنسان جنگل میں لے گیا۔ جہاں لاشیں ہی لاشیں پڑی تھیں۔ وہ جب آپ کو قتل کرنے لگا۔ تو آپ نے اُس سے دوؔ رکعت نماز پڑھنے کی اجازت مانگی اُس نے اجازت دے دی، مگر ساتھ ہی کہا۔ کہ جن لاشوں کو تُو دیکھ رہا ہے۔ یہ بھی نمازیں پڑھنے والے ہی تھے، میرے ہاتھ سے تو کوئی بھی نہ بچا" حضرت زیدؓ نے نماز پڑھی، اور تینؔ بار یا ارحم الراحمین کہا۔ حضرت جبرئیلؑ آئے، اور اُنھوں نے ڈکیت کو قتل کر دیا۔

حضرت زیدؓ نے بعمر تقریباً چونؔ ۵۴ یا پچپنؔ ۵۵ سال غزوہ موتہ میں مرتبۂ شہادت حاصل کیا، اور حضرت اُسامہؓ بن زید اپنی یادگار چھوڑے۔ اِن کے علاوہ ایک لڑکا زید بن زید اور ایک لڑکی رقیہؓ بھی تھی۔ لیکن یہ دونوں بچپن میں ہی انتقال کر گئے تھے۔

حضرت زیدؓ کی شہادت کے وقت کی عمر کو صحیح مان کر اگر اُس مدّت کا تعیّن کیا جائے، جو اُنھوں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت اقدس میں گزاری، تو یقیناً اس لحاظ سے حضرت زیدؓ تمام صحابہؓ پر سبقت لے جاتے ہیں۔ اور بلاشُبہ حضرت زیدؓ اپنی زندگی میں آنحضرت صلعم کی خدمت گزاری

کی بنا پر صحابہؓ کے نزدیک قابلِ رشک رہے ہوں گے۔ ایک اندازے کے مطابق حضرت زیدؓ تقریباً چھتیس ۳۶ سال تک پیغمبرِ انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں رہے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

● حضرت جعفرؓ بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصیٰ القرشی الہاشمی

آپ کی کنیت ابو عبد اللہ اور والدہ کا نام فاطمہ تھا۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابنِ عم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حقیقی بڑے بھائی تھے۔

حضرت جعفرؓ کے اسلام لانے کے متعلق مورخین نے لکھا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک روز حضرت علیؑ کے ساتھ مشغولِ عبادت تھے۔ کہ خاندانِ ہاشم کے سردار ابو طالب نے اپنے دو ۲ عزیزوں کو بارگاہِ ربّ کعبہ میں سربسجود دیکھا، تو دل پر خاص اثر ہوا۔ چنانچہ اپنے صاحبزادے حضرت جعفرؓ کی طرف دیکھ کر کہا "جعفر، تم بھی اپنے ابنِ عم کے ساتھ ایک پہلو میں کھڑے ہو جاؤ" حضرت جعفرؓ نے تعمیلِ حکم کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بائیں طرف کھڑے ہو کر نماز ادا کی، اِن کو خدائے لایزال کی عبادت و پرستش میں کچھ ایسا لطف آیا، کہ بہت جلد نبیٔ آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانثاروں میں شامل ہو گئے۔ جس وقت حضرت جعفرؓ ایمان لائے۔ اُس وقت تک خانۂ ارقم تبلیغ اسلام کا مرکز بنا تھا نہ ابھی مسلمانوں کی تعداد تیس ۳۰ بتیس ۳۲ سے تجاوز ہوئی تھی۔ اس لحاظ سے حضرت جعفرؓ قدیم الاسلام تھے۔

مشرکین قریش کی ستم آرائیوں سے تنگ آکر جب مسلمانوں نے آنحضرت صلعم

کے حکم پر دوسری بار حبشہ کی طرف ہجرت کی، تو حضرت جعفرؓ بھی معہ اپنی اہلیہ محترمہ کے اس قافلہ میں شامل ہو گئے۔ لیکن یہاں بھی قریش نے سکون سے بیٹھنے نہ دیا۔ اُنہوں نے نجاشی کے دربار میں گرانقدر تحائف کے ساتھ ایک وفد بھیجا۔ جس نے شاہِ حبشہ کے درباریوں کو اپنی تائید پر آمادہ کر کے نجاشی سے درخواست کی کہ:-

"ہماری قوم کے چند ناسمجھ نوجوان اپنے آبائی مذہب سے برگشتہ ہو کر آپ کے ملک میں چلے آئے ہیں۔ اُنہوں نے ایک ایسا نرالا مذہب ایجاد کیا ہے۔ جس کو پہلے کوئی جانتا تک نہ تھا۔ ہم کو ان کے بزرگوں نے اور رشتہ داروں نے بھیجا ہے، کہ آپ اِن لوگوں کو ہمارے ساتھ واپس کر دیں۔"

درباریوں نے بھی بڑی شدّ و مد کے ساتھ قریشِ مکہ کے اس مطالبہ کی تائید کی۔ اس پر شاہ حبشہ نے مسلمانوں کو بلا کر پوچھا کہ:-

"وہ کونسا مذہب ہے، جس کے لئے تم لوگوں نے اپنا خاندانی مذہب چھوڑ دیا؟"

مسلمانوں نے بادشاہ سے گفتگو کرنے کے لئے اپنی طرف سے حضرت جعفرؓ کو منتخب کیا۔ چنانچہ حضرت جعفرؓ نے نجاشی کے اس سوال کے جواب میں ایک مدلّل اور پُر اثر تقریر کی۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ:-

"اے بادشاہ! ہم جہالت میں مبتلا تھے۔ بُتوں کو پوجتے، نجاست سے آلودہ رہتے، مُردار کھاتے اور بیہودہ بکا کرتے تھے، ہم میں

انسانیت، ہمدردی اور سچی دیانداری کا نشان تک نہ تھا ہمسایہ کی کوئی رعائت تھی نہ کوئی قاعدہ قانون تھا، کہ ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ایک بزرگ کو مبعوث فرمایا جس کے حسب و نسب، سچائی و دیانتداری، تقویٰ اور پاکیزگی سے ہم خوب واقف تھے۔ اُس نے ہم کو توحید کی دعوت دی، اور سمجھایا، کہ اُس اکیلے خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ جانیں۔ اُس نے ہم کو پتھروں کی پوجا سے روکا۔ اُس نے فرمایا، کہ ہم سچ بولا کریں، گناہوں سے دُور رہیں اور بُرائیوں سے بچیں۔ اُس نے حکم دیا، کہ ہم نماز پڑھا کریں صدقہ دیا کریں، اور روزے رکھا کریں۔ ہماری قوم ہم سے ان باتوں پر بگڑ بیٹھی ہے۔ قوم نے جہانتک ہو سکا، ہم کو ستایا تاکہ ہم خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرنا چھوڑ دیں اور لکڑی و پتھر کی مورتوں کی پوجا کرنے لگ جائیں۔ ہم نے ان کے ہاتھوں بہت ظلم اور تکلیفیں اُٹھائی ہیں، اور جب مجبور ہو گئے، تب آپ کے ملک میں پناہ لینے کے لئے آئے ہیں۔"

شاہِ حبش نے حضرت جعفرؓ کی تقریرِ دلپذیر سننے کے بعد کہا "تمہارے نبیؐ پر جو کتاب نازل ہوئی ہے، اُس کا جو حصّہ تمہیں یاد ہو، پڑھ کر سناؤ۔"

حضرت جعفرؓ نے سُورۂ مریمؑ کی چند آیات تلاوت کیں، جنہیں سُن کر نجاشی پر ایک کیفیت طاری ہو گئی۔ بولا:۔

"یہ کلام اور وہ کلام جو حضرت عیسیٰؑ لے کر آئے۔ دونوں ایک ہی

شمعدان سے نکلے ہوئے ہیں۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تو وہی رسولؐ ہیں۔ جن کی خبر یسوع مسیحؑ نے دی تھی۔ اللہ کا شکر ہے، کہ مجھے اس رسولؐ کا زمانہ ملا۔"

پھر نجاشی نے قریش کے سفیروں سے مخاطب ہو کر کہا:۔

"واللہ میں ان کو کبھی واپس نہ جانے دوں گا۔"

مگر سفرائے قریش یوں ٹلنے والے نہ تھے۔ وہ اسلام اور بانیٔ اسلام سے اس درجہ بغض و کینہ رکھتے تھے، کہ بہرصورت مسلمانوں کو واپس لے جانے پر اُدھار کھائے بیٹھے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ایک دفعہ پھر کوشش کرتے ہوئے دربار میں حاضر ہو کر عرض کی:۔

"اے بادشاہ! آپ کچھ یہ بھی جانتے ہیں، کہ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق ان لوگوں کا کیا خیال ہے؟"

نجاشی نے جواب دینے کے لیے مسلمانوں کو بلایا۔ اس پر ان کو سخت تشویش ہوئی، کہ کیا جواب دیں۔ حضرت جعفرؓ نے کہا، جو کچھ بھی ہو۔ خدا اور اس کے رسولؐ نے جو کچھ بتایا ہے۔ ہم اس سے سرِمو بھی انحراف نہ کریں گے۔ غرض دربار میں پہنچے، تو نجاشی نے پوچھا:۔

حضرت عیسیٰؑ کی نسبت تمہارا کیا اعتقاد ہے؟

حضرت جعفرؓ نے جواب دیا:۔

"ہم ان کو خدا کا بندہ، پیغمبر اور اس کی روح مانتے ہیں۔"

یہ جواب سن کر نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا:۔

"واللہ جو کچھ تم نے کہا، عیسیٰؑ بن مریمؑ اس سے اس تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں ہیں۔"

اِس پر دربار کے پادری، جو حضرت عیسیٰؑ کے متعلق ابن اللہ کا عقیدہ رکھتے تھے، اس قدر برہم ہوئے، کہ اُن کے نتھنوں سے خرخراہٹ کی آوازیں آنے لگیں۔ لیکن نجاشی نے کچھ پرواہ نہ کی، غرض قریش کی سفارت کو ناکام واپس لوٹنا پڑا۔

حضرت جعفرؓ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ہجرت کے چھ سال بعد تک حبشہ میں ہی رہے۔ ۷ھ میں حضرت جعفرؓ حبشہ سے مدینہ آئے۔ یہ وہ زمانہ تھا، کہ خیبر فتح ہو گیا تھا، اور مسلمان اس کی خوشی منا رہے تھے۔ مسلمانوں کو اپنے ان دور افتادہ بھائیوں کی واپسی کی دوہری مسرّت ہوئی۔ حضرت جعفرؓ جب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سامنے آئے۔ تو حضورؐ نے انہیں گلے سے لگایا، اور پیشانی چوم کر فرمایا:۔

"میں نہیں جانتا، کہ مجھ کو جعفرؓ کے آنے سے زیادہ خوشی ہوئی یا خیبر کی فتح سے۔"

حضرت جعفرؓ کی واپسی کو ابھی ایک سال بھی گزرنے نہ پایا تھا، کہ اُن کے امتحان کا وقت آ گیا۔ جمادی الاوّل ۸ھ میں جب موتہ پر فوج کشی ہوئی۔ تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فوج کا عَلَم حضرت زیدؓ بن حارثہ کو عطا کر کے فرمایا:۔

"اگر زیدؓ شہید ہوں، تو جعفرؓ اور اگر جعفرؓ بھی شہید ہوں، تو عبداللہؓ بن رواحہ

اس جماعت کے امیر ہوں گے"

حضرت جعفرؓ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی قرابت اور مخصوص تعلقات کی بنا پر متوقع تھے۔ کہ شرفِ امارت انہی کو حاصل ہوگا۔ اس لئے انہوں نے کھڑے ہو کر حضورِ رسالتمآبؐ میں عرض کی:۔

"یا رسولؐ اللہ! میرا کبھی یہ خیال نہ تھا۔ کہ آپؐ زیدؓ کو مجھ پر امیر بنائیں گے"

ارشادِ نبوتؐ ہوا:۔

"اس کو جانے دو، تم نہیں جان سکتے، کہ بہتری کس میں ہے"

موتہ پہنچ کر معرکۂ کارزار گرم ہوا۔ تین ہزار غازیانِ اسلام کے مقابلہ پر غنیم کا ایک لشکرِ جرار تھا۔ امیرِ عسکر حضرت زیدؓ بن حارثہ جب شہید ہوئے تو عَلَم حضرت جعفرؓ نے سنبھال لیا۔ لڑائی کی شدت عروج پر تھی، کہ آپ گھوڑے سے اُتر کر دشمن کی صفوں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھے۔ دشمن کا ہر طرف سے دباؤ بڑھ رہا تھا۔ تیغ و تیر اور تیر وسنان کی بارش ہو رہی تھی۔ یہانتک کہ حضرت جعفرؓ کا تمام بدن چھلنی ہو گیا۔ یکے بعد دیگرے دونوں ہاتھ شہید ہو گئے، مگر اسلام کے اس عظیم فرزند نے عَلَمِ توحید کو دونوں کٹے ہاتھوں سے دبا کر سینے سے لگائے رکھا، اور سرنگوں نہ ہونے دیا۔ بالآخر اسی حالت میں جب شہید ہو گئے، تو حضرت عبداللہؓ بن رواحہ اور ان کی شہادت کے بعد حضرت خالدؓ بن ولید نے عَلَم ہاتھ میں لیا اور تائیدِ ایزدی مسلمانوں کو بچا لائے۔

حضرت عبداللہؓ بن عمر بھی اس معرکہ میں شریک تھے۔ فرماتے ہیں، کہ میں نے

حضرت جعفرؓ کی لاش کو تلاش کر کے دیکھا، تو صرف سامنے کی طرف پچاس ۵۰ زخم تھے۔ تمام بدن پر زخموں کا شمار کیا، تو نوے ۹۰ سے بھی زائد نکلے۔ لیکن اُن میں سے کوئی زخم بھی پُشت پر نہ تھا۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن)

میدانِ جنگ میں جو کچھ ہو رہا تھا۔ خدا کے حکم سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سامنے تھا۔ چنانچہ میدانِ جنگ سے خبر آنے سے پہلے ہی حضورؐ نے حضرت جعفرؓ کی شہادت کا حال بیان فرما دیا۔ ان کی شہادت کی خبر دیتے وقت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری تھے اور رُخِ اقدس پر حُزن وملال کے آثار نمایاں تھے۔

حضرت جعفرؓ کی اہلیہ محترمہ حضرت اسماءؓ بنت عمیس فرماتی ہیں:۔

"میں آٹا گوندھ چکی تھی، اور بچّوں کو نہلا دھلا کر کپڑے پہنا رہی تھی، کہ پیغمبرِ اسلام صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تشریف لائے اور فرمایا "جعفرؓ کے بچّوں کو لاؤ" میں نے اُن کو حاضرِ خدمت کیا۔ تو حضورؐ نے آبدیدہ ہو کر پیار فرمایا۔ میں نے عرض کی۔ میرے ماں باپ فدا ہوں۔ حضورؐ آبدیدہ کیوں ہیں؟ کیا جعفرؓ اور اُن کے ساتھیوں کے متعلق کوئی اطلاع آئی ہے۔ فرمایا "ہاں! وہ شہید ہو گئے"۔ یہ سُن کر میں چلّانے لگی۔ محلّہ کی عورتیں میرے ارد گرد جمع ہو گئیں۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تشریف لے گئے، اور ازواجِ مطہراتؓ سے فرمایا، کہ آلِ جعفرؓ کا خیال رکھنا۔ آج وہ ہوش میں نہیں ہیں"۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو حضرت جعفرؓ کی دائمی جدائی کا عرصہ تک

شدید غم رہا۔ یہانتک کہ رُوح الامین نے یہ بشارت دی۔ کہ خدا نے جعفرؓ کو دو۲ کٹے ہوئے بازوؤں کے بدلہ میں دو نئے بازو عنائت کئے ہیں۔ جن سے وہ ملائکہ جنت کے ساتھ مصروفِ پرواز رہتے ہیں ——— چنانچہ اسی بشارت کی بناء پر حضرت جعفرؓ کا لقب ذوالجناحین اور طیارؓ ہوگیا۔

حضرت جعفرؓ نہایت کشادہ دست اور فیّاض تھے۔ غرباء و مساکین کو کھانا کھلانے میں ان کو خاص لُطف آتا تھا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اسی خصوصیّت کی وجہ سے ان کو ابوالمساکین کے نام سے یاد فرمایا کرتے تھے۔

حضرت جعفرؓ کے فضائل و مناقب کا پایہ بہت بلند تھا۔ خود آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرمایا کرتے :-

"جعفرؓ! تم میری صُورت اور سیرت دونوں میں مجھ سے مشابہ ہو"

مزید ارشاد فرمایا :-

"مجھ سے پہلے جس قدر نبی گزرے ہیں، ان کے ساتھ سات۷ رفیق دئے گئے تھے۔ لیکن میرے رُفقائے خاص کی تعداد چودہ۱۴ ہے، اِن میں ایک حضرت جعفرؓ بھی ہیں"

حضرت جعفرؓ نے تین۳ صاحبزادے یادگار چھوڑے۔ جو ان کی اہلیہ حضرت اسماءؓ بنتِ عمیس کے بطن سے تھے۔ اِن میں سے صرف عبداللہ سے نسل چلی۔ باقی دو۲ بیٹوں کا نام محمد اور عوف تھا۔

● ——— حضرت عبداللہؓ بن رواحہ بن ثعلبہ بن امراءالقیس

آپ کی کنیت ابو محمد اور لقب شاعرِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تھا،

حضرت عبداللہؓ کی والدہ کبشہ بنت واقد بن عمرو خاندانِ حارث بن خزرج سے تھیں۔ جو حضرت عبداللہؓ کا پدرِ اعلیٰ تھا۔

حضرت عبداللہؓ لیلۃ العقبہ میں مشرف باسلام ہوئے، اور بنو حارثہ کے نقیب بنائے گئے۔ مواخات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہؓ اور حضرت مقدادؓ بن اسود کندی میں رشتۂ اخوت قائم فرمایا۔

حضرت عبداللہؓ غزوہ بدر میں شریک تھے، اور غزوہ کے خاتمہ پر اہلِ مدینہ کو فتح کی خوشخبری آپ نے ہی سنائی تھی۔ حدیبیہ اور بیعت رضوان میں بھی موجود تھے۔ (بعض مورخین نے فتح بدر کی خوشخبری سنانے کا واقعہ حضرت زیدؓ بن حارثہ سے منسوب کیا ہے۔ واللہ اعلم)

ابو رافع یہودی کے بعد اُسیر بن رزام کو اہلِ یہود نے اپنا سردار بنا لیا تھا۔ اُسیر نے حضور سرورِ دو عالم صلعم سے جنگ کرنے کے لئے بنی غطفان اور دیگر قبائل کو اپنی حمایت پر آمادہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب ان حالات کا علم ہوا۔ تو حضورؐ نے شوال ۶ھ میں حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کو حالات کی تحقیق کے لئے روانہ فرمایا۔ واپس آکر حضرت عبداللہؓ نے خبر دی، کہ واقعہ صحیح ہے۔ اس پر حضور پُرنور صلعم نے انہی کو تیس ۳۰ آدمیوں کے ساتھ خیبر روانہ فرمایا۔ کہ وہ زبانی گفتگو کے لئے اُسیر کو ساتھ لے آئیں۔

حضرت عبداللہؓ خیبر جا کر اُسیر سے ملے اور کہا، کہ ہم کو امان دو، تم سے ایک بات کہنے آئے ہیں۔ اُسیر نے کہا، کہیے۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو تمہارے پاس بھیجا ہے، اور آپؐ کا ارادہ ہے، کہ تم کو خیبر کا

رئیس بنا دیں۔ لیکن اس کے لئے تمہارا خود مدینہ چلنا ضروری ہے، غرض وہ رضامند ہوگیا، اور تیس[3] یہودیوں کو لے کر حضرت عبداللہؓ[4] کے ساتھ ہولیا۔ ایک ایک اونٹ پر دو دو آدمی سوار تھے یعنی ایک مسلمان اور ایک یہودی۔ راستہ میں اہلِ یہود کی نیت میں فتور آگیا۔ اُسیر اور حضرت عبداللہؓ ایک اونٹ پر سوار تھے۔ اُسیر نے بدنیتی سے دو دفعہ تلوار چلانی چاہی، مگر ہر بار حضرت عبداللہؓ نے درگزر کیا۔ جب تیسری بار اُسیر نے یہی حرکت کی، تو طرفین میں جنگ چھڑ گئی۔ اور مسلمانوں نے دھوکہ بازی کے جرم میں سب کی گردنیں اُڑا دی۔ اس طرح وہ طوفان دب کر رہ گیا، جو اُسیر یہودی کے دل میں مسلمانوں کے خلاف اُٹھ رہا تھا۔

فتح خیبر کے بعد پھلوں کا تخمینہ کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان ہی کو روانہ فرمایا تھا۔

عمرۃ القضا میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اونٹ پر سوار مکہ میں داخل ہوئے، تو حضرت عبداللہؓ اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ (ترجمہ)

۱ - اِن کے راستے سے ہٹ جاؤ۔ کیونکہ تمام بھلائیاں انہی کے ساتھ ہیں۔

۲ - ہم نے تم کو قرآن کی تاویل اور تنزیل پر مارا ہے، جس سے سر دھڑ سے الگ ہوگئے ہیں۔

۳ - دوست دوستی بھول گئے ہیں، خدایا، مَیں آنحضرت صلعم کے اقوال پر ایمان رکھتا ہوں۔

حضرت عمرؓ نے یہ اشعار سن کر کہا، آہستہ! خدا کے حرم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کے رُوبرو شعر پڑھتے ہو۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا:۔

"عمرؓ! مَیں سُن رہا ہُوں۔ خُدا کی قسم ان کا کلام کفّار پر تیر و نشتر کا کام کرتا ہے۔"

اس کے بعد آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا۔ کہ تم یہ کہو:۔

لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ، نصر عبدہٗ و اعز جندہٗ

وھزم الاحزاب وحدہٗ

حضرت عبداللہؓ بن رواحہ نے اسی طرح کہا۔ تو تمام صحابہؓ نے آواز ملا کر اس کو ادا کیا۔ جس سے مکّہ کی پہاڑیاں گُونج اُٹھیں۔

جمادی الاوّل ۸ھ میں غزوہ موتہ ہُوا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے بصریٰ کے رئیس کے پاس ایک نامہ مبارک بھیجا تھا۔ راستہ میں موتہ کے مقام پر وہاں کے امیر غسّانی نے اسلامی سفیر کو قتل کر دیا۔

جب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی، تو آپؐ نے اسلامی سفیر کے قتل کا قصاص لینے کے لئے حضرت زیدؓ بن حارثہ کی زیر امارت تین ہزار مجاہدین موتہ روانہ فرمائے۔ لشکرِ اسلام کی روانگی کے وقت حضورؐ نے فرمایا کہ زیدؓ قتل ہو جائیں، تو جعفرؓ امیر لشکر ہوں گے۔ اور ان کے بعد ابنِ رواحہؓ، اور اگر وہ بھی قتل ہو جائیں، تو جس کو مسلمان مناسب سمجھیں امیر بنا لیں۔

لشکر تیار ہُوا، تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ثنیۃ الوداع تک خود مشایعت کی۔ رُخصت کے وقت اہلِ مدینہ نے یک زبان ہو کر لشکر کی کامیابی اور سلامت واپس آنے کی دُعا کی۔ حضرت عبداللہؓ یہ سُن کر رو پڑے۔ لوگوں

نے رونے کا سبب پُوچھا کہنے لگے، مجھے دُنیا کی محبّت نہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے سُنا ہے۔کہ:۔

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۚ[1] (سُورۂ مریم: آیت ۷۱)

اِس بناء پر یہ فکر ہے، کہ مَیں جہنّم میں داخل ہو کر نکل بھی سکوں گا؟ سب نے تسکین دی، اور کہا، کہ خدا آپ سے پھر ملا دے گا۔ اس وقت حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے فرمایا:۔

”میرا سوال تو رحمٰن سے یہ ہے، کہ سر پر ایسی چوٹ لگے، جو کھوپڑی کو توڑ ڈالے، نیزہ اور تلوار میرے دل وجگر کو چھید ڈالیں، خدا میری مغفرت کرے، اور میری لاش کو دیکھ کر لوگ کہیں شاباش غازی خُوب کام کر گیا“

بہر حال ادھر مدینہ سے لشکرِ اسلام روانہ ہُوا، اُدھر دُشمن کو خبر ہو گئی ہرقل نے ایک لاکھ لشکرِ جرّار کے علاوہ دیگر قبائل کو بھی اپنی حمایت پر جمع کر لیا مسلمانو نے شام پہنچ کر مقام معان پر دو رات قیام کیا، اور دُشمن کی کثرت کے پیشِ نظر یہ رائے قرار پائی، کہ آنحضرت صلعم کو صُورتِ حال کی اطلاع دے کر مزید کمک بھیجنے کی درخواست کرنی چاہیئے مسلمانوں کی اس پریشانی کو دیکھتے ہوئے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے مجاہدین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

”اَے لوگو! تم تو شہادت کی طلب میں نکلے ہو، اور آج اُسی کو مکروہ

---

[1] اور (یاد رکھو) تم میں کوئی نہیں جو اس منزل (یعنی جہنّم) سے گزرنے والا نہ ہو۔ ایسا کرنا تمہارے پروردگار نے ضروری ٹھہرا لیا، یہ ایک طے شدہ فیصلہ ہے:

سمجھتے ہو؟ ہم تعداد اور قوت کے بھروسے پر نہیں لڑتے، دین کے لئے لڑتے ہیں، دو نیکیوں میں سے ایک بہر صورت ہمارے لئے ضرور ہے، فتح یا شہادت۔"

حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کے اِن الفاظ سے مجاہدین کے سینوں میں جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت کروٹیں لینے لگا۔ چنانچہ اسلامی لشکر نے معان سے چل کر موتہ میں پڑاؤ ڈالا۔ جہاں مشرکین سے مقابلہ شروع ہو گیا۔ مسلمان صرف تین ۳ ہزار تھے، اور مشرکین کی طرف آدمیوں کا جنگل نظر آتا تھا۔ میدان کا رزار گرم ہوا۔ پہلے زیدؓ ابن حارثہ نے گھوڑے سے اُتر کر آتشِ جنگ مشتعل کی، اور دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہید ہو گئے، پھر حضرت جعفرؓ نے علم اسلام اُٹھایا، اور نہایت بہادری سے لڑتے ہوئے شہادت حاصل کی۔ ان کے بعد حضرت عبداللہؓ بن رواحہ یہ رجز پڑھتے ہوئے بڑھے:۔

"اے نفس اگر قتل نہ ہوا، تو بھی مرے گا، اگر آج باقی ہے تو آئندہ فوت ہوگا، یا عافیت کی درازی میں تیری آزمائش ہوگی اس لئے موت کے حوض خالی ہو رہے ہیں، اور جو تیری تمنا تھی، مل رہی ہے"

پھر کہا:۔

"اے نفس! بیوی، بچے اور مکان کا خیال فضول ہے۔ وہ سب آزاد ہیں، مکان اللہ اور رسولؐ کا ہے۔"

چنانچہ دل کو سمجھا کر جھنڈا اُٹھایا، اور نیزہ لے کر حملہ کیا۔ اسی اثناء میں ایک کافر نے اس زور سے نیزہ مارا، کہ دونوں لشکروں کے درمیان بچھڑ گئے۔

چہرہ پرخون ملا، اور پکارے "مسلمانو! اپنے بھائی کے گوشت کو بچاؤ۔" یہ سنتے ہی تمام مسلمان حضرت عبداللہ رضؓ بن رواحہ کو گھیرے میں لے کر مشرکین پر ٹوٹ پڑے، اسی اثناء میں حضرت عبداللہ رضؓ کی رُوحِ اطہر ملاء اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی کے ذریعہ سے ایک ایک پل کی خبریں مل رہی تھیں، اور آپؐ مجمع کے سامنے بیان فرما رہے تھے۔ حضرت جعفر رضؓ کی خبر بیان فرما کر خاموش ہوگئے۔ انصار حضورؐ کی خاموشی سے سمجھ گئے، کہ شاید حضرت ابنِ رواحہ رضؓ شہید ہوئے۔ تھوڑی دیر سکوت کے بعد بادیدۂ پرنم فرمایا۔ کہ "پھر ابنِ رواحہ رضؓ نے شہادت پائی۔" یہ خبر سنتے ہی انصار نے شہید ملت حضرت ابنِ رواحہ رضؓ کی وصیت کے مطابق آہ وزاری اور نالہ و فریاد کرنے کی بجائے صرف حقیقی حزن و ملال پر اکتفا کیا۔

حضرت عبداللہ رضؓ بن رواحہ ایک دفعہ بیہوش ہوگئے تھے۔ بہن نے جن کا نام عمرہ تھا، نوحہ کیا، کہ ہائے میرا پہاڑ، ہائے ایسا، ہائے ویسا، تو جب افاقہ ہُوا، تو بہن سے فرمانے لگے۔ کہ جو کچھ تم کہہ رہی تھیں۔ مجھ سے اس کی تصدیق کرائی جاتی تھی، کہ کیا تم ویسے تھے؟ اس بناء پر انتقال پر سب نے صبر کیا۔ صحیح بخاری میں ہے۔ کہ "جب انہوں نے شہادت پائی، تو نوحہ اور بین نہیں کیا گیا۔"

آپ کے فضل و کمال میں دو چیزیں یعنی کتابت اور شاعری قابلِ ذکر ہیں۔

آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاتب تھے لیکن یہ معلوم نہیں کہ

لکھنا کب سیکھا تھا؟ شاعری میں مشہور تھے، اور دربارِ رسالتمآبؐ کے شاعر تھے۔ کُفر پر مشرکین کو عار دلانا ان کا خاص موضوع تھا، صاحب اسد الغابہ کے بیان کے مطابق :۔

"دربارِ نبویؐ کے شُعراء حسان بن ثابتؓ، کعبؓ بن مالک اور عبداللہ بن رواحہؓ تھے، حضرت کعبؓ بن مالک کافروں کو لڑائی سے ڈراتے حسانؓ حسب نسب پر چوٹ کرتے، اور حضرت عبداللہؓ بن رواحہ اِن کو کُفر کا عار دلایا کرتے تھے۔"

حضرت ابنِ رواحہؓ شعر فی البدیہہ بھی کہہ سکتے تھے۔ ایک روز مسجد نبویؐ کی طرف نکلے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جماعت صحابہؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ ان کو بُلایا اور فرمایا مشرکین پر کچھ کہو۔ چنانچہ اس ارشاد پر حضرت عبداللہؓ نے کچھ فی البدیہہ اشعار کہے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے سُن کر فرمایا "خدا تم کو ثابت قدم رکھے۔"

حضرت عبداللہؓ نہایت زاہد وعابد تھے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں :۔

"خدا عبداللہؓ بن رواحہ پر رحم کرے۔ وہ اُنہی مجلسوں کو پسند کرتے تھے، جن پر فرشتے فخر کرتے ہیں۔"

جوشِ جہاد سے ہر وقت لبریز رہتے۔ غزوہ بدر سے لے کر غزوہ موتہ تک ایک غزوہ بھی ترک نہ ہُوا تھا۔ اسماء الرّجال کے مصنّفین حضرت عبداللہؓ کے اسی ذوق وشوق کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں :۔

"یعنی عبداللہؓ غزوہ میں سب سے پیشتر جاتے اور سب سے پیچھے واپس ہوتے تھے۔"

اطاعت رسولؐ حضرت عبداللہؓ کی جزوِ ایمان اور حبِّ رسولؐ آپ کی زندگی کا توشہ تھا۔ آپ آنحضرت صلعم کی نعت میں شعر کہا کرتے تھے، اور یہ بھی عشقِ رسولؐ کا کرشمہ تھا۔ ایک شعر بہت ہی اچھا ہے، اور وہ یہ ہے:۔

"اگر آپؐ میں کھلی ہوئی نشانیاں نہ بھی ہوں جب بھی آپؐ کی صورت خبر (رسالت) دینے کے لئے کافی ہے۔"

● حضرت وہبؓ بن سعد بن ابی سرح بن حارث بن حبیب

حضرت وہبؓ کے اسلام لانے کا زمانہ متعین نہیں۔ البتہ یہ ضرور ہے۔ کہ سرزمینِ مکہ میں ہی مشرّف باسلام ہو چکے تھے۔ قبولِ اسلام کے بعد مدینہ ہجرت کی اور حضرت کلثومؓ بن ہدم کے یہاں ٹھہرے۔ مواخات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے آپ کو اور حضرت سویدؓ بن عمرو کو رشتۂ اخوّت میں منسلک کر دیا۔

مدینہ آنے کے بعد غزوہ اُحد، خندق اور حدیبیہ غرضیکہ تمام معرکوں میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ہمرکاب رہے۔

سریہ موتہ جمادی الاوّل ۸ھ میں حقِ مذہب ادا کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر چالیس سال کے لگ بھگ تھی۔

● حضرت سویدؓ بن عمرو

مواخات میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت سویدؓ اور حضرت وہبؓ بن سعد کے درمیان رشتۂ اخوّت قائم فرمایا تھا۔ حضرت سویدؓ سریہ موتہ

میں شریک ہوئے، اور اسی میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ آپ نے اپنے اسلامی بھائی حضرت وہبؓ بن سعد کے ساتھ زندگی میں بھی رفاقت کی اور موت میں ان کا ساتھ دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

● حضرت سراقہؓ بن عمرو بن عطیہؓ بن خنساء

آپ کی والدہ کا نام عتیلہ بنت قیس بن زعورا بن حرام تھا۔ اور نسبی تعلّق انصار کے قبیلہ بنو نجّار سے تھا۔ غزوہ بدر و اُحد، خندق اور خیبر وغیرہ میں ہمرکابِ مصطفویؐ تھے۔ غزوہ موتہ میں شرکت کی، اور دیگر انصار کے ساتھ جامِ شہادت نوش کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

● حضرت عبادہؓ بن قیس بن زید بن اُمیّہ

آپ کا تعلّق انصار کے قبیلہ خزرج سے تھا۔

آپ غزوہ بدر، اُحد، خندق اور حدیبیہ میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہمرکاب تھے۔ آپ نے جمادی الاوّل ۸ھ کی جنگ موتہ میں شرکت کی، اور اسی روز شہید ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

● حضرت مسعودؓ بن سوید بن حارثہ بن نضلہ

آپ کی والدہ کا نام عاتکہ بنتِ عبداللہ بن نضلہ تھا۔ آپ بنوعدی کے اُن ستّر اشخاص میں سے ہیں جنہوں نے ہجرت کی تھی۔ آپ قدیم الاسلام تھے۔ غزوہ موتہ میں جامِ شہادت نوش کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

● حضرت جابرؓ بن ابی صعصعہ بن زید المازنی

● ابو کلابؓ بن ابی صعصعہ بن زید المازنی :۔ آپ دونوں حقیقی بھائی ہیں

آپ کے ایک بھائی کا نام قیس تھا۔ جنہیں غزوہ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج ساقہ کا سردار بنایا تھا۔ ایک بھائی جن کا نام حارث تھا۔ جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے۔

آپ دونوں بھائیوں نے غزوہ موتہ میں شریک ہو کر مرتبۂ شہادت حاصل کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● حضرت عبادؓ بن قیس بن عبسہ

حضرت عبادؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج سے تھا۔ آپ اپنے بھائی سُبیع بن قیس کے ساتھ غزوہ بدر میں شریک تھے۔

جمادی الاوّل ۸ھ میں غزوہ موتہ میں شرکت کی، اور شہید ہوئے۔

● حضرت مسعودؓ بن الاسود بن حارثہ

آپ حضرت مسعودؓ بن سوید کے چچازاد تھے۔ بیعت رضوان میں شامل تھے۔ غزوہ موتہ میں شرکت کی اور شہادت پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● حضرت ہوبحہؓ بن بحیر بن عامر الضبی

آپ جمادی الاوّل ۸ھ میں جنگ موتہ میں شریک ہوئے، اور اسی روز مرتبۂ شہادت حاصل کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

ذیل میں اسلامی سفیر حضرت حارثؓ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جن کے قتل کا انتقام لینے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موتہ پر لشکر کشی کا حکم فرمایا تھا۔

● حضرت حارثؓ بن عمیر ازدی

حضرت حارثؓ کا نسبی تعلق قبیلہ ازد سے تھا۔ آپ فتح مکہ سے قبل اسلام لائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حاکمِ بصریٰ یا شام کی طرف ایک نامہ گرامی لکھا۔ حضرت حارثؓ کو اس خط کے پہنچانے کی خدمت سپرد ہوئی۔ یہ خط لے کر آپ مقام موتہ پہنچے تھے۔ کہ شرحبیل بن عمرو الغسّانی سے ملاقات ہوگئی۔ اُس نے پوچھا۔ کہاں جا رہے ہو؟ حضرت حارثؓ نے کہا، شام۔ شرحبیل نے کہا، تم کسی کے قاصد معلوم ہوتے ہو۔ حضرت حارثؓ نے کہا، ہاں رسولؐ اللہ کا قاصد ہوں۔ یہ سن کر اُس نے حضرت حارثؓ کی مشکیں کسوا کر قتل کر دیا۔ حضرت حارثؓ تاریخِ اسلام میں سب سے پہلے قاصد ہیں۔ جنہوں نے خدا کی راہ میں جامِ شہادت نوش کیا۔ آپ کے علاوہ کوئی اسلامی سفیر قتل نہیں ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو جب حضرت حارثؓ کی شہادت کی خبر ملی۔ تو آپؐ کو سخت صدمہ ہوا۔ اور حضرت حارثؓ کے خون کا انتقام لینے کے لئے حضرت زیدؓ بن حارثہ کی زیر سرکردگی تین ہزار مجاہدین پر مشتمل ایک لشکر روانہ فرمایا۔ جو مقام موتہ پر ہرقل کے ٹڈی دَل سے نبرد آزما ہوا۔ اسی سریہ میں حضرت زیدؓ بن حارثہ، حضرت جعفرؓ طیّار اور حضرت ابنِ رواحہؓ جیسے جلیل القدر صحابہؓ شہید ہوئے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نہم

قریشِ مکہ اور مشرکینِ عرب

کی

اسلام دشمنی کا دمِ آخر

اسلام کی حقانیت اور آفاقیت

کا

نقطۂ عروج

غزوہ فتح مکہ، غزوہ حنین و اوطاس اور غزوہ طائف
کے اسباب و نتائج

اور

شہدائے کرام کے اسمائے طیبہ

نام غزوہ	تاریخِ وقوع	تعدادِ شہداء
غزوہ فتح مکہ (الفتح الاعظم)	۱۰ رمضان المبارک ۸ھ مطابق یکم جنوری ۶۳۰ء	دو ۲ مسلمان
غزوہ حنین (یا اوطاس یا ہوازن)	شوال ۸ھ مطابق جنوری، فروری ۶۳۰ء	سات ۷ مسلمان
غزوہ طائف	"	تیرہ ۱۳ مسلمان
شہدائے مشاہدِ مختلفہ	—	دس ۱۰ مسلمان

غزوہ فتح مکہ ـــــ غزوہ الفتح الاعظم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قریش مکہ کے درمیان جو معاہدہ مقامِ حدیبیہ پر ذیقعد ۶ھ (مطابق مارچ ۶۲۸ء) میں طے پایا تھا۔ اُس معاہدہ کی طے شدہ شرائط میں یہ بھی تھا۔ کہ فریقین دس سال تک اس معاہدہ کے پابند رہیں گے اور جو قبیلہ فریقین میں سے جس کا حلیف بننا چاہے، اُسے ایسا کرنے کی اجازت ہوگی، اور دوسرا فریق مسلمانوں یا قریش کے معاہد قبیلہ سے نہیں اُلجھے گا۔ بریں بنا بنو بکر قریشِ مکہ اور بنو خزاعہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے معاہدۂ ذمہ داری میں داخل ہوگئے تھے۔ چنانچہ دو سال تک تو اس معاہدہ پر عمل ہوتا رہا۔ مگر ۸ھ میں عکرمہ بن ابو جہل نے اپنے معاہد قبیلہ بنو بکر کو مسلمانوں کے معاہد قبیلہ بنو خزاعہ کے خلاف جنگ پر اُبھارا۔ اس اشتعال پر بنو بکر کی ایک جماعت بنو نفاثہ نے قریش کے سرداروں سے خزاعہ کے مقابلہ کے لئے آدمیوں اور ہتھیاروں کی مدد مانگی۔ مشرکینِ مکہ نے معاہدہ حدیبیہ کو پسِ پشت ڈالتے ہوئے اپنے چہروں پر نقابیں ڈال کر بنو خزاعہ کے خلاف جنگ میں بنو بکر کی امداد کی۔

اس حادثہ کے بعد خزاعہ کے سردار عمرو بن سالم خزاعی معہ اپنے قبیلہ کے چالیس آدمیوں کے دربارِ رسالت ؐ تک اپنی فریاد پہنچانے کے لئے مدینہ منورہ پہنچے۔ اُس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ ؓ کے درمیان

مسجدِ نبوی میں تشریف فرما تھے۔ عمرو بن سالم خزاعی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، اور اپنی فریاد فی البدیہہ اشعار کی صورت میں پیش کرتے ہوئے عرض کی :۔

"اے میرے پروردگار! میں حضرت محمدؐ کو اس عہد پر مطلع کرنا چاہتا ہوں۔ جو ہمارے اور ان کے آباؤ اجداد کے درمیان پہلے طے پایا تھا۔ جو ایک ہی گھرانہ کے افراد تھے۔ اے محمدؐ! اُس وقت آپؐ بچے تھے۔ اور ہم آپؐ سے (عُمر میں) بڑے تھے۔ پھر ہم اسلام لے آئے اور اس بیعت سے ہاتھ نہیں کھینچا ــــ آپؐ ہماری مدد فرمائیں اور خدا کے دُوسروں بندوں کو ہماری مدد کے لئے بلائیں ــــ کُفّار نے ہمیں پریشانیوں اور مصیبتوں میں مبتلا کر دیا اور ہم پر نگرانی قائم کر دی۔ انہیں یہ خیال ہوگا۔ کہ ہم کسی کو اپنی امداد کے لئے نہ بلا سکیں گے حالانکہ وہ نہایت درجہ ذلیل و خوار اور گنتی میں بہت کم ہیں۔ اُنہوں نے نمازِ تہجد کے موقع پر ہم پر شبخون مارا، اور رکوع و سجود کی حالت میں ہم کو قتل کیا۔"

یہ سُن کر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں، اور آپؐ نے فرمایا "اے عمرو بن سالم تمہاری ضرور مدد کی جائے گی"۔ ایک دُوسری روایت میں ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا "اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں ان کا ایسا دفاع کروں گا۔ جیسا خود اپنی جان اور اپنے اہلِ بیت کا کرتا ہوں"۔ پھر آپؐ نے عمرو بن سالم اور اُن کے رُفقاء کو حکم دیا، کہ "تم ابھی واپس چلے جاؤ، اور پہاڑوں کی گھاٹیوں میں الگ الگ چھپ جاؤ"۔

اس کے بعد آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے قریش مکّہ کے پاس قاصد بھیجا اور مندرجہ ذیل تین شرطیں پیش کیں۔ کہ ان میں سے کوئی منظور کی جائے:۔

اوّل یہ کہ بنو خزاعہ کے مقتولین کا خون بہا ادا کراؤ۔ دوم بنو بکر کی امداد سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ سوم معاہدہ حدیبیہ کی تنسیخ کا اعلان کر دو۔

قریش مکّہ نے اس پیغام کے جواب میں کہلا بھیجا۔ کہ "صرف تیسری شرط منظور ہے"۔ قریش نے تاؤ میں آکر یہ جواب بھیج تو دیا۔ مگر بہت جلد انہیں احساس ہو گیا، کہ معاہدہ کی منسوخی کا اعلان کر کے غلطی کی ہے۔ چنانچہ قریش نے فوری طور پر اپنے رئیس ابوسفیان بن حرب کو تجدیدِ عہد کے لئے مدینہ روانہ کیا۔ ابوسفیان نے یہاں پہنچ کر معاہدہ کی تجدید کے لئے بڑے جتن کئے۔ مگر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس کی درخواست پر کوئی توجہ نہ فرمائی۔

سیرت نگاروں نے لکھا ہے۔ کہ مدینہ پہنچ کر ابوسفیان اپنی بیٹی یعنی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زوجۂ مطہرہ، حضرت اُمِّ حبیبہؓ کے پاس گیا۔ جب وہ آنحضرت صلعم کے مبارک بستر پر بیٹھنے لگا۔ تو اُمّ المومنین حضرت اُمِّ حبیبہؓ نے بستر لپیٹ دیا۔ اس پر ابوسفیان نے کہا "بیٹی، میں نہیں سمجھ سکا، کہ تو نے اس بستر پر مجھے ترجیح دی ہے یا مجھ پر اس بستر کو"۔ اُمّ المومنینؓ نے جواب میں فرمایا:۔

"یہ جنابِ رسولؐ اللہ کا بستر ہے، تم مشرک اور ناپاک ہو۔ اس لئے مجھے اچھا معلوم نہ ہوا، کہ تم جنابِ رسولؐ اللہ کے بستر پر بیٹھو"۔

یہ سُن کر ابوسفیان وہاں سے چلا آیا۔

ابوسفیان تجدیدِ عہد کے لئے اس قدر پریشان تھا۔ کہ وہ باری باری سب

صحابہ کرام رضؓ کے پاس گیا۔ مگر سب نے آنحضرت صلعم کی خاموشی کے پیشِ نظر ایک ہی جواب دیا۔ کہ وہ اس بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی سفارش کرنے سے معذور ہیں۔ اسی تگ و دو میں ابو سفیان حضرت فاطمۃ الزہرا رضؓ کی خدمت میں بھی اس پیشکش کے ساتھ حاضر ہوا۔ کہ اگر امام حسن رضؓ، جو اگرچہ ابھی کمسن ہیں۔ تاہم صرف ہماری امداد کا وعدہ ہی کر دیں، تو ہم انہیں آج ہی عرب کا سردار تسلیم کر لیں گے۔ مگر حضرت فاطمۃ الزہرا رضؓ نے انکار کر دیا، اور فرمایا، کہ بچے ایسے معاملات میں کیسے بول سکتے ہیں۔ غرضیکہ ابو سفیان کو ہر طرف سے مایوسی و ناکامی کا سامنا تھا۔

اُدھر ابو سفیان مدینہ میں تجدیدِ عہد کی کوششوں میں مصروف تھا، اور ادھر مکہ والوں نے اس کی واپسی میں تاخیر کے سبب یہ مشہور کرنا شروع کر دیا، کہ ابو سفیان نے اپنا دین چھوڑ کر خفیہ طور پر اسلام قبول کر لیا ہے۔ لیکن واقعہ یہ تھا، کہ ابو سفیان نے اپنا دین ترک کیا تھا نہ آنحضرت صلعم کا اتباع اختیار کیا تھا۔ بلکہ ان دنوں میں وہ مسلسل تجدیدِ عہد کے لئے کوشش کرتا رہا تھا۔ بہر حال جب وہ باوجود ہزار کوشش کے کامیاب نہ ہو سکا۔ تو خود ہی مسجد میں جا کر تجدیدِ عہد کا یک طرفہ اعلان کر گئے مکہ لوٹ آیا۔

مکہ واپس پہنچ کر جب ابو سفیان نے قریش کو تمام حالات سے آگاہ کیا، تو مشرکین مکہ اس تذبذب میں پڑ گئے۔ کہ ابو سفیان کے اس یک طرفہ اعلان کو صلح سمجھیں یا جنگ اہلِ مکہ ابھی اسی گو مگو کی حالت میں تھے۔ کہ آنحضرت صلعم نے ۱۰ رمضان المبارک ۸ھ کو دس ہزار صحابہ رضؓ کے ساتھ روزے کی حالت میں مکہ کی طرف کوچ فرمایا، اور مقام کدید پر پہنچ کر روزہ افطار کیا، پھر اس مقام سے چل کر جب مر الظہران پہنچے، تو

فوج کو پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا۔ اس غزوہ میں ازواجِ مطہرات میں سے حضرت اُمِّ سلمہؓ اور حضرت میمونہؓ آنحضرت صلعم کے ہمراہ تھیں۔

غزوہ مکہ میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے پوری رازداری سے کام لیا تھا۔ آپؐ کی خواہش تھی۔ کہ اہلِ مکہ آپؐ کے ارادے سے بالکل بیخبر رہیں۔ سو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایسا ہی انتظام فرما دیا، کہ مشرکینِ مکہ کو قطعی اطلاع نہ ہوئی۔ یہانتک کہ اسلامی لشکر مکہ معظمہ کی سرحد پر پہنچ گیا۔ اس ضمن میں البتہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ سے یہ لغزش ضرور ہوئی۔ کہ اُنھوں نے اہلِ مکہ پر احسان دھرنے اور اپنے عزیز و اقارب کو بچانے کے خیال سے ایک خط کے ذریعہ آنحضرت صلعم کی تیاری کی اطلاع اہلِ مکہ کو دے دی تھی۔ مگر اس غلطی کے فوری ازالہ کا اہتمام اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا، کہ آنحضرت صلعم کو بذریعہ وحی اس کی اطلاع ہو گئی۔ آنحضرت صلعم نے اُسی وقت حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ کو حضرت حاطبؓ کی قاصدہ مزینہ کنود کے تعاقب میں روانہ فرمایا۔ قاصدہ راستے میں پکڑی گئی، اور خط اُس سے چھین لیا گیا۔ حضرت حاطبؓ کا یہ فعل اگرچہ منشائے نبوّتؐ کے خلاف تھا۔ تاہم رحمۃ للعالمینؐ نے انہیں معاف فرما دیا۔

مقام مرالظہران پر قیام کے دوران آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حکم دیا۔ کہ ہر شخص اپنی علیحدہ آگ روشن کرے۔ جب فوج نے اس ارشاد کی تعمیل میں الگ الگ آگ روشن کی، تو تمام صحرا چمک اُٹھا۔ اہلِ مکہ نے صحرا کے طول و عرض میں اس قدر آگ جلتی دیکھ کر تحقیق کے لئے ابوسفیان بن حرب، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقہ کو بھیجا۔ یہ لوگ جب مقامِ مرالظہران پر پہنچے، تو لشکر دیکھ کر

گھبرا گئے۔ وہ ابھی حقیقت حال کی ٹوہ لگا ہی رہے تھے، کہ خیمہ نبویؐ کے دربانوں کی نظر ان پر پڑ گئی۔ جنہوں نے ان لوگوں کو گرفتار کر لیا۔ حضرت عباسؓ اُس وقت گشت پر تھے۔ اُنہوں نے دربانوں اور ابوسفیان کے درمیان سوال وجواب سُن کر ابُوسفیان کی آواز پہچان لی۔ چنانچہ وہاں پہنچے، اور ابوسفیان کو اپنے ساتھ "خچر" پر سوار کر کے امان لینے کی غرض سے خیمۂ نبویؐ کی طرف چل پڑے۔ حضرت عمرؓ کو بھی اس واقعہ کی اطلاع ہو گئی۔ آپ بھی دربارِ رسالتؐ میں پہنچ گئے، اور ابُوسفیان کے قتل کی اجازت چاہی۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ابوسفیان کو دربارِ رسالتؐ میں صُبح حاضر کرنے کا حکم دیا۔ دُوسرے دن جب ابوسفیان کو خدمتِ اقدس میں پیش کیا گیا، تو ابوسفیان مُحسنِ اعظم صلعم کے خُلقِ عظیم سے متأثر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ ابوسفیان کے قبول اسلام کے بعد حضرت عباسؓ نے دربارِ نبوّتؐ میں عرض کی۔ یارسولؐ اللہ! ابوسفیان ایک بڑائی پسند آدمی ہیں۔ اس لئے اگر آپؐ انہیں ان کی قوم میں کوئی نمایاں امتیاز فرمادیں تو مناسب ہوگا۔ ارشادِ نبوّت ہُوا۔ "اچھا (اعلان کر دیں) جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا۔ اس کو امن دے دیا جائے گا۔ جو شخص مسجد حرام میں پناہ لے گا۔ وہ بھی امن میں رہے گا، جو اپنے گھر کے دروازے بند کر کے بیٹھ رہے گا، وہ بھی مامون رہے گا"

پھر حضورؐ نے حضرت عباسؓ کو حکم دیا، کہ ابوسفیان کو کسی ایسی جگہ کھڑا کرو، جہاں سے وہ افواجِ الٰہی کے جلال کا نظّارہ کر سکے۔ حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کو ایک تنگ گھاٹی میں پہاڑ کی چوٹی پر بٹھا دیا، اور مختلف قبائلی لشکر ان کے سامنے

سے گزرنے شروع ہوئے۔ وہ پوچھتے جاتے تھے، اور حضرت عباسؓ ان کو بتاتے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ سب سے آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے سبز پوش دستے کے ساتھ گزرے۔ جو مہاجرین وانصار صحابہؓ پر مشتمل سراسر اسلحہ میں غرق تھا۔ ابوسفیان کی زبان سے بے اختیار سبحان اللہ نکلا، اور حضرت عباسؓ سے کہا۔ "اے ابوالفضلؓ واقعی تمہارے بھتیجے کی بڑی حکومت اور شان ہو گئی ہے"۔ حضرت عباسؓ نے جواب دیا۔ "اے ابوسفیان یہ سب نبوتؐ کی طاقت ہے"۔

انصار کا علم سعدؓ بن عبادہ کے ہاتھ میں تھا۔ وہ جب ابوسفیان کے سامنے آئے تو کہا۔ آج جنگ کا دن ہے۔ آج خدا نے خونریزی حلال کر دی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کی خبر ہوئی۔ تو فرمایا، کہ عبادہؓ نے غلط کہا۔ آج کا دن کعبہ کی عظمت کا دن ہے۔ آج خدا نے قریش کو صحیح عزت دی ہے۔ یہ بات چونکہ حضورؐ کو ناگوار گزری تھی۔ اس لئے اسلامی علم حضرت سعدؓ سے لے کر ان کے بیٹے حضرت قیسؓ بن سعد کو دے دیا۔

اس کے بعد ابوسفیان بعجلت مکہ گیا، اور بلند آواز سے پکارا۔ "اے قریش! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آ گئے، اور کسی کو ان سے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے"۔ اس پر ابوسفیان کی بیوی ہند بنتِ عتبہ نے غصہ میں اس کی مونچھ پکڑی اور چلائی "اے بنی کنانہ! اس کمبخت کو قتل کر دو۔ یہ کیا بک رہا ہے"۔ لوگ جمع ہو گئے۔ ابوسفیان نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اس وقت ان باتوں سے کچھ نہ ہو گا۔ کوئی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ جو میرے گھر میں داخل ہو، اس کو امن ہے۔ جو مسجد حرام میں داخل ہو، اس کو امن ہے، اور جو

اپنا دروازہ بند کرلے، اُس کو بھی امن ہے۔ یہ سُن کر لوگ بھاگے، کوئی مسجد کی طرف گیا، اَور کوئی اپنے گھر کی طرف۔

مکّہ پہنچ کر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حکم دیا۔ کہ عَلمِ نبویؐ مقام حجون پر نصب کیا جائے۔ حضرت خالدؓ بن ولید کو حکم دیا، کہ وہ فوجوں کے ساتھ بالائی حصّہ سے آئیں، اور باقی دستے مختلف اطراف سے مکّہ میں داخل ہوں۔ نقیب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اس حکم کی منادی کرنے لگے، کہ جو شخص ہتھیار ڈال دے گا ابوسفیان کے ہاں پناہ لے گا یا دروازہ بند کردے گا۔ اُسے امان دی جائے گی۔ تاہم قُریش کے ایک گروہ نے حضرت خالدؓ کے دستہ کی مزاحمت کی، اور ان پر تیر برسائے جس سے دو۲ اصحابؓ شہید ہو گئے۔ اپنے دفاع پر مجبور ہو کر حضرت خالدؓ نے بھی حملہ کیا۔ قُریش تیرہ۱۳ لاشیں چھوڑ کر راہِ فرار اختیار کر گئے۔ یہ جھڑپ اگرچہ منشائے نبوّتؐ کے خلاف تھی، تاہم جب آنحضرت صلعم کو حقیقتِ حال کا علم ہُوا، تو آپؐ نے فرمایا "قضائے الٰہی یہی تھی" حقیقت یہ ہے، کہ دفاعی سیاست کی اس سے بہتر اَور پاکیزہ تریں مثال تاریخِ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔

مکّہ معظّمہ میں فاتحانہ داخلہ کے وقت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اُونٹ پر سوار تھے۔ آپؐ کے ساتھ آپؐ کے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ بن حارثہ کے فرزند حضرت اسامہؓ بن زید بیٹھے تھے۔ آپؐ اُس وقت سُورۂ فتح تلاوت فرما رہے تھے حضورؐ اسی شانِ عبُودیّت کے ساتھ سیدھے خانہ کعبہ پہنچے اَور خلیلؑ بُت شکن کے بنائے ہُوئے اس گھر کو تین صد ساٹھ۳۶۰ بُتوں سے پاک کیا۔ حضورؐ چھڑی سے بُت توڑتے جاتے اور ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے:۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝ حق آیا اور باطل چلا گیا۔ بیشک باطل جانے کے لئے تھا۔ (سورۃ بنی اسرائیل۔ آیت ۸۱)

پھر کعبہ کی دیواروں کو تمام تصاویر سے صاف کیا۔ طوافِ کعبہ کے بعد کلید بردارِ کعبہ عثمان بن طلحہ سے کلیدِ کعبہ لے کر دروازہ کھلوایا۔ حضرت بلالؓ اور حضرت طلحہؓ کی ہمراہی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ کے اندر داخل ہوئے۔ چاروں کونوں میں اللہ اکبر کہا، اور نماز ادا فرمائی۔ پھر آپؐ نے کلیدِ کعبہ واپس عثمان کو دیتے ہوئے فرمایا:۔

"تم سے کلیدِ کعبہ وہ لے گا، جو ظالم ہو گا"

اس اثناء میں عمائدینِ مکہ جو مسلسل اکیس ۲۱ برس تک حضور پُرنور صلعم اور اہلِ اسلام کو ایذائیں دیتے رہے تھے۔ کعبہ کے باہر جمع ہو چکے تھے۔ حضورؐ نے اہلِ مکہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"ایک خدا کے سوا اور کوئی خدا نہیں۔ اُس کا کوئی شریک نہیں۔ اُس نے اپنے بندہ کی مدد کی، اور تمام جتھوں کو تنہا توڑ دیا۔ ہاں تمام مفاخر، تمام انتقاماتِ خون بہائے قدیم، تمام خون بہا سب میرے قدموں کے نیچے ہیں۔ صرف حرمِ کعبہ کی تولیت اور حجاج کی آب رسانی اس سے مستثنےٰ ہے۔"

"اے قومِ قریش! اب جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار خدا نے مٹا دیا۔ تمام لوگ آدمؑ کی نسل سے ہیں، اور آدمؑ مٹی سے بنے ہیں۔"

پھر قرآنِ حکیم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ	لوگو! ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا،
ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا	اور تمہارے قبیلے اور خاندان بنائے کہ آپس
وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۭ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ	میں ایک دوسرے سے پہچان لئے جاؤ، لیکن خدا
عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ	کے نزدیک شریف وہ ہے، جو زیادہ پرہیزگار
عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝ (سورۃ الحجرات۔ آیت ۱۳)	ہو، خدا دانا اور واقف کار ہے۔

خطبہ کے بعد آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مجمع کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

"تم کو معلوم ہے؟ میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں"

مشرکین نے جواب دیا:۔

"تو شریف بھائی ہے اور شریف برادر زادہ ہے"

ارشادِ نبوتؐ ہوا:۔

"تم پر کچھ الزام نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو"

جب ظہر کی اذان کا وقت آیا، تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت بلالؓ کو بامِ کعبہ پر چڑھ کر اذان دینے کا حکم دیا۔ اس وقت کچھ قریشِ مکّہ دینِ اسلام کی فتحِ مبین کا یہ عجیب و غریب منظر پہاڑوں کی چوٹیوں سے دیکھ رہے تھے اور زیادہ سردارانِ قریش حرم کے اندر بیٹھے آنحضرت صلعم کے ارشادات سُن رہے تھے۔

نماز سے فارغ ہو کر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مقامِ صفا میں ایک بلند مقام پر تشریف فرما ہوئے، اور خطبہ دیا۔ لوگ قبولِ اسلام کے لئے جوق در جوق آتے اور آپؐ کے دستِ مبارک پر بیعت کرتے۔ مردوں کے بعد مستورات نے بیعت کی۔ ان عورتوں میں ہند بنت عتبہ بھی تھی جس نے غزوہ احد میں حضرت

امیر حمزہؓ کا کلیجہ چبایا تھا۔

ارباب سیرؔ کی تصریح کے مطابق آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اگرچہ اہل مکّہ کو امان بخش دی تھی۔ تاہم دسؔ ایسے اشخاص تھے۔ جن کے قتل کا حکم دیا گیا۔ ان میں ساتؔ خلوص دل سے مسلمان ہوگئے، باقی تینؔ قتل ہوئے۔ ان میں دوؔ مرد اور ایک عورت تھی یعنی عبداللہ بن خطل، مقیس بن صبابہ اور ابن خطل کی لونڈی قریبہ۔ پہلے دونوں خونی مجرم تھے، اور قصاص میں قتل کئے گئے۔ عورت مکّہ کی ایک مغنّیہ تھی، جو آنحضرت صلعم کی ہجو میں گیت گایا کرتی تھی۔

غزوہ فتح مکّہ میں دوؔ مسلمان یعنی حضرت کرزؓ بن جابر الفہری اور حضرت خبیشؓ بن اشعر شہید ہوئے۔ جن کے حالات درج ذیل ہیں:۔

حضرت کرزؓ بن جابر بن حسیل فہری

آغاز اسلام میں قریش کا بچّہ بچّہ مسلمانوں کا دشمن تھا، اور توحید کے متوالوں کو مقدور بھر تکلیف پہنچانے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ حضرت کرزؓ بھی قریش مکّہ کی اس روش عام سے مستثنیٰ نہ تھے۔ مدینہ سے تینؔ میل کے فاصلہ پر کوہ جمار کے قریب مسلمانوں کے اونٹ چرا کرتے تھے۔ حضرت کرزؓ نے ۲ھ میں چھاپہ مار کر انہیں لوٹ لیا۔ آنحضرت صلعم کو جب اس کی اطلاع ہوئی۔ تو آپؐ نے وادیٔ صفوان تک حضرت کرزؓ کا تعاقب کیا۔ مگر کرزؓ بچ کر نکل آئے۔

اس واقعہ کے کچھ دنوں بعد حضرت کرزؓ نے اسلام قبول کر لیا۔

۶ھ میں قبیلہ عرینہ کے اٹھارہؔ آدمی مدینہؔ آکر مشرف باسلام ہوئے۔ اور یہیں مقیم ہوگئے۔ چند دنوں کے بعد انہوں نے دربار رسالتؐ میں حاضر ہو کر

عرض کی، کہ مدینہ کی آب و ہوا ہمیں موافق نہیں ہے۔ اس لئے ذی الجدر میں رہنے
اور اُونٹوں کا دُودھ وغیرہ پینے کی اجازت بخشی جائے۔ اس مقام پر آنحضرت
صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے مویشی چرا کرتے تھے۔ چراگاہ ہونے کی وجہ سے آب و ہوا
اچھی تھی۔ آنحضرت صلعم نے ان نو مسلموں پر شفقت فرماتے ہوئے اُنہیں یہاں
رہنے کی اجازت فرمادی۔ چنانچہ یہ لوگ اس چراگاہ میں رہنے لگے۔ جب کھاپی
کر تندرست و توانا ہو گئے، تو اسلام سے پھر گئے، اور چرواہے کو قتل کر دیا۔ پھر
مقتول کے ہاتھ، پاؤں، ناک کاٹ کر اور آنکھوں میں کانٹے چبھو کر اُونٹوں کو
بھگا کر لے گئے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو خبر ہوئی، تو آپؐ نے حضرت کرزؓ
کو بیسؓ سواروں کے ساتھ ان کے تعاقب میں روانہ فرمایا۔ حضرت کرزؓ انہیں
گرفتار کر کے مدینہ لائے۔ آنحضرت صلعم نے ان سے ان کی شقاوت کا پورا قصاص لیا۔

حضرت کرزؓ فتح مکّہ میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ہمرکاب تھے، اور
حضرت خبیشؓ کے ساتھ حضرت خالدؓ بن ولید کے دستہ میں تھے۔ مکّہ میں داخل
ہوتے وقت مشرکین مکّہ مزاحم ہوئے اور اس دستہ پر تیر برسانے شروع کر دیئے۔
جس سے حضرت خبیشؓ شہید ہو گئے۔ حضرت کرزؓ نے ان کی لاش سامنے کرلی،
اور (یہ رجز) :-

"بنی فہر کی زرد رنگ اور صاف چہرے اور سینہ والی عورتیں جانتی
ہیں، کہ آج میں ابی صحر (خبیشؓ) کی جانب سے لڑوں گا"
پڑھتے ہوئے مشرکین پر حملہ کر دیا، اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

حضرت خبیشؓ بن خالد

آپ کا تعلق بنو خزاعہ سے تھا۔ فتح مکّہ کے دن آپ حضرت خالدؓ بن ولید کے دستہ میں تھے۔ جس پر مشرکینِ مکّہ نے تیر برسائے۔ آپ تیر لگنے سے شہید ہو گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

غزوہ حنین (یا اوطاس یا ہوازن)

حنین مکّہ اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے۔ اس کے اور مکّہ کے مابین تین دن کی مسافت ہے۔ اس غزوہ کا نام غزوہ اوطاس اس وجہ سے ہے۔ کہ جہاں جنگ برپا ہوئی۔ اُس مقام کا نام اوطاس تھا، اور اوطاس چونکہ قبیلہ ہوازن کے مقامِ رہائش کے قریب واقع تھا۔ اس لئے اس غزوہ کو غزوہ ہوازن بھی کہتے ہیں۔ قبیلہ ہوازن عرب کے ایک بڑے قبیلہ کا نام تھا۔ جس کی کئی شاخیں تھیں۔ عرب میں قبیلہ ہوازن کے لوگ نہایت بہادر، جری اور قادر تیر انداز سمجھے جاتے تھے۔

مؤرخین کی تصریح کے مطابق فتح مکّہ نے جہاں دیگر قبائل کو اسلام کی حقانیت کا قائل اور اس کے دامنِ حفظ و امان میں پناہ لینے پر مائل کیا۔ وہاں قبائل ہوازن و ثقیف کا حسد اور بڑھ گیا، اور وہ اپنی مشترکہ طاقت سے اسلام کو مٹانے کی فکر کرنے لگے۔ کہتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مدینہ سے روانگی کی جب انہیں خبر ملی۔ تو انہوں نے سمجھا، کہ آنحضرت صلعم کا ارادہ اُن پر حملہ کرنے کا ہے۔ چنانچہ وہ لڑائی کے لئے تیار ہو گئے۔ مگر جب مکّہ فتح ہوا اور اُن کا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ تو انہوں نے اس تیاری کو کارآمد بناتے اور مسلمانوں کے

متوقع حملہ کا تدارک کرنے کے لئے آگے بڑھ کر خود مسلمانوں پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا، اور قبیلہ نصر کے ایک تیس سالہ شخص مالک بن عوف کو اپنی فوج کی کمان سپرد کی۔ انہی قبائل میں بنو سعد بن بکر بھی تھے۔ جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا زمانۂ شیر خواری گزارا تھا۔ البتہ بنی کعب اور بنی کلاب اس اجتماع میں شریک نہ ہوئے۔

لشکرِ کفار کے سپہ سالارِ اعظم مالک بن عوف نصری نے رسولِ خدا صلعم کے خلاف پیش قدمی سے بیشتر لوگوں کو حکم دیا۔ کہ وہ اپنے اہل و اعیال اور دیگر مال و متاع اپنے ساتھ لیتے چلیں۔ لوگوں نے اس حکم کی تعمیل کی، اور اپنی بستیوں کو خالی چھوڑ کر آگے بڑھنے کے لئے تیار ہو گئے۔ انہی لوگوں میں ایک عمر رسیدہ مگر صاحبِ تجربہ شخص درید بن صمہ بھی ہودج میں لیٹا ہوا لشکرِ کفار کے ساتھ تھا۔ جو اگرچہ اپنی پیرانہ سالی کے باعث حس و حرکت سے معذور تھا۔ تاہم لوگوں کو اُس کے وسیع معلومات اور فنونِ جنگ میں مہارت پر بیحد یقین تھا۔

جب مشرکین کا لشکر طائف کے شمال مشرق میں کوئی تیس یا چالیس میل پر مشہور مقام وادی اوطاس میں خیمہ زن ہوا۔ تو درید بن صمہ نے لشکر کے ٹھہرنے کا مقام پوچھا۔ لوگوں نے وادئ اوطاس بتایا۔ یہ سُن کر درید نے کہا۔ کہ یہ زمین گھوڑوں کے لئے اچھی جولانگاہ ہے۔ زمین نہ اتنی سخت کہ پاؤں کو کاٹے اور نہ اس قدر نرم کہ پاؤں دھنس جائیں۔ اتنے میں اُس نے گھوڑوں، بکریوں اور بچوں کی آوازیں سُنیں۔ اُس نے لوگوں سے ان آوازوں کا سبب پوچھا۔ لوگوں نے اسے

بتایا، کہ مالک بن عوف کے حکم سے اہلِ لشکر نے اہل و اعیال اور دیگر مال و متاع بھی ساتھ لے لیا ہے۔ اس پر درید نے مالک کو بُلا کر کہا، کہ تو رئیسِ قوم ہے۔ تمہیں اہلِ لشکر کے اہل و اعیال کو ساتھ لانے کی کیا ضرورت تھی؟ مالک نے جواب دیا۔ کہ ان کو بچانے کی خاطر کوئی شخص میدان جنگ سے بھاگ نہ سکے گا۔ درید نے کہا، کہ شکست خوردہ بھی کہیں یہ دیکھتا ہے۔ یاد رکھو کہ اگر تم کو فتح ہوئی، تو صرف مرد اور ہتھیار کام آئیں گے، اور شکست کی صورت میں یہی مال و عیال لوگوں کو مصیبت و پریشانی میں مُبتلا کر دیں گے۔ پھر درید نے بنی کعب اور بنی کلاب کی شرکت کے متعلق پُوچھا۔ جب اُسے ان قبائل کی عدم شرکت کا حال معلوم ہُوا۔ تو درید نے کہا، کہ جدّ و جہد کی بُنیاد ہی غائب ہو گئی۔ اس نے مالک کو مشورہ دیا۔ کہ تم سب کو وُہی کرنا چاہیئے تھا۔ جو کعب و کلاب نے کیا۔ کیونکہ آج اگر فتح کی اُمید ہوتی۔ تو کعب و کلاب کبھی شرکت سے انکار نہ کرتے۔ پھر درید نے پُوچھا۔ کہ تم لوگوں کے ساتھ کون کون ہے؟ مالک نے جواب دیا۔ عمرو بن عامر اور عوف بن عامر۔ یہ سُن کر درید نے کہا، کہ یہ نہ تو نفع پہنچائیں گے نہ نقصان۔ پھر درید نے مالک کو مشورہ دیا، کہ اہل و اعیال کو کسی محفوظ مقام پر رکھ کر دُشمن کا مقابلہ کرو۔ مگر مالک نے اُس کا یہ مشورہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور اُسے بُڑھاپے اور بُوڑھی عقل کا طعنہ دے کر خاموش کر دیا۔ عورتوں اور بچّوں کی معیّت چونکہ درید کی مرضی کے خلاف تھی۔ اس لئے اُس نے کہا "یہ وہ جنگ ہے جس میں نہ مَیں شریک ہُوا، اور نہ اس سے بچ سکا"

اِدھر دشمن کی جنگی تیاریوں کا حال سُن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے

لشکرِ کفّار کے مقابلہ کا ارادہ فرمایا۔ رسد اور سامانِ جنگ کی فراہمی کے لئے تیس
ہزار درہم عبداللہ بن ربیعہ سے قرض اور مکّہ کے رئیسِ اعظم صفوان بن امیہ
سے تنسو زرہیں اور دیگر آلاتِ جنگ مستعار لئے۔ اس سامانِ حرب کے ساتھ آنحضرت
صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے بارہ ہزار مجاہدین کو حنین کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔
چند صحابہؓ کو اسلامی لشکر کی کثرت پر کچھ فخر محسوس ہوا، اور یہ الفاظ بے
اختیار اُن کی زبان سے نکلے "آج کون ہم پر غالب آسکتا ہے"۔ لیکن یہ بات
بارگاہِ ربّ العزّت میں پسند نہ ہوئی۔

الغرض جب اسلامی لشکر حنین پہنچا۔ اور صبح کی تاریکی ختم ہونے سے پہلے اس نے
ایک وسیع وادی کے ڈھلوان میں اُترنا شروع کیا۔ تو دشمن کے سپاہی جو درید
بن صمّہ کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے وادی کے مختلف حصّوں میں چھپے بیٹھے تھے
اچانک مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ دشمن چونکہ ہر قسم کے جنگی سامان سے لیس اور حملہ
کے لئے تیار تھا۔ اس لئے اسلامی لشکر اس حملہ کی تاب نہ لاکر پیچھے ہٹنے لگا۔ اس
اچانک اور غیر متوقّع حملے سے اسلامی لشکر میں کچھ ایسی ابتری پھیلی، کہ ایک
دُوسرے کو مُڑ کر دیکھنے کی بھی کسی میں ہمّت نہ رہی۔

اس افراتفری میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنی جگہ ثابت قدم رہے
اور آپؐ کی یہ ثابت قدمی ہی اس ناکام معرکہ کو دوبارہ فتح کر لینے کا سبب بنی۔
واقعہ یہ ہُوا۔ کہ حضورؐ یہ حال دیکھ کر میدانِ جنگ کی دائیں جانب ایک طرف
ہٹ کر کھڑے ہو گئے، اور لوگوں کو آوازیں دے دے کر بُلانے لگے "لوگو! کدھر
جاتے ہو؟ اِدھر میرے پاس آؤ۔ مَیں اللہ کا رسولؐ اور عبدالمطّلب کا فرزند ہوں"۔

مگر لوگ بھاگے چلے جا رہے تھے۔ آپؐ کے ہمراہ صرف ایک مختصر سی جماعت رہ گئی تھی۔ جس میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ، ان کے فرزند حضرت فضلؓ، حضرت ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلبؓ، حضرت اسامہؓ بن زید وغیرہ شامل تھے۔ آنحضرت صلعم کے ساتھ جمے رہنے والے صحابہؓ کے ناموں میں اگرچہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ تاہم یہ امر متفق علیہ ہے۔ کہ یہ حضرات سوؓ سے بھی کم تھے۔

ثابت قدم صحابہؓ میں حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ بلند آواز تھے۔ انہوں نے حضورؐ کے الفاظ بھاگتے لشکریوں کے کانوں تک پہنچائے۔ آواز سنتے ہی لشکریوں نے اپنی اپنی سواریوں کی باگیں ادھر موڑ دیں اور تمام اسلامی فوج دفعتاً پلٹ آئی۔ حضورؐ اپنی سواری سے اترے۔ زمین سے مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور دشمن کی طرف پھینک کر فرمایا "دشمن کے چہرے مسخ ہو جائیں" اللہ کی قدرت سے دشمن کا کوئی شخص ایسا نہ بچا جس کی آنکھ میں یہ مٹی نہ پڑی ہو۔ ادھر اسلامی لشکر نے پلٹتے ہی کفار پر اس زور سے حملہ کیا۔ کہ دشمن کے اوسان خطا ہو گئے، اور بنو مالک کے علاوہ دیگر قبائل میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ بنو مالک اپنے علمبردار عثمان بن عبداللہ کے قتل ہونے تک مسلمانوں کے مقابلہ پر بڑی بہادری سے ڈٹے رہے۔ مگر جونہی عثمان قتل ہوا۔ تو یہ بھی اپنے ستر افراد کو میدانِ جنگ میں تڑپتا چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے، اور اللہ کے فضل و کرم سے فتح نے آگے بڑھ کر حضورؐ کے قدم چوم لئے۔

قرآنِ حکیم میں اس غزوہ کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:۔

وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ لا اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ   اور حنین کے دن جبکہ تمہاری کثرت نے تم کو

كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا	خود پسندی میں ڈال دیا پس وہ کثرت تمہارے
وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا	کچھ کام نہ آئی اور زمین باوجود وسیع ہونے کے
رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝	تم پر تنگ ہوگئی، پھر تم پشت پھیر کر بھاگے، اس کے
ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ	بعد اللہ نے اپنی خاص تسکین اتاری اپنے رسولؐ
عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ	پر اور اہل ایمان کے قلوب پر اور ایسے لشکر
وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا	اتارے، جن کو تم نے نہیں دیکھا اور کافروں
وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَذٰلِكَ	کو سزا دی اور یہی سزا کافروں کے لئے ہے۔
جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝	سُوْرَةُ التَّوْبَةِ۔ آیات نمبر ۲۶-۲۷)

شکست کے بعد مالک بن عوف نضری اپنی فوج کے ایک حصّہ کے ساتھ طائف چلا گیا۔ درید بن صمّہ نے کئی ہزار کی جمعیّت کے ساتھ مقامِ اوطاس میں پناہ لی۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت ابو عامر اشعریؓ کو تھوڑی سی فوج کے ساتھ درید بن صمّہ کے تعاقب میں اوطاس روانہ فرمایا۔ مقابلہ میں حضرت ابو عامرؓ درید کے بیٹے کے ہاتھ سے شہید ہو گئے، اور علم اسلام درید کے بیٹے نے ہاتھ میں لے لیا۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے آگے بڑھ کر حملہ کیا۔ دشمن کو قتل کر کے علم اس کے ہاتھ سے چھین لیا۔ درید ایک شتر پر ہودج میں سوار حضرت ربیعہ بن رفیعؓ کی تلوار سے اپنے انجام کو پہنچا۔

غزوہ حنین و اوطاس میں سات صحابہؓ شہید ہوئے۔ جن کے اسماء مبارک یہ ہیں :۔

● حضرت ایمنؓ بن عبید حبشی

آپ حضرت اسامہ بن زیدؓ کے ماں جائے بھائی یعنی حضرت امّ ایمنؓ کے بیٹے تھے۔ آپ

ان جوانمردوں میں سے تھے، جو یومِ حنین کو ثابت قدم رہے تھے۔ آپ نے اسی غزوہ میں مرتبہ شہادت حاصل کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● حضرت جویریثؓ بن عبداللہ بن خلف

آپ کا لقب ابی اللحم تھا۔ آپ انصار کے قبیلہ غفار سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ بتوں پر جھٹکے کا گوشت پہلے سے ہی نہیں کھایا کرتے تھے۔ آپ بھی اسی معرکہ میں مرتبۂ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● حضرت مرّہ بن سراقہؓ۔ (حالات نہیں ملے) ● حضرت سراقہؓ بن حباب۔ انصاری تھے۔

● حضرت سراقہؓ بن حارث بن عدی ــــ بنو عجلان سے تھے۔

● حضرت یزیدؓ بن زمعہ بن اسود بن مطلب

آپ کی ماں کا نام قریبہ تھا، جو امّ المومنینؓ حضرت امّ سلمہؓ کی بہن تھیں۔ یزیدؓ کا خاندان زمانہ جاہلیت سے مشورہ کے عہدۂ جلیلہ کا حامل چلا آتا تھا، اور زمانۂ اسلام کے وقت بھی یہ اس پر فائز تھا۔ دعوتِ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں مشرف باسلام ہوئے۔ اور ہجرتِ ثانیہ میں حبشہ گئے۔

مدینہ آنے کے بعد آنحضرت صلّی اللہ علیہ آلہٖ وسلّم کے ساتھ برابر جہاد میں شریک ہوتے رہے۔ غزوہ حنین میں اتفاقاً آپ کا گھوڑا بدک کر بھاگا۔ آپ گھوڑے سے گر گئے۔ دشمن نے آپ کو پکڑ کر شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

بعض مورخین نے آپ کا نام غزوہ طائف کے شہداء میں لیا ہے۔ واللہ اعلم۔

● حضرت ابو عامر اشعریؓ

آپ ان اشعریین میں تھے۔ جو غزوہ مکّہ و حنین میں آنحضرت صلعم کے ہم رکاب تھے۔ یوم

حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو قبیلۂ ہوازن کے ان مشرکین کے
تعاقب میں روانہ فرمایا جنہوں نے حنین سے بھاگ کر درید بن صمہ کی زیر قیادت
اوطاس میں پناہ لی تھی۔

حضرت ابو عامرؓ ان بھاگتے ہوئے مشرکین تک پہنچ گئے۔ مشرکین میں سے ایک
شخص آگے آیا، اور دعوتِ مبارزت دی، ابو عامرؓ نے آگے بڑھ کر اس کو تہہ تیغ کر دیا۔
اس طرح نو آدمی آپ کی تلوار سے جہنم رسید ہوئے۔ جب دسواں آدمی میدان میں نکلا۔
تو اس نے حضرت ابو عامرؓ پر تلوار کا وار کر کے تلوار کو ان کے آر پار کر دیا۔

حضرت ابو عامرؓ کو جب میدان سے اٹھایا گیا۔ تو آپ کے آخری سانس تھے۔
آپ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو اپنا قائم مقام بنا کر ان کو خبر دی۔ کہ زرد عمامہ والا
شخص ان کا قاتل ہے۔ حضرت ابو عامرؓ نے آخری سانس لینے سے پہلے وصیت
کی۔ کہ ان کا گھوڑا اور ہتھیار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے کر دئیے جائیں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے مشرکین سے قتال کیا، اور حضرت ابو عامرؓ کے
قاتل کو قتل کر دیا۔ فتح کے بعد آپ نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر ابو عامرؓ
کی وصیت کے مطابق ان کا گھوڑا اور ہتھیار حضورؐ کی خدمت اقدس میں پیش
کئے۔ حضورؐ نے یہ چیزیں حضرت ابو عامرؓ کے بیٹے کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اے اللہ! ابو عامرؓ کی مغفرت فرما، اور انہیں جنت میں میری
امت کے بلند ترین لوگوں میں کر۔"

غزوہ طائف

جیسا کہ غزوہ حنین و اوطاس میں بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ حنین میں شکست

کھانے کے بعد مالک بن عوف نصری ایک حصّہ فوج کے ساتھ طائف چلا گیا تھا۔ وہاں پہنچ کر اُس نے دوبارہ جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ طائف اپنے دفاع کے لحاظ سے ایک مضبوط قلعے کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس کے گرد شہر پناہ کے طور پر چار دیواری تھی۔ یہاں ثقیف کا جو قبیلہ آباد تھا۔ وہ اپنی شجاعت و دلاوری میں قریش کی ہمسری کا دم بھرتا تھا۔ اس قبیلہ کا سردار ابوسفیانؓ کا داماد عروہ بن مسعود تھا۔

طائف کے گرد چار دیواری کے اندر ایک قلعہ تھا۔ اہلِ شہر اور حنین کی شکست خوردہ فوج نے اس کی مرمت کر کے اس کے چاروں طرف منجنیقیں نصب کر دیں اور خود اس میں پناہ گزیں ہو گئے۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے طائف پہنچ کر قلعہ کا محاصرہ فرمالیا۔ یہ پہلا موقع تھا۔ کہ مسلمانوں نے دبابہ کا استعمال کیا۔ جو جنگی ہتھیاروں میں سے ایک ہتھیار تھا۔ یہ کھالوں سے بنایا جاتا تھا جس کے اندر سپاہی بیٹھ کر اسے چلا کر شہر پناہ تک لے جاتے اور اس کی دیوار میں سوراخ کر دیتے تھے۔

محاصرہ کے دوران اہلِ قلعہ نے شدید مدافعت کی، اور مجاہدین پر لوہے کی گرم سلاخیں، پتھر اور تیر اس شدّت سے برسائے، کہ اسلامی لشکر کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ اہلِ قلعہ کی اُس شدید مدافعت سے بہت سے مسلمان زخمی اور تقریباً تیرہ [۱۳] شہید ہو گئے۔ زخمیوں میں حضرت عبداللہؓ بن ابوبکر بھی تھے۔ جن کا زخم اگرچہ مندمل ہو گیا تھا، مگر بعد میں بگڑ کر ان کی موت کا سبب بنا۔ اسی غزوہ میں حضرت ابوسفیانؓ کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی تھی۔ وہ اپنی آنکھ کو ہاتھ میں لئے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی

خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا "یا رسول اللہ! یہ میری آنکھ ہے، جو راہِ خدا میں ضائع ہو گئی" حضورؐ نے ارشاد فرمایا "تم چاہو تو میں خدا سے دُعا کروں۔ تاکہ یہ آنکھ تمہیں واپس مل جائے، اور اگر چاہو تو اس کے عوض جنت میں دوسری اچھی آنکھ حاصل کر لو" عرض کیا "مجھے جنّت کی آنکھ قبول ہے" یہ کہہ کر اپنی آنکھ ہاتھ سے پھینک دی۔

طائف کا یہ محاصرہ اٹھارہ یا بیس دنوں تک جاری رہا لیکن شہر فتح نہ ہو سکا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نوفل بن معاویہ دیلمی کو بُلا کر اُن کی رائے پوچھی اُنہوں نے دربارِ رسالتؐ میں عرض کیا "لومڑی بھٹ میں گھس گئی ہے۔ اگر کوشش جاری رہی، تو پکڑ لی جائے گی، اور اگر چھوڑ دی جائے، تب بھی کچھ اندیشہ نہیں"۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محاصرہ اُٹھا لینے کا حکم دیا۔ صحابہؓ نے خدمتِ اقدس میں بنو ثقیف کے حق میں بد دُعا کرنے کے متعلق عرض کیا، مگر رحمۃ للعالمینؐ نے فرمایا:۔

"اے خدا! ثقیف کو ہدایت کر، اور توفیق دے، کہ میرے پاس حاضر ہو جائیں"

اِس سفر میں ازواجِ مطہرات میں سے حضرت اُمّ سلمہؓ اور حضرت زینبؓ حضورؐ کے ساتھ تھیں۔ اِن دونوں کے لئے وہاں دو عارضی جھونپڑے بنا دیئے گئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں جھونپڑوں کے درمیان قصر نمازیں ادا فرماتے تھے۔

غزوہ طائف میں شہید ہونے والے صحابہؓ کے اسماءِ مبارکہ یہ ہیں:۔

● حضرتِ ثابت رضؓ بن ثعلبہ بن زید بن حارث بن حرام بن کعب

تاریخوں میں آپ کا نام ثابتؓ بن جذع بھی آیا ہے۔ مورخین نے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ چونکہ حضرت ثابتؓ کے والد ثعلبہ بن زید اپنی شدّتِ قلب وخود رائی کے باعث الجذع کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ اس لئے یہی نام مشہور ومعروف ہوگیا۔ (جذع کے معنی درخت کے خشک تنے کے ہیں۔)

حضرت ثابتؓ کی والدہ کا نام اُمّ اناس بنت سعد تھا۔ جو بنی عذرہ کی شاخ قضاعہ سے تھیں۔ صحیح روایت کے مطابق حضرت ثابتؓ ستّر انصار کے ساتھ عقبہ میں حاضر ہوئے تھے۔ پھر آپ نے غزوہ بدر، اُحد، خندق و حدیبیہ وغیرہ میں شرکت کا شرف حاصل کیا۔ غزوہ طائف میں حاضر ہو کر مرتبۂ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● حضرت عبداللہؓ بن ابو امیہ (حذیفہ) بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو۔

آپ کی والدہ کا نام عاتکہ بنتِ عبدالمطّلب تھا۔ اس رشتہ سے حضرت عبداللہؓ، آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پھوپھیرے بھائی تھے۔ اس کے علاوہ آپ اُمّ المومنین حضرت اُمِ سلمہؓ کے باپ کی طرف سے بھائی تھے۔ غرضیکہ حضرت عبداللہؓ کو آنحضورؐ کے ساتھ متعدّد قرابتوں کا شرف حاصل تھا۔

حضرت عبداللہؓ کا گھرانہ زمانۂ جاہلیت میں بہت معزّز مانا جاتا تھا۔ آپ کے والد ابو امیہ قریش کے سرکردہ لوگوں میں تھے، فیّاضی اور سیرچشمی ان کا

خاندانی شعار تھا۔ سفر میں اپنے تمام ہمراہیوں کے اخراجات خود برداشت کرتے تھے۔ اس لئے "زاد الراکب" یعنی "مسافر کا توشہ" ان کا لقب ہو گیا تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کی دعوت دی۔ تو سب سے زیادہ مخالفت رؤسائے قریش کی جانب سے ہوئی۔ ابو امیہ بھی رؤسائے قریش میں تھے۔ چنانچہ ابو امیہ اور حضرت عبداللہ رضؓ بھی آنحضرت صلعم کی مخالفت اور مسلمانوں سے عناد رکھنے میں کسی سے پیچھے نہ تھے۔

کہا جاتا ہے۔ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب کی وفات کے وقت ان سے کلمہ شہادت پڑھنے کی درخواست کی۔ تو حضرت عبداللہ رضؓ نے یہ کہہ کر روکا، کہ کیا آخر وقت عبد المطلب کے دین سے پھر جاؤ گے؟

حضرت عبداللہ رضؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور استہزا کہا کرتے تھے، کہ میں اس وقت تک تمہارے اوپر ایمان نہیں لاتا جب تک کہ تمہارے لئے زمین سے کوئی چشمہ نہ پھوٹے یا تمہارے لئے کوئی زرنگار محل نہ تیار ہو جائے۔ سعید رضؓ کی روایت کے مطابق قرآن حکیم کی یہ آیت حضرت عبداللہ رضؓ کے بارہ میں ہی نازل ہوئی تھی:۔

لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۙ	ہم اس وقت تک ہرگز تمہارے اوپر ایمان نہیں لا سکتے، جبتک ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ نہ پھوٹے۔
(سورۃ بنی اسرائیل۔ آیت ع ۹۰)	

لیکن بالآخر اسلام کی حقانیت اور پیغمبر اسلام کی صداقت نے انہیں بھی کھینچ لیا، یادہ بغض و عناد تھا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کا

مضحکہ اُڑایا کرتے، یا وُہ حالت کہ خُود بخود بلا کسی تحریک کے فتح مکّہ سے کچھ دن پہلے آستانہ نبویؐ کی طرف جارہے تھے کہ مکّہ اور مدینہ کے درمیان مقام ثنیۃ العقاب میں آنحضرت صلعم سے مُلاقات ہُوئی، چونکہ حضرت عبداللہؓ کو اپنے بُغض وعناد اور شدید مخالفت کا علم تھا۔ اس لئے بلا وسیلہ خدمتِ اقدس میں حاضری کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ چنانچہ اپنی بہن حضرت اُم سلمہؓ کی وساطت سے باریابی کی اجازت چاہی۔ ان کے فردِ عصیان کا ایک ایک جُرم چونکہ نگاہِ نبوّت کے سامنے تھا۔ اس لئے حضورؐ نے ملنے سے انکار کردیا۔ حضرت اُمّ سلمہؓ نے پُرزور سفارش کی، اور عرض کیا، کہ کچھ بھی ہو، وہ آپؐ کے پھوپھی زاد اور سسرالی عزیز ہیں۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا، کہ عبداللہ نے مکّہ میں میرے خلاف کیا کچھ نہیں کیا۔ اس مایوس کُن جواب کے بعد حضرت عبداللہؓ نے عالم نااُمیدی میں کہا "اگر عفو و درگزر کا دروازہ قطعی بند ہوچکا ہے، تو وہ دربدر پھر کر بھوک اور پیاس سے تڑپ تڑپ کر جان دے دیں گے" آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو جب اس بات کی خبر ہُوئی۔ تو رحم وکرم کی موجوں نے غیظ و غضب کی گرمی کو ٹھنڈا کردیا، اور رحمۃ للعالمینؐ نے حضرت عبداللہؓ کو باریابی کی اجازت بخش دی۔ چنانچہ حضرت عبداللہؓ خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر خلعتِ اسلام سے سرفراز ہوگئے۔

قبُولِ اسلام کے بعد تلافیٔ مافات کے لئے جہاد فی سبیل اللہ کے میدان میں قدم رکھا۔ فتح مکّہ وحنین میں مجاہدانہ شریک ہُوئے۔ غزوہ طائف میں دادِ شجاعت دیتے ہوئے ایک تیر لگا۔ جو تیرِ قضا ثابت ہُوا، اور حضرت عبداللہؓ

شہادت سے سرفراز ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

● حضرت عبداللہؓ بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف

آپ قریشی الہاشمی تھے، اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے چچیرے بھائی تھے۔ حضرت عبداللہؓ کی والدہ کا نام غزیہ بنتِ قیس بن طریف تھا۔ حضرت عبداللہؓ کا پہلا نام عبدشمس تھا۔ قبولِ اسلام کے بعد آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے بدل کر عبداللہؓ رکھا۔ آپ فتح مکّہ سے قبل حلقہ بگوشِ اسلام ہوکر مدینہ آگئے تھے۔ اگرچہ حضرت عبداللہؓ کی شرکتِ غزوات کی تصریح و تفصیل نہیں ملتی۔ تاہم اس قدر مسلمہ ہے۔ کہ آپ اس شرف سے محروم نہ رہے۔

مورّخین کے مطابق حضرت عبداللہؓ کسی غزوہ میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ نکلے۔ وادئ صفراء میں پہنچ کر وفات پا گئے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے انہیں اپنے پیراہنِ مبارک میں کفنا کر دفن کیا، اور فرمایا "وہ سعید تھے جن کو سعادت نے پالیا"

مؤلف رحمۃ للعالمین ص نے انہیں شہدائے طائف میں شمار کیا ہے۔ جبکہ ابن سعد نے طبقات میں صرف وادی کا نام لکھا ہے۔ غزوہ کا نام نہیں لکھا۔ واللہ اعلم

● حضرت حارثؓ بن سہل بن ابوصعصعہ

آپ انصاری، نجاری ہیں۔ آپ کا تعلق بنو مازن سے تھا۔ آپ غزوہ طائف میں شہید ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

آپ کے دو چچا موتہ میں اور ایک چچا جنگ یمامہ میں شہید ہوئے تھے۔

● حضرت حباب رضؓ بن جبیر

● حضرت عرفطہ رضؓ بن حباب بن جبیر

دونوں باپ بیٹا غزوہ طائف میں شہید ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ آپ بنو اُمیہ کے حلیف تھے۔

● حضرت جُلیحہ رضؓ بن عبداللہ بن حارث

واقدی کے قول کے مطابق آپ غزوہ طائف میں شہید ہوئے۔

● حضرت رُقیم رضؓ بن ثابت

آپ انصار کے قبیلہ اوس سے تھے۔ آپ غزوہ طائف میں شہید ہوئے۔

● حضرت سعید رضؓ بن سعید بن عاص بن امیہ

آپ نسبًا قرشی الاموی تھے۔ ابن اسحاق نے آپ کو شہداء طائف میں شمار کیا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

● حضرت سائب رضؓ بن حارث بن قیس بن عدی

آپ قریش کے قبیلہ سہم سے تھے۔ بعض مورخین کے نزدیک آپ غزوہ طائف میں صرف زخمی ہوئے تھے۔ شرفِ شہادت یوم فحل ۱۳ھ میں حاصل کیا، اور بعض مورخین نے آپ کا ذکر شہدائے طائف میں کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

● حضرت عبداللہ رضؓ بن عامر بن ربیعہ

آپکے والد عامر بن ربیعہ رضؓ کبار صحابہ رضؓ میں سے تھے۔ آپنے غزوہ طائف میں شرکت فرمائی۔ اور شہید ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

● حضرت عبدؓ بن قوال بن قیس بن وقش بن ثعلبہ

● حضرت منذرؓ بن عبد بن قوال

حضرت عبدؓ نے غزوہ اُحد اور دیگر مشاہد میں بھی شریک تھے۔ دونوں باپ بیٹا نے غزوہ طائف میں شرفِ شہادت حاصل کیا۔

شہدائے مشاہدِ مختلفہ

ذیل میں رحمۃ للعالمین مؤلفہ سلمان منصور پوری کے حوالہ سے اُن شہیدانِ پاک کے اسمائے مبارکہ دئیے جاتے ہیں۔ جن کی بابت علماء سیر میں یہ تو اتفاق ہے۔ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں شہید ہوئے تھے۔ البتہ ان کے مشاہد کے تعین میں اختلاف ہے۔

● حضرت قرہؓ بن علتبہ (عقبہ)

آپ کا تعلق انصار کے قبیلہ عبدالاشہل سے تھا۔ اصابہ کے بیان کے مطابق ابنِ شاہین اور ابو عمر نے آپ کو شہدائے اُحد میں شمار کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

● حضرت مالکؓ بن خلف بن عمرو الخزاعی

آپ طلیعہ اُحد پر اپنے بھائی نعمانؓ کے ساتھ مامور تھے۔

● حضرت ثابتؓ بن النعمان بن اُمیہ ــــ ابو حبہ

مؤلف رحمۃ للعالمین کے نزدیک آپ غزوہ بدر میں شریک تھے۔ اصابہ نے آپ کی کنیت ابو حبہ بیان کی ہے۔ واللہ اعلم۔

● حضرت سہلؓ بن رومی بن وقش بن زغبہ

مورخ واقدی نے شہدائے اُحد میں آپ کا نام لیا ہے۔ واللہ اعلم۔

- حضرت یزیدؓ بن سعید الکندی ——— والدِ حضرت سائبؓ
- حضرت طفیلؓ بن النعمان بن خنساء الانصاری

اصابہ کے بیان کے مطابق آپ کو اُحد میں تیرہ[۱۳] زخم آئے۔ شہادت کے متعلق مشاہد کا تعین نہیں کیا۔

- حضرت مسعودؓ بن خلدہ
- حضرت عبداللہؓ (حکم) بن سعید بن العاص بن اُمیّہ

آپ کا سلسلۂ نسب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ عبدمناف میں جا ملتا ہے۔ آپ عُمدہ خوشخط، انشاء نگار تھے۔ آپ کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اہلِ مدینہ کی کتابت آموزی پر مقرّر فرمایا تھا۔ آپ کے مقامِ شہادت میں اختلاف ہے۔ کسی نے بدر، کسی نے موتہ اور کسی نے یوم یمامہ تحریر کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

- حضرت مسعودؓ بن الاسود بن حارثہ

آپ نسبًا قرشی العدوی تھے۔

- حضرت ہبارؓ بن سفیان بن عبدالاسد المخزومی

اصابہ کے مطابق آپ غزوہ موتہ یا جنگ یرموک، یا جنگ اجنادین میں شہید ہوئے۔ واللہ اعلم ؂

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

کتابیات

قرآنِ حکیم ——————

سیرۃ النبیؐ کامل —————— ابنِ ہشامؒ

تاریخ طبری —————— علامہ محمد ابنِ جریر الطبریؒ

طبقات ابنِ سعد —————— محمد بن سعدؒ

سیرۃ النبیؐ —————— علامہ شبلیؒ

اصح السیر —————— حکیم عبدالرؤف داناپوری

سیر الصحابہ —————— مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی

سیر انصار —————— مولانا سعید صاحب انصاری

اصابہ —————— علامہ ابنِ حجر عسقلانیؒ

محمدؐ رسول اللہ —————— شیخ محمد رضا مصری

حیاتِ محمدؐ —————— محمد حسین ہیکل مصری

رحمۃ للعالمینؐ —————— قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصورپوری

اصحابِ بدر —————— ″ ″ ″ ″ ″

المشاہد —————— مولوی حکیم رحمٰن علی خان

شہدائے عہد نبی صلی اللہ علیہ وسلم

راجہ محمد شریف